تاج محل

بہ تشکر:۔ محکمہ آثارِ قدیمہ حکومت ہند

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل

راحت عزمی

زبانوں کا سنگم ۱۷۵۵ حوض سوئیوالان، دریا گنج، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

جملہ حقوق مصنف کے پاس محفوظ ہیں

تاریخ اشاعت جون ۱۹۸۴ء

ناشر

زبانوں کا سنگم ۱۷۵۵ حوض سوئیوالان دریا گنج نئی دہلی

تزئین کار: ممتاز آرٹسٹ حیدرآبادی

طابع: ثمر آفسٹ پریس دہلی

قیمت: ۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

۱۔ زبانوں کا سنگم ۱۷۵۵ حوض سوئیوالان دریا گنج نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

۲۔ راحت عزمی۔ ۱۷-۶-۲۸۷ بیرون دبیر پورہ۔ کوچہ سناران حیدرآباد نمبر ۵۰۰۰۲۳

۳۔ اتحاد پرنٹرس ۱۳۷ گنگو شالہ روڈ، غازی آباد یوپی ۲۰۱۰۰۱

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مصنف :- راحت عزمی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

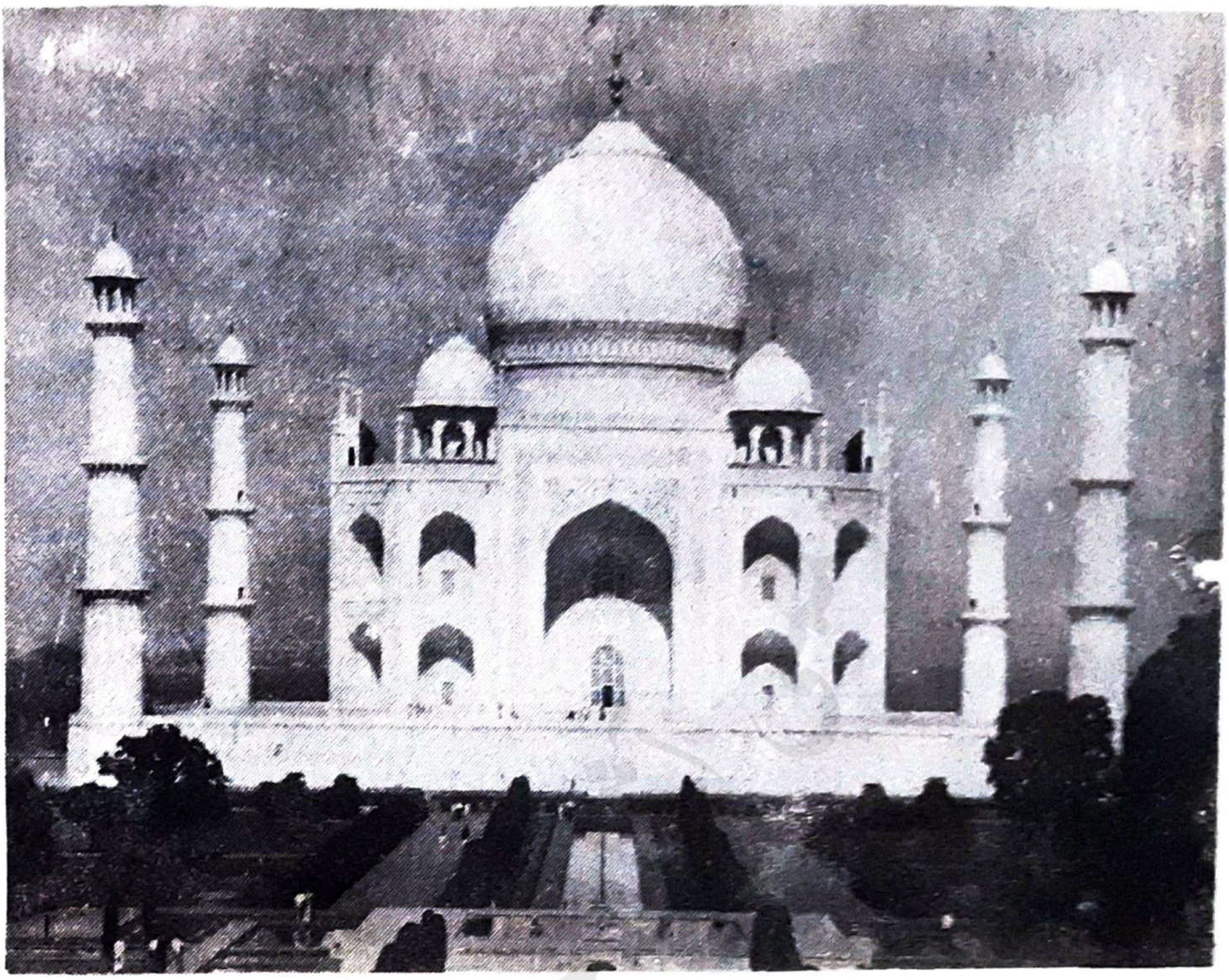

بہ تشکر :- محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند

جو اثاثہ فن کا ہے ورثہ بنی آدم کا ہے
تاج جتنا میرا ہے اتنا ہی کل عالم کا ہے

مہدی نظمی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پیش لفظ

ڈاکٹر موہن لال نگم
ڈائریکٹر سالار جنگ میوزیم حیدرآباد

تاریخ صرف واقعات یا شاہی خاندانوں اور بادشاہوں کے ناموں کے مجموعہ کا نام نہیں ہے۔ آج کے مورخین کسی عہد یا مقام کی تاریخ لکھتے وقت اس دور یا مقام کے سماجی، معاشی اور مذہبی حالات پر زور دیتے ہیں۔ تاریخ کے مطالعہ کا مقصد عام لوگوں کی زندگی کے کل حقائق سے جن میں تہذیب و ثقافت، آرٹ اور فن کے سارے پہلو شامل ہیں بحث کرنا ہے۔ تاریخ ان حالات سے بھی بحث کرتی ہے جو اپنے آپ کو دہراتے ہیں۔ مختصراً تاریخ ماضی کے تجربوں سے انسانوں کو وہ راہ دکھلاتی ہے جس پر سفر کرتے ہوئے ہر انسان حال کو سمجھ سکے اور مستقبل کو سنوار سکے۔

جناب راحت عزمی صاحب نے جو ایک سنجیدہ محقق ہیں اور جنھوں نے ساری زندگی تدریس اور تحقیق میں صرف کر دی ہے تاج محل کی تاریخ اور اس کے آرٹ پر ایک گراں قدر تحقیقی مقالہ پیش کیا ہے۔ یہاں اس بات کو دہرانا غیر ضروری ہوگا کہ تاج محل ہندوستان کے دور وسطیٰ کی ایک اہم اور شاندار عمارت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاج محل پر کافی کام ہوا ہے۔ ماضی اور حال کے کئی محققین نے مختلف زاویوں سے اس کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے باوجود وہ سماجی معاشی اور مذہبی حالات جنھوں نے عموماً مغل فنِ تعمیر اور خصوصاً تاج محل کی ترقی میں اہم حصہ لیا ہے تحقیق کرنے والوں کی توجہ کے ہنوز مستحق ہیں۔ اس لحاظ سے بھی جناب راحت عزمی کا کام نہایت قابل قدر ہے کیوں کہ انھوں نے اس میدان کو زیادہ کشادہ کیا ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مقالہ نگار نے نہ صرف ان معاصر تاریخوں اور حوالوں سے مدد لی ہے جو مختلف کتب خانوں اور آرکائیوز میں محفوظ ہیں۔ بلکہ دور حاضر کی تحقیقات سے بھی استفادہ کیا ہے تاکہ مقالہ زیادہ سودمند بن سکے۔ زیادہ سے زیادہ معلومات بہم پہنچانے اور کتاب کو دلچسپ بنانے کے لئے مختلف قدیم اور جدید مخطوطات اور مطبوعات سے اقتباسات دیئے گئے ہیں۔

جناب راحت عزمی صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ زیر نظر مقالہ میں تاریخ کو جو ایک خشک مضمون سمجھا جاتا ہے بہت ہی دلچسپ اور دلکش پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے جو نہ صرف تاریخ دانوں اور محققوں سے بلکہ عوام سے بھی خراجِ تحسین حاصل کرے گا۔

مجھے یقین ہے کہ یہ مقالہ "تاج محل" مقالہ نگار کی چند فروگذاشتوں کے باوجود کچھ ایسے نکات سامنے لائے گا جو اب تک اسکالرز کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور یہ کتاب ہر کتب خانہ کے لئے ایک خوش آئند اضافہ ہوگی۔

میری نیک تمنائیں مقالہ نگار کے ساتھ ہیں۔

۱۱ مارچ ۱۹۸۴ء

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مہدی نظمی

قابلِ قدر تصنیف

دنیا کی کوئی بھی چیز علم سے زیادہ نہ دلکش ہوتی ہے نہ خوبصورت۔ چاہے وہ آسمان کا چاند ہو یا زمین کا تاج محل۔ راحت عزمی کی کتاب "تاج محل" خالص علم ہے اس لئے خوبصورت ہے، خالص تحقیق ہے اس لئے دلکش ہے۔

تارِ عنکبوت کی طرح ہر علم سے علم کی تازہ کونپلیں پھوٹتی ہیں، ہر فن سے نیا فن نکلتا ہے اس لئے نہ ہی کسی علم کو کامل کہا جا سکتا ہے نہ ہی کسی فن کو۔ کھوج آدمی کی فطرت کا ایک جزء ہے اور جب تک آدمی کی فطرت کا یہ جزء باقی رہے گا اس وقت تک جستجو، دریافت اور کھوج کا عمل جاری رہے گا۔ راحت عزمی کے بعد بھی لوگ آئیں گے جو تاج محل کے بارے میں علمی کھوج کریں گے اور راحت عزمی کی یہ تصنیف ان کی معتمد رہبر بھی ثابت ہوگی، معتبر ماخذ بھی۔

آزادی کے بعد سے اردو رسم الخط کو جاننے اور پڑھنے والے ایسے بہت سے وجوہ سے کم ہوتے جا رہے ہیں جنھیں بدبختی ہی کہا جا سکتا ہے۔ پھر بھی اردو زبان نے عملاً ثابت کر دیا ہے کہ حالات کتنے ہی سخت ہوں لیکن اس دھرتی کی کوکھ سے جنم لینے والی اردو بھی اتنی ہی سخت جان ہے جو کسی بھی زہر سے نہ تو ہلاک ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی چھری سے قتل کی جا سکتی ہے۔ انتہائی ناسازگار، حوصلہ شکن اور مایوس کن حالات میں بھی اردو زبان میں اعلیٰ معیاری کتابیں شائع ہو رہی ہیں جو قوم کی گنگا جمنی تہذیب کے اقدار کو بھی بڑھاوا دے رہی ہیں اور علم و فن کے ساتھ ہی ساتھ شعور و فکر کی تازگی و شادابی کے لئے فرحت آفریں فضا بھی پیدا کر رہی ہیں۔ راحت عزمی کی تصنیف "تاج محل" بھی ایک ایسی ہی تاریخی دستاویز ہے جو قابل اعتبار بھی ہے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اور دانستہ یا نادانستہ پھیلائی جانے والی بہت سی غلط فہمیوں کی تردید بھی۔

تاریخ انتہائی معتبر علم ہی سہی لیکن انتہائی ناقص علم ہے۔ دردناک بات یہ ہے کہ اس علم کے نقص کا فائدہ اٹھا کر بہت سے مورّخ ملک کی یکجہتی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ملک کا فائدہ اس میں ہے کہ تاریخ کے دامن سے ان واقعات کو ڈھونڈھ کر عوام کے سامنے پیش کیا جائے جو ہمارے میل ملاپ کے زندہ افسانے ہیں ان جھوٹے واقعات کو سچائی کا روپ نہ دیا جائے جن کی نہ کوئی اصل ہے نہ کوئی حقیقت۔ جھوٹ کی بنیاد پر جو تاریخ لکھی جائے گی وہ جہل ہوگا علم نہیں ہوگی۔ علم کی جگہ جہل کو پھیلانا قوم کے ساتھ دشمنی ہے دوستی نہیں ہے آج ملک کو ایسے قلم درکار ہیں جو سچائی کو اجاگر کریں اور جھوٹ کے چہرے کو عریاں کردیں۔ راحت عزمی کی تصنیف "تاج محل" ایسے ہی قلم کی تحریر ہے اور اس قلم کی روشنائی کا ہر قطرہ ان لوگوں کے خون کو تازگی اور خوشبو دینے والا ہے جنھوں نے اس ملک کی آزادی کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دی ہے۔ اس لئے راحت عزمی کی یہ تصنیف "تاج محل" قابل قدر بھی ہے قابل احترام بھی۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل گرانقدر تحقیقی مقالہ

سیما نظمی

تاج محل ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کا ایک آئینہ ہے جس میں ہر عقیدے کے فنکاروں نے اپنے ذوقِ جمال کے ابدی نقش ابھارے ہیں۔ آزاد اور جمہوری ہندوستان جن مشترک قدروں کی بنیاد پر از سر نو تعمیر ہو رہا ہے وہ خوش آئند مستقبل اور ایک سنہرے کل کے نظر آنے والے رنگین و دلنواز خوابوں کی ایک تعبیر بننے والا ہے اور یہ تعبیر یقینی طور پر کسی بھی زمانے میں الٹی ثابت نہیں ہوگی۔

جناب راحت عزمی نے زیر نظر تحقیقی مقالے میں تاریخ کی اس سچائی کو واضح اور نمایاں کر دیا ہے کہ تاج محل کو جن معماروں اور مزدوروں نے چار چاند لگائے ہیں وہ صرف مسلمان نہیں تھے۔ اس عمارت کے سنگ مرمر کی رگوں میں جن فنکاروں کے ذہن و فکر اور فنی مہارت کا لہو دوڑ رہا ہے ان میں ہندو فنکار بھی برابر کے شریک تھے۔ اس احساس کو نئے ہندوستان میں فروغ دینا ہر دانشور کا قومی فریضہ ہے کہ ہندوستانی قومیت کے وقار کو بڑھانے اور ہندوستان کی قابلِ قدر تہذیب کو بنانے میں اس ملک کے باشندوں نے بغیر کسی امتیاز و تفریق کے اپنا حصہ ادا کیا ہے اور اس دیس کی زمین سے محبت کرنے والوں کی محبت میں خدا ترسی بھی شامل رہی ہے درویشی اور بھگتی بھی۔ اخلاق اور شائستگی کے جو اقدار ہیں وہ ہندوستانی قوم کی پوری زندگی میں نمایاں جھلک رکھتے ہیں اور کسی بھی زمانے میں ایک عقیدے نے دوسرے عقیدے کے ساتھ دشمنی کا رویہ اختیار نہیں کیا ہے۔ یہ بیرونی سیاست اور اس سیاست کے معماروں کی نجی مصلحتیں اور حکمرانی کی ضرورتیں تھیں جن کے تحت ہمارے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ملک کی تاریخ و تہذیب میں تراش و خراش کی گئی اور ایسے مورخ پیدا کئے گئے جو جھوٹی کہانیاں گڑھنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ آزاد ہندوستان میں پیدا ہونے والے مورّخ اور اہلِ تحقیق کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ ملک کے عوام کو ان واقعات کی حقیقت سے آگاہ کریں جو بالکل ہی جھوٹ ہیں اور جن کے دامن میں سچائی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

جناب راحت عزمی نے "تاج محل" کی تعمیر کے سلسلے میں جو تحقیقات کی ہیں ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ شاہجہاں نے "تاج محل کی تعمیر کے لئے ایک قطعۂ زمین خریدا۔ پہلے اسے ہموار کیا گیا اور پھر تاج محل کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس تحقیقی مقالے نے بہت سے اختلافی مسائل کا تصفیہ کیا ہے اور یہ ایسا کام ہے جس پر جناب راحت عزمی یقینی طور پر تعریف و قدردانی دونوں ہی کے مستحق ہیں۔ انھوں نے اپنے تحقیقی مقالے کو گراں قدر بنانے کے لئے قدیم مخطوطات اور دوسرے مورخوں اور دانشوروں کی تحریروں کے جو حوالے دیئے ہیں ان کی تردید ممکن نہیں ہے اور یہ حوالے بہت سی غلط فہمیوں کے انسداد کے لئے کافی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب "تاج محل" اردو زبان کے علمی ذخیرے میں ایک قیمتی اضافہ ثابت ہوگی اور تاج محل کے بارے میں جن حلقوں کی طرف سے جھوٹی کہانیاں بیان کی جارہی ہیں انھیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گی۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

شاہجہاں

خرم کی ولادت

خرم (شاہجہاں) رویت ہلال کے اعتبار سے ۳۰ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۰ھ ۱۵ جنوری ۱۵۹۱ء اور نجومیوں کے حساب سے یکم ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۰ھ ۱۶ جنوری سنہ ۱۵۹۱ء کو چہار شنبہ اور پنجشنبہ کی درمیانی شب غروب آفتاب کے ۵ گھنٹہ ۱۰ منٹ بعد لاہور میں پیدا ہوا۔ محمد صالح کہتا ہے:

"روے زمین کے بادشاہوں کے بادشاہ صاحب قران ثانی شہاب الدین محمد شاہجہاں غازی کی ولادت شب پنجشنبہ ۱۲ گھڑی ۵۰ پل یعنی ۵ گھنٹہ ۱۰ منٹ کے بعد رویت ہلال کے اعتبار سے سلخ ربیع الاول اور نجومیوں کے حساب سے یکم ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۰ھ کو دار السلطنت لاہور میں واقع ہوئی"۔ [۲]

خرم کی ولادت پر خوشیاں

خرم کی ولادت پر جو خوشیاں منائی گئیں ان میں ایک خاص شان اور انفرادیت تھی۔ شاہانِ مغلیہ کے محلوں کی تہذیب ملی جلی تہذیب تھی۔ ترکی اور ہندوستانی تمدنوں اور سماجی رسموں کے میل نے قومی یکجہتی کی فضا میں خاص دلکشی اور خوشگوار ثقافتی ہم آہنگی پیدا کردی تھی۔ خرم کی پیدائش پر جو رسمیں ادا کی گئیں وہ "ترکانہ نہیں ہندوانہ تھیں" نصیر حسین خیال لکھتے ہیں:

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"خرم (شاہجہاں) کی پیدائش پر جو جشن اور حرم سرا میں جو خوشیاں منائی گئیں وہ ترکانہ نہیں ہندوانہ تھیں۔ وہ پیدا ہوا تو ساری راجپوتی ریت رسمیں برتی گئیں زچہ خانہ تک گایا اور ہندی سروں سے جی بہلایا گیا۔ دائی جی شہزادے کو گود میں لئے ہوئے ہیں مگر ہاتھ نہیں لگاتیں۔ موتیوں کے تھال سامنے ہیں مگر بھاویں نہیں لگتا۔ ایک ادا اور بڑے ناز سے سنا سنا کر کہتی ہیں کہ:

مانگے ہے جودھا جی کا راج ، للا جی کا نال نہ چھوائے
تھال بھر جودھا رانی لائیں، وہ بھی نہ لیوے یہ دائے

یعنی میں جب تک رانی جی کا آدھا راج نہ لکھا لوں گی ماننے والی اور شہزادے کا نال کاٹنے والی نہیں۔ میرے آگے یہ تھال بڑا مال نہیں۔ اسے اٹھا رکھو۔"[۳]

خرم کی ولادت کا مادۂ تاریخ

محمد صالح کمبوہ لکھتا ہے:

"اس غنچۂ نوخیز کے کھلتے ہی زمین منور ہو گئی اور دریائے نشاط کھل گئے۔ انعام و اکرام کی فراوانی اپنے حد کمال پر پہنچ گئی۔ اساتذہ سخن نے (بادشاہ کے حضور) تہنیت کے قصیدے گزرانے۔ کلیم کا قطعہ تاریخ ہے:

للہ الحمد کہ از پرتو خورشید کرم ، سایہ مرحمتی بر سر عالم آمد
نیری از فلک بادشہی کرد طلوع ، کہ بخورشید دریں دور مقدم آمد
بہ زبان قلم از غیب پئے تاریخش ، شاہ شاہاں جہاں قبلہ عالم آمد[۴] ۱۰۰۰ھ

"شاہ روئے زمین و شاہجہاں" او زلمعہ آفتاب عالمگیر" سے بھی سنہ ولادت لکھتا ہے
نکلتا ہے

خرم کی نام رکھائی

شاہی محل کی روایت تھی کہ جب کوئی شہزادہ تولد ہوتا تو جہاں پناہ کو خبر دی جاتی اور بادشاہ شہزادے کی نام رکھائی کی رسم خود انجام دیتا۔ چنانچہ خرم پیدا ہوا تو شہنشاہ اکبر کو یہ خوشخبری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

دی گئی۔ شہنشاہ ولادت کے چھٹے دن محل سرا میں آیا۔ بچّہ کی پیشانی دیکھی تو باغ باغ ہوگیا اور جوشِ مسرت میں "خرم" نام رکھا۔[۵]

اکبر کی اس بے پناہ مسرت میں گہری معنویت تھی۔ اس کی دور بین نگاہیں شاہجہاں کی پیشانی میں اس طالع بیدار کا مطالعہ کر رہی تھیں جو مستقبل میں ظہور پذیر ہونے والا تھا۔ جبین شاہجہانی کے مہین خطوط میں وہ جوہر چمک رہے تھے جو سلطنتِ مغلیہ کی باگ ڈور سنبھالنے کے لئے ضروری تھے۔

خرم کی ماں

شہزادہ خرم باپ کی طرف سے ترک مغل اور ماں کی طرف سے ٹھیٹ راجپوت تھا اس لئے اس کی ذات میں دو بہادر نسلوں کی اعلیٰ خصوصیتیں جمع ہوگئی تھیں۔ اس کی شدید مہم پسندی میں ان نسلی خصوصیتوں کا قدم قدم پر اظہار ہوتا ہے۔ اس کی ماں جودھا بائی جودھ پور کے راجہ اودے سنگھ، معروف بہ "موٹا راجہ" کی بیٹی تھی۔ یہ راج کماری تاریخ میں مان متی اور جگت گسائیں کے ناموں سے یاد کی جاتی ہے۔ جگت گسائیں کا خطاب شادی کے بعد جہانگیر نے دیا تھا۔[۶]

راجہ اودے سنگھ مدت تک مغلیہ حکومت سے نبرد آزما رہا۔ اکثر جنگوں میں جگت گسائیں نے بھی مغلوں سے مقابلہ میں اپنے باپ کے ساتھ بہادری کے خوب خوب جوہر دکھائے۔ ۱۵۸۵ء میں جودھ پور جہانگیر کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ جہانگیر مان متی کے حسن وجمال اور بہادری سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے اسی سال (۱۵۸۵ء) میں راج کماری مان متی سے شادی کر لی۔

جگت گسائیں فطرتاً آزاد خیال راج کماری تھی۔ اس کی حریت پسند طبیعت کسی پابندی کو گوارا نہیں کر سکتی تھی۔ راجہ اودے سنگھ نے اپنی بیٹی کی فطرت اور نازک مزاجی کے پیش نظر مکمل آزادی دے رکھی تھی۔ اس نے اپنی حکومت میں عام احکام جاری کر دیئے تھے کہ مان متی کے راستے میں کوئی شخص رکاوٹ نہ بنے۔ راج کماری اکثر تنہا گھوڑے پر سوار باغوں کی سیر کو نکل جایا کرتی تھی۔

جودھا بائی (مان متی) حسن صورت اور حسن سیرت میں بے مثال تھی۔ حاضر جوابی میں اس کا جواب نہ تھا۔ وہ بلا کی بذلہ سنج ہوتے ہوئے بھی نہایت کم سخن تھی۔ اس کے انکسار اور تواضع اس کی خوش خلقی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اور شیریں زبانی کی دھوم سارے محل میں تھی۔ اس کے حسن سلوک اور داد و دہش نے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ وہ نہایت بالغ نظر، معاملہ فہم اور ذکی و فریس تھی۔ ذرا سی بات میں بات کی تہہ تک پہنچ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ جہانگیر اپنی دوسری بیگموں کے سامنے جودھ بائی کی تعریف کر رہا تھا۔ سبھوں نے سنو ملیا سے جل کر بادشاہ سے کہا کہ ایک شہنشاہ کو ایک گنوار عورت کی اتنی تعریف کرنا زیب نہیں دیتا۔ جہانگیر نے کہا میں کسی کی بے جا تعریف نہیں کرتا، چاہو تو تم سب اس کا امتحان کر سکتی ہو۔ اس واقعہ کو کئی دن گزر گئے۔ بات آئی گئی ہو گی۔ کسی کو یاد بھی نہیں رہا کہ جودھ بائی کے بارے میں کبھی کوئی ایسی بحث ہوئی تھی۔ اچانک ایک دن جہانگیر نے اپنی تمام بیگموں کو بلا کر ہر ایک کو "سات سو" بسپاری اور ایک انار دیا۔ سب نے بادشاہ سے تحفہ لیا اور اپنی نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ جودھ بائی تحفہ لے کر سیدھے بادشاہ کے کمرے میں جا کر سو رہی اور بولی " واہ حضور نے کیا خوب ڈھنگ ایجاد کیا ہے۔" جہانگیر نے سب بیگمات کو دیکھا۔ سب شرمندہ تھیں۔

مشہور ہے کہ نورجہاں اور جودھ بائی میں اکثر نوک جھونک رہا کرتی تھی۔ ایک دن جہانگیر نے جودھ بائی سے پانی مانگا۔ نورجہاں پاس بیٹھی تھی۔ جودھ بائی نے چھوٹے گلاس میں پانی پیش کیا نورجہاں نے سبب پوچھا تو رانی مسکرا کر بولی " حضرت کو چھوٹے برتن ہی پسند ہیں۔" اس پر بادشاہ ہنستے ہنستے لوٹ گیا اور نورجہاں پانی پانی ہو گئی۔[۸]

جودھ بائی نے جہانگیر کے چودہویں سال جلوس ($\frac{۱۰۲۸ھ}{۱۶۱۹ء}$) میں انتقال کیا۔ شاہجہاں کو ماں کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ جہانگیر اپنی تزک میں لکھتا ہے:

"جمعہ کے روز شاہجہاں کی والدہ رحمت ایزدی کے جوار میں پیوست ہو گئی۔ دوسرے روز خود آں فرزند کے رہنے کی جگہ پر گیا اور قسم قسم کی خاطر جوئی اور دل نوازی کر کے دولت سرا میں ساتھ لایا۔"[۹]

خرم دادی کی آغوش میں خرم اگرچہ جودھ بائی کا دودھ پیتا رہا لیکن دادی سے زیادہ مانوس

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تھا۔ اسی کی آغوش میں پلا بڑھا۔ واقعہ یہ تھا کہ خرم کی پیدائش کے تعلق سے رقیہ بیگم (اکبر کی لاولد بیوی) کے منجم ہرگوبند نے پیشن گوئی کردی تھی کہ:

"بہت جلد راجہ اودے سنگھ عرف موٹا راجہ کی لڑکی سے شہزادۂ والا گہر و فرخندہ اختر مطلع جاہ و جلال پر چمکے گا جس کے جلوس کی برکت سے پایۂ تختِ سلطنت اوجِ گردوں کو سرفراز کریں گے۔ مژدہ باد کہ اس شہزادے کی تربیت سے (آپ کو) سعادت جاوید حاصل ہوگی"۔[11]

جب اکبر نے خرم کی "پیشانی سے خلافت سلطنت کی لیاقت کے آثار" دیکھے تو "بے تامل اپنی فرزندی میں لے لیا"[11] اس وقت رقیہ سلطان پاس کھڑی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر شہزادے کو خود گود لینے کی استدعا کی۔ اکبر نے رقیہ سلطان کی درخواست نہ صرف منظور کی بلکہ اس استدعا پر مسرت کا اظہار کیا کیونکہ رقیہ سلطان کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس کا اسے بڑا قلق تھا۔ شہزادہ اس کی آغوش تربیت میں جاکر اس کی پژمردگی کو دور کرسکتا تھا۔ چنانچہ "یہ بچہ ہوش سنبھالنے کے تین سال تک اسی ملکہ کے زیرِ سایہ پروان چڑھتا رہا"۔[12]

تعلیم و تربیت

ہندوستان میں مسلمانوں کے ہر طبقے میں "بسم اللہ (تسمیہ خوانی) کی رسم عام ہے۔ مغلیہ حکومت کے زمانہ میں بھی کٹیا سے محل تک اسی رسم کا رواج عام تھا۔ جب بچہ چار سال چار ماہ چار دن کا ہوجاتا ہے تو اس کی بسم اللہ کی جاتی ہے۔ اس رسم کے ادا ہوتے ہی مکتب کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ چنانچہ جب خرم اس سن کو پہنچا تو اس کی بسم اللہ کی گئی اور مکتبی زندگی کا آغاز کردیا گیا۔ سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دی گئی۔ اس کے بعد خطاطی سکھائی گئی بلا کی قوتِ حافظہ اور بے پناہ جودتِ طبع کی وجہ سے خرم نے یہ مرحلے بہت جلد طے کرلئے۔ چونکہ اکبر کو خرم کی صلاحیتوں کا اندازہ تھا اس لئے اس نے اس کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی اور بذات خود مختلف علوم و فنون کے یگانۂ روزگار علماء اور اساتذہ کو اپنے پوتے کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خرم کے قابلِ ذکر اساتذہ

خرم کے اساتذہ میں قاسم بیگ تبریزی کے شاگرد مرزا خان ابوالخیر (برادر علامی ابوالفضل) شیخ صوفی کے شاگرد میاں وحیدالدین گجراتی، حکیم دوائی گیلانی قابل ذکر ہیں جنہوں نے شاہجہاں کی ذہنی نشوونما میں غیر معمولی دلچسپی لی۔ مغلوں کی مادری زبان ترکی تھی۔ اس لئے شاہجہاں کو مادری زبان سکھانے کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا گیا۔ اس دور کے مشہور ماہر لسانیات ترکی تاتار خاں کو مقرر کیا گیا۔

فنون سپہ گری بھی شہزادوں، بالخصوص ہونے والے بادشاہ کو خاص طور پر سکھائے جاتے تھے اکبر نے اس پہلو پر بھی خاص توجہ دی۔ خرم کو تیر اندازی سکھانے کے لئے اس زمانے کے مشہور قدر انداز میر مراد دکنی کو اور بندوق چلانے کے لئے ماہر نشانہ باز راجہ سالباہن کو مقرر کیا۔[۱۳] شاہجہاں نے بھی ان تمام ماہرین علوم وفنون سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس کے دل میں اساتذہ کی بڑی عزت تھی۔ ان تمام استادوں میں وہ سب سے زیادہ حکیم دوائی سے متاثر تھا۔ خود کہتا تھا "فی الحقیقت حکیم دوائی آموزگار ما است وحق او بر ما از استادان دیگر بیش است"[۱۴]

خرم کو قدرت نے ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کے عطا کرنے میں بڑی فیاضی سے کام لیا تھا۔ اس میں دقیق سے دقیق مسائل کو سمجھنے کی زبردست صلاحیت تھی۔ وہ آناً فاناً پیچیدہ مسئلوں کا حل تلاش کر لیتا تھا۔ اسی طرح وہ فنونِ حرب وضرب میں بھی بڑا پھرتیلا سا ہی تھا۔ خرم نے جس عنوان سے علوم متداولہ پر کافی عبور حاصل کیا تھا اسی انداز سے فنون سپہ گری بھی سیکھے تھے۔ وہ ہر میدان کا مرد تھا۔ علمی میدان ہو کہ میدانِ جنگ، ہر جگہ ایسے جوہر دکھاتا جیسے وہ اسی علم وفن کے لئے پیدا ہوا ہے۔ یہی بات اکبر کو بے حد پسند تھی۔ اس لئے وہ اپنے پوتے کو ہر جہت سے مکمل انسان دیکھنا چاہتا تھا۔ چونکہ ہر علم وفن میں اس کے جوہر یکساں آب وتاب کے ساتھ دمک اٹھتے تھے اس لئے اکبر کی خاص توجہ کا مرکز بنا رہا۔ آداب جہانبانی اور طریق حکمرانی کی تربیت خود اکبر نے کی۔ روزانہ مکتب کے درس اور فوجی مشق سے فارغ ہو کر اپنے دادا کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور آدھی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

رات تک انہی کے ساتھ رہتا تھا۔ محمد صالح لکھتا ہے:

"بخدمت تعلیم آنحضرت را وسیلہ رضامندئ الٰہی دانستہ دبخوبی شیفتہ ملازمت بودند کہ تا دو پہر شب در حضور اقدس می گزرانند و سہر نفس از ملازمت دوری نگزیدہ در لباس اکتسابِ سعادت درجہانی از خدمت آنحضرت آداب جہانبانی حاصل می نمودند"۔[15]

اس طرح خود اکبر خرم کے شفیق استادوں میں شامل نظر آتا ہے۔

اکبر کی خرم سے محبّت

اکبر کو اپنے پوتے سے بے پناہ محبّت تھی۔ وہ خرم کو ایک لمحہ کے لئے بھی نگاہوں سے دور نہیں رکھتا تھا۔ جب سلیم (جہانگیر) نے میواڑ کی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے خرم کو اپنے ساتھ رکھنا چاہا تو اکبر نے قطعاً منع کر دیا اور حکم دیا کہ پرویز کو ساتھ لے جائے۔ اسی طرح جب خرم چیچک کے مرض میں مبتلا ہوا تو اکبر بے حد پریشان ہو گیا۔ سارے شاہی اطبا بلائے گئے۔ دواؤں اور دعاؤں میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی آخر جب دعا قبول اور دوا کارگر ہوئی تو اکبر کی مسرت کی انتہا نہ رہی۔ جس دن خرم نے غسلِ صحت کیا اس دن اکبر نے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ بے دریغ خیر خیرات کی گئی۔ بہت سے قیدیوں کو رہا کیا گیا۔[16]

خرم کی اکبر سے محبّت

جس طرح دادا پوتے پر جان چھڑکتا تھا اسی طرح پوتا بھی دادا پر جان دیتا تھا۔ اکبر جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو خرم کی حیرانی ناقابلِ بیان تھی۔ ادھر اس علالت نے جہانگیر کے لئے بہت سی پیچیدگیاں پیدا کر دی تھیں۔ جانشینی کے مسئلہ پر سازشوں کے دروازے کھل گئے تھے۔ خسرو اور سلیم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے کیونکہ دونوں "خلافت" کے دعویدار تھے سلیم باپ سے دور تھا۔ خسرو اور اس کے طرف دار دربار کے ارد گرد تھے۔ اس وقت خرم دادا کے پلنگ سے لگا بیٹھا تھا۔ اکبر کے کمرے کے اطراف محل کے اندر اور باہر جو سیاسی جوار بھاٹا اٹھ رہا تھا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خرم اس سارے مدوجزر سے بے خبر دادا کے چہرے پر نظر جمائے اس کی تیمارداری میں مصروف تھا۔ سازشیوں کی یہ کوشش تھی کہ خرم کمرے سے باہر نکلتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔ سلیم کو خرم کی زندگی خطرے میں نظر آ رہی تھی۔ وہ اپنے ہونہار فرزند کو صحت و سلامتی کے ساتھ محل سے نکال لینے کا آرزومند تھا۔ ماں نے چاہا کہ شہزادے کو دادا سے جدا کرے لیکن خرم نے ماں کو سختی سے جواب دیا کہ "جب تک شاہ بابا (اکبر) کی ایک سانس بھی باقی ہے مجھے کوئی طاقت ان سے جدا نہیں کر سکتی۔"[۱۷] چنانچہ یہی ہوا، جب اکبر کا انتقال ہو گیا تو سلیم نے بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر دادا کی لاش سے جدا کیا۔ خرم کو اپنے شفیق دادا سے ایسی شدید محبت ہونی ہی چاہئے تھی کیوں کہ وہ "از ششم روز ولادت تا ایں زماں در ملازمت حضرت عرش آشیانی بودند۔"[۱۸]

خرم کی صلاحیتوں کا پہلا مظاہرہ

مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ خرم کو اپنی صلاحیتوں کے آزمانے اور ان کے مظاہرے کا پہلا موقع جہانگیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد ہاتھ آیا۔ اس وقت خرم کی عمر لگ بھگ وہی تھی جس عمر میں اکبر نے تخت سلطنت پر قدم رکھا تھا، یعنی اس وقت خرم کی عمر ۱۴ سال تھی۔

بات یہ ہوئی کہ جہانگیر کو تخت نشین ہوتے ہی (۱۶۰۵ء) خسرو کی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ خسرو کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اس کو آگرہ چھوڑنا ضروری تھا۔ ایسے نازک وقت میں پائے تخت کو چھوڑنا یا پائے تخت سے دور رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا کیوں کہ جس خسرو سے مقابلہ کر کے جہانگیر نے تخت حاصل کیا تھا اس کے ہوا خواہ مرکز میں موجود تھے۔ صورت حال کسی لمحہ بھی بگڑ سکتی تھی۔ اس نے تدبر سے کام لیتے ہوئے ایک مجلسِ نیابت تشکیل دی جس کا صدر خرم کو بنایا گیا۔ مجلس کے ارکان میں اپنے بے حد اعتماد کے اعیانِ سلطنت جیسے مرزا غیاث بیگ طہرانی مخاطب بہ اعتماد الدولہ شیخ علاؤالدین، راجہ راؤ سنگھ وغیرہ کو مقرر کیا۔ خرم نے جہانگیر کی عدم موجودگی میں اتنی بڑی سلطنت کا انتظام ایک تجربہ کار شہنشاہ کی طرح نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا۔[۱۹] اس واقعہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نے ثابت کر دیا کہ شہزادہ خرم میں شہنشاہ بننے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔

ارجمند بانو کی خواستگاری

خرم اب بچپن کی حدوں سے گزر کر عنفوانِ شباب کی ابتدائی منزل میں قدم رکھ چکا تھا۔ اس کا سن ۱۵ سال کا ہو گیا تھا۔ جہانگیر کے جلوس کا یہ دوسرا سال تھا شہنشاہ جہانگیر نے خرم کے لئے اپنے معتمد علیہ وزیر مرزا غیاث بیگ طہرانی مخاطب بہ اعتماد الدولہ کی پوتی مرزا ابوالحسن آصف خاں کی دختر ارجمند بانو کا انتخاب کیا اور خود خواستگاری کی۔ دلہن والوں کی رضامندی کے بعد منگنی کی رسم بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ جہانگیر نے چڑھاوے کے طور پر "بدست مبارک انگشتر نگیں کہیں آں مہین بانوے زماں را لعبہ بنات آسماں جائے دارند۔ دریں ایام ہلال حلقہ خاتم در دست آں فلک عفت و مہر آسمانِ عصمت روکش نیر اعظم گردید"[۲۰]

یہ رسم ۷ ذی الحجہ ۱۰۱۵ھ م ۲۱ مارچ ۱۶۰۷ء عید نوروز کی مسرت آگیں ساعتوں میں انجام پائی۔ اس موقع پر محل میں دو مسرتیں جمع ہو گئی تھیں، ایک تو نوروز کی خوشی تھی، دوسری خوشی یہ تھی کہ جہانگیر کے شہنشاہ ہونے کے بعد شاہی محل کی پہلی شادی تھی۔ اس وقت ارجمند بانو کی عمر ۱۴ سال تھی۔ جہانگیر نے اس منگنی سے پہلے ہی اپنے باصلاحیت فرزند کے اعزاز میں غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا۔ آٹھ ہزار ذات، پانچ ہزار سوار، طبل و علم کے علاوہ شاہی فرامین پر مہر لگانے کا شرف عطا کر چکا تھا۔ اس سے بڑھ کر چھتر اور سرخ بارگاہ لگانے اور سواری کے ساتھ نقارہ رکھنے کی اجازت بھی دی تھی۔ یہ اعلیٰ ترین اعزاز صرف سلطنت کے ولی عہد کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا۔[۲۱]

مظفر حسین صفوی کی لڑکی سے خرم کی شادی

حیرت کی بات ہے کہ ارجمند بانو کی منگنی کو ابھی دو سال ہوئے تھے کہ جہانگیر نے اچانک خرم کی شادی مظفر حسین کی لڑکی سے کر دی جو قندھاری محل کے لقب سے ملقب کی گئی یہ شادی بڑی دھوم دھام سے رچائی گئی۔ صرف ساچق میں جہانگیر نے پچاس ہزار روپے بھیجے جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے:

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"ر ر یکشنبہ پانزدہم پنجاہ ہزار روپیہ ساچق سنجانہ صبیہ مظفر حسین مرزا پسر سلطان حسین مرزا ابن بہرام مرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی کہ محبت فرزند خرم خواستگاری شدہ بود فرستادم"[۲۲]

ارجمند بانو کی منگنی پر اس شادی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہ نسبت اپنی جگہ برقرار رہی۔ شاہی خاندانوں میں رونما ہونے والے واقعات کو سیاست اور مصلحت کے پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔ مصباح الدین عبدالرحمٰن کا خیال ہے کہ "شاید جہانگیر نے اپنے خاندان کو نسبتی حیثیت سے بلند کرنے کی خاطر صفوی خاندان میں رشتہ قائم کر لینا پسند کیا کیوں کہ صفوی خاندان میں رشتہ قائم کرنا مغل حکمرانوں کے لئے بڑی امتیازی چیز رہی"[۲۳] ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکسینہ کا اس شادی پر محققانہ تبصرہ یہ ہے کہ "۳۰ مارچ ۱۶۰۷ء کو شیر افگن بنگال میں مارا گیا۔ اس کی بیوی مہرالنساء قصر شاہی میں بلالی گئی۔۔۔ گمان غالب ہے کہ اس کے کچھ دن بعد جہانگیر نے اسے دیکھا اس پر عاشق ہو گیا اور اپنی تمنا کی درخواست مستقل مزاجی سے پیش کرنے لگا۔ جب وہ اس غیر معمولی طور سے اس جذباتی خاتون کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں ناکام ہوا تو فطرتاً اس کو دوسری تدبیریں کام میں لانی پڑیں۔ جہانگیر اس کو دھمکی دے سکتا تھا کہ اس کو برطرف کر کے اس کی بھتیجی کو نقصان پہنچا سکتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اپنی سنجیدگی کا بھی اظہار کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے اپنے لڑکے کی نسبت ایرانی شہزادی سے کر دی۔ جب یہ تدبیر راس نہ آئی تو اس نے شہزادے کی شادی ۹ اکتوبر ۱۶۱۰ء کو رچائی۔ وہ خود شہزادے کے گھر گیا۔ رات بھر وہاں رہا، اکثر امراء کو اعزازی خلعت دیئے اور گوالیار کے قید خانہ سے بہت سے قیدی رہا کر دیئے گئے"[۲۴]

شہزادہ خرم کی ارجمند بانو سے شادی

ارجمند بانو کی منگنی ۲۱ مارچ ۱۶۰۷ء کو پکی ہو چکی تھی لیکن شادی ۵ سال تاخیر سے ہوئی۔ اس تاخیر کا سبب ممکن ہے وہی ہو جس کو ڈاکٹر سکسینہ نے بیان کیا ہے۔ کیوں کہ جہانگیر کا نور جہاں سے عقد ۲۵ مئی ۱۶۱۱ء میں ہوا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس کے تقریباً ایک سال بعد یعنی ۲۷ اپریل ۱۶۱۲ء کو ارجمند بانو کی شادی خرم سے کر دی گئی۔ اس شادی میں بھی خوب دھوم دھام رہی۔

خرم کی تیسری شادی

خرم کی تیسری شادی عبدالرحیم خانخاناں کے لڑکے شاہنواز خاں کی بیٹی سے ہوئی۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ شاہی محل کے واقعات کو سیاست اور مصلحت کے پس منظر میں دیکھنا چاہیئے۔ جس زمانے میں یہ شادی ہوئی ہے اس زمانہ میں خرم اور خانخاناں دکن کی مہم پر تھے۔ جہانگیر کو خانخاناں کے بارے میں کچھ اچھی خبریں نہیں مل رہی تھیں۔ حالات کو ہموار رکھنے کے لئے جہانگیر کو حسن تدبیر سے کام لینا پڑا۔ موجودہ حالات میں مناسب صورت یہی تھی کہ خانخاناں کی پوتی سے خرم کی شادی کر کے خانخاناں اور اس کے خاندان کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا جائے۔ یہ شادی ۱۶۱۷ء میں ارجمند بانو کی شادی کے تقریباً ۵ سال بعد ہوئی۔[۲۵]

خرم کی دوسری محلات

ان بیگموں کے علاوہ شاہجہاں کے حرم میں تین نام اور ملتے ہیں "سرہندی بیگم"، "فتحپوری محل" اور اکبر آبادی محل۔ اکبر آبادی محل کو جس کا نام عزیز النساء بیگم تھا، بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ اسی خاتون نے "ممتاز محل کے بعد شاہجہاں کی پوری رفاقت کی"۔[۲۶] ثریا بانو اسی اکبر آبادی محل سے تھی۔ "یہ شہزادی اپنی داد و دہش کے لئے بہت مشہور تھی اس لئے شاہجہاں نے اس کو اپنی تخت نشینی کے وقت پچاس ہزار روپئے کے علاوہ دو لاکھ روپئے کے جواہرات بھی دیئے"۔[۲۷]

خرم کی بہادری

اکثر مورخین نے خرم کی جوانی کے حالات لکھتے ہوئے اس واقعہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس واقعہ سے اس کی جرأت و ہمت اور حوصلہ کا اظہار ہوتا ہے۔ جہانگیر اور شاہجہاں دونوں شکار کے بے حد شوقین تھے۔ قندھاری محل سے شادی کے چند دنوں بعد جہانگیر

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خرم کے ساتھ شکار کو روانہ ہوا۔ شکار گاہ پہنچتے پہنچتے سورج کافی ڈھل چکا تھا۔ اس وقت اطلاع دی گئی کہ ایک شیر بارہ سنگھے کو آدھا کھا کر قریب کی جھاڑی میں چلا گیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ بادشاہ ہانکے والوں کو بلائے بغیر اپنے قریبی لوگوں حیات خاں، رام داس، انوپ رائے، اعتماد رائے، کمال قراولی بردار، خرم اور چند خدمت گاروں کو لے کر اس جھاڑی کے پاس پہنچ گیا۔ شیر کی بو سونگھ کر گھوڑا بھڑکا۔ جہانگیر نے گھوڑے سے اتر کر گولی چلادی۔ دو گولیاں خالی گئیں۔ ایک گولی شیر کو لگی مگر کارگر نہیں ہوئی۔ شیر غصّہ میں جھاڑی سے نکلا اور ایک شکاری پر حملہ کرکے ہلاک کرڈالا۔ اور پھر جھاڑی میں گھس گیا۔ دن ڈوب رہا تھا، خطرہ بڑھ رہا تھا۔ جہانگیر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا، راج ہٹ بہرحال راج ہٹ ہوتی ہے۔ وہ شیر کو مارے بغیر شکار گاہ سے لوٹنے پر آمادہ نظر نہیں آرہا تھا۔ جُھٹپٹا اندھیرے میں تبدیل ہورہا تھا۔ زخمی شیر بھیانک خطرہ بن گیا تھا لیکن شہنشاہ کے ارادے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ خرم باپ کا ارادہ سمجھ گیا۔ اور آہستہ سے اس کے بائیں پہلو میں آگیا۔ دائیں طرف سے حیات خاں، رام داس، انوپ رائے شہنشاہ کے قریب ہوگئے۔ جہانگیر نے پھر نشانہ لیا اور گولی چلادی۔ گولی شیر کے مُنھ کو چھیلتا ہوا زخم لگا کر نکل گئی۔ غضبناک شیر نے بندوق کی آواز کے رُخ پر خوفناک چھلانگ لگائی۔ انوپ رائے زد میں آگیا، اس نے لاٹھی سے بچاؤ کرنا چاہا لیکن شیر کے حملہ کی تاب نہ لاسکا۔ انوپ رائے کے پاس لاٹھی کے سوا کوئی دوسرا ہتھیار نہیں تھا کیونکہ شکار گاہ کے قانون کے تحت کسی شخص کو شکار گاہ کی حدود میں ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ شیر نے انوپ رائے کے دونوں ہاتھوں کی ہڈیاں چباڈالیں۔ خرم سے یہ دردناک منظر دیکھا نہ گیا، وہ پھرتی سے اپنی جگہ سے آگے بڑھا اور ایک چابک دست تیغ زن کی طرح پوری قوت سے شیر کی کمر پر وار کرکے اپنی جگہ آکھڑا ہوگیا۔ شیر وہیں گر پڑا۔ حیات خاں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے بعد میں جہانگیر سے خرم کی جرأت کا تذکرہ کیا۔ جہانگیر شہزادے کی بہادری سے مسرور ہوا۔ اس وقت خرم کی عمر ۱۷، ۱۸ سال کی تھی[۲۸]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خرم ترقی کے راستہ پر

جہانگیر کے جلوس کے پہلے ہی سال خرم مجلس نیابت کے صدر کی حیثیت سے حکمرانی کی صلاحیت کو دکھا چکا تھا۔ دکن کی مہمات میں بھی جب کہ وہ بہت ہی کم عمر تھا آزمودہ کار سپہ سالار کا سا حوصلہ دکھا چکا تھا۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے اس نے جہانگیر کے دل میں جگہ کر لی۔

میواڑ کی فتح پر خرم پندرہ ہزار ذات اور آٹھ ہزار سوار کا منصب دار کر دیا گیا۔ خرم جب دکن کی مہم پر روانہ ہوا تو جہانگیر نے اس کو شاہ کا خطاب عطا کیا اور دکن سے کامیاب لوٹا تو "شاہجہاں" کے خطاب سے نوازا۔ تیس ہزار ذات، بیس ہزار سوار سرفراز کئے اور شہزادے پر سے زر و جواہر صدقہ اتارا۔

دکن کی فتح سلطنتِ مغلیہ کی بہت بڑی فتح تھی۔ دکن عرصۂ دراز سے مغلوں کے لئے ایک دشوار مسئلہ بنا ہوا تھا۔ دکن کی تسخیر خرم کا بہت بڑا کارنامہ تھی۔ اس فتح میں مغلوں کو بے اندازہ دولت ہاتھ آئی۔ اس فتح کی مسرّت میں محل میں شاندار جشن منایا گیا۔ ہر طرف شاہجہاں کی بہادری اور حوصلہ مندی کے چرچے تھے۔ نور جہاں نے بھی خوش ہو کر شاہجہاں کی دعوت کی۔ شاہجہاں نے بھی اس موقع پر اپنی سوتیلی ماں کی خدمت میں دو لاکھ روپئے نذر کیے۔[۲۹]

یہ درست ہے کہ انسان اپنے جوہر ذاتی سے آگے بڑھتا ہے اور دنیا میں اپنا مقام بناتا ہے، لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ اگر ماحول میسر نہ آئے یا حالات سازگار نہ ہوں تو ساری صلاحتیں مضمحل ہو کر ختم ہو جاتی ہیں اور شخصیّت ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے۔ فضا موافق اور ہموار ہو تو صلاحیت بھبھک کر ابھر آتی ہے اور شخصیّت قد آور ہو کر آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہے۔ شاہجہاں کی ترقی کی راہ کو ہموار کرنے میں اس کے جاں نثاروں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر خرم کو سندر داس، شکر اللہ، دلاور خاں، کشن سنگھ، حسام الدین جیسے جاں نثار نہ ملتے تو اس کو نہیں معلوم کتنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان لوگوں نے ہمیشہ خرم کا ساتھ دیا اور اس کی ترقی کے راستوں کو ہموار کرنے میں اپنا خون پسینہ ایک کر دیا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بادِ مخالف

دنیا میں یوں تو شادی و غم، توام ہوتے ہیں لیکن شاہی محلات کی روایتوں کی نوعیت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ یہاں کے شب و روز اپنی تاریخ الگ مرتب کرتے ہیں۔ یہاں کی سیاست نے اکثر درباری انقلاب کی بنیاد بن کر ساری سلطنت میں ہلچل مچادی ہے۔ چنانچہ ۱۶۲۰ء کے بعد سے شاہجہاں کئی پیچیدہ حالات اور سیاسی چالبازیوں کا شکار ہو گیا۔ یہی نورجہاں جو کل تک شاہجہاں کو سینہ سے لگاتی تھی آج اس کی شدید مخالف ہو گئی تھی۔ اس اختلاف نے دربار کو دو سیاسی جتھوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں نورجہاں ہندوستان کی ملکہ کی حیثیت سے خود مختار حکومت کر رہی تھی۔ جہانگیر برائے نام شہنشاہ رہ گیا تھا۔ ایس۔ آر۔ شرما نے ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ صراحت کی ہے کہ نورجہاں اور خرم ۱۶۱۱ء سے ۱۶۲۲ء تک ایک دوسرے کے ہم خیال تھے، ایک دوسرے کو چاہتے تھے، ایک دوسرے کی دعوت کرتے تھے، ایک دوسرے کو تحفے دیتے تھے لیکن ۱۶۲۲ء سے ۱۶۲۷ء تک صورت حال بالکل بدل گئی تھی۔ اب یہ دونوں ایک دوسرے کے شدید مخالف اور خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ اس اختلاف کا اصلی سبب شہریار سے نورجہاں کی بیٹی کی شادی تھا جو شیر افگن سے تھی۔[۲۰]

شاہجہاں کامیاب مدبر اور سیاست داں تھا۔ اس کی سپاہیانہ ذہانت اور سیاسی شعور ایک دوسرے کے معاون تھے۔ ویسے تو وہ اپنی مہموں میں مصروف تھا اور محل سے دور تھا لیکن جہانگیری دربار کے سارے آتار چڑھاؤ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ محل کے اندر اس کے خلاف بننے والے تمام منصوبوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ خرم جان چکا تھا کہ نورجہاں اس قدر شدت سے مخالفت پر کیوں اتر آئی ہے۔

جیسا کہ کشمکش اقتدار کی تاریخ بتاتی ہے کہ حریفانِ تخت و تاج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں۔ بھائی بھائی کو، بیٹا باپ کو، باپ بیٹے کو قتل کر دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ جہانگیر کا آخری دور کچھ ایسی ہی کشمکش سے دوچار ہو گیا تھا۔ نورجہاں کا اقتدار نقطۂ عروج پر پہنچ چکا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تھا۔ جہانگیر برائے نام بادشاہ تھا۔ فرامینِ شاہی نور جہاں کی مہر سے جاری ہو رہے تھے۔ اس کے نام کا سکہ چل رہا تھا۔ وہ اپنے داماد شہریار کو شہنشاہ بنانے کے منصوبے بنا رہی تھی۔ چنانچہ دربار نے ایسے حالات پیدا کر دیئے تھے کہ شاہجہاں محل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا بلکہ حالات یہاں تک ابتر ہو گئے تھے کہ شاہی فوجیں شاہجہاں کو گرفتار کرنے کے لئے اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ خرم کی زندگی کے یہ سیاہ دن بہت سخت تھے۔ اس کو کبھی دکن میں کبھی بنگال میں پناہ لینی پڑی۔ ادھر نور جہاں کا سگا بھائی آصف خاں اپنے داماد شاہجہاں کا طرفدار تھا۔ بھائی بہن کی کشمکش میں آخر کار آصف خاں کو کامیابی نصیب ہوئی۔ جو تختِ سلطنت شاہجہاں کے لئے تختۂ دار بننے کے قریب تھا وہ اب تخت طاؤس بن کر جگمگا اٹھا۔

شاہجہاں کی تخت نشینی

۲۸ صفر ۱۰۳۷ھ / ۷ نومبر ۱۶۲۷ء کو جہانگیر کا دمہ کے مرض سے انتقال ہو گیا۔ ایسے نازک وقت شاہجہاں دکن میں تھا۔ آصف خاں نے اپنے معتمد علیہ آدمی بنارسی داروغہ کو اپنی انگوٹھی دے کر شاہجہاں کو کہلا بھیجا کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا ہے وہ اس انگوٹھی کو دیکھتے ہی فوراً دار السلطنت پہنچ جائے[۲۱]۔ چنانچہ شاہجہاں اطلاع پاتے ہی نہایت تیزی سے آگرہ پہنچ گیا اور قلعہ کے قریب ہی نور منزل (دھرہ باغ) میں قیام کیا۔

جمعرات کا دن تھا۔ قاسم خاں خزانچی حاضر خدمت ہوا اور خزانہ کی کنجیاں حوالے کیں۔ آگرہ میں شاہجہاں کے پہنچ جانے کی خبر پھیلی تو ہر طرف مسرّت کی لہر دوڑ گئی۔ اس واقعہ سے شاہجہاں کی ہر دل عزیزی کا اظہار ہوتا ہے۔ خرم ہاتھی پر سوار اکبرآباد آگرہ کی شاہراہوں سے رعایا کی محبت کا جواب محبت سے دیتا ہوا قلعہ میں داخل ہوا۔ شہزادے کا ہاتھی جس راستہ سے گزرتا شہزادہ دونوں ہاتھوں سے روپیہ اور اشرفیاں بکھیرتا جاتا تھا۔ آج آگرے کی سڑکیں گنگا جمنی نظر آ رہی تھیں کیونکہ خرم کا سحاب کرم اکبرآباد پر سونا چاندی برسا رہا تھا۔

نجومیوں کی بتائی ہوئی تاریخ یعنی ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۳۷ھ کو ساڑھے تین گھڑی دن چڑھے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 9-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

(تقریباً ساڑھے سات بجے صبح) خرم اپنے اسی محل سے جس میں وہ شہزادگی کے زمانے میں رہا کرتا تھا ہندوستان کا شہنشاہ بن کر برآمد ہوا۔ شاہانہ خلعت زیب تن، سر پر تاج جواہر دار، کمر میں مرصع شمشیر وبدبۂ تیموری سایہ فگن، رعب سلطانی جلو میں گھوڑے پر سوار باوفا تیغ زن منصب داروں کے حلقہ میں شاہانہ تمکنت کے ساتھ آہستہ آہستہ تخت سلطنت تک پہنچا۔ تخت کے قریب گھوڑے سے اترا اور جلال اکبری و وقار جہانگیری کا آئینہ بنا ہوا متانت و بردباری کے ساتھ مرصع تخت شاہی پر پہلا قدم رکھا۔ تخت پر جلوہ فرما ہوتے ہی نہایت انکساری و فروتنی اور ادب و احترام سے حمد الٰہی اور نعت سرکار نبی اطہر پڑھی۔ شاہانِ مغلیہ کی روایت کے مطابق خطبہ شاہانہ انشاء کیا۔ اس کے بعد نقیب نے خطبہ پڑھا۔ پورے جوش و خروش اور والہانہ عقیدت کے ساتھ خطبہ میں شہنشاہ کا نام لیا۔ جونہی شہنشاہ کا نام گونجا دربار میں ہر طرف سے زر و جواہر نچھاور کیے گئے۔ شعراء نے تخت نشینی کی مسرت میں قطعات تاریخ پڑھے۔ حکیم رکنا کاشی نے خوبصورت تاریخ نکالی جو پسندِ شاہ ہو کے صلہ میں گراں قدر انعام سے نوازا گیا۔ کاشی کا قطعہ تاریخ ہے:

بادشاہ زمانہ شاہِ جہاں خرم و شاد و کامراں باشد
حکمِ اُو بر خلائقِ عالم ہم چو حکمِ خدا رواں باشد
بہرِ سالِ جلوسِ شہ گفتم در جہاں باد تا جہاں باشد ۱۰۳۷ھ

سعیدائے گیلانی معروف بہ "بے بدل خاں" نے بھی عمدہ تاریخ کہی۔ تاریخ کا مصرعہ ہے:

"جلوس شاہجہاں دادہ زیب ملّت و دیں" ۱۰۳۷ھ

داد و دہش

تخت نشینی کی مسرت میں شاہی خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے۔ شاہجہاں یوں بھی فطرتاً کھلے ہاتھ کا تھا۔ یہ موقع تو اس کے خیر و خیرات کے جذبہ کی تسکین کا بہترین سبب بنا۔ غریبوں اور مسکینوں میں بے حساب روپے تقسیم کیے۔ اس کے علاوہ اہلِ دربار کو ان کی حیثیت کے لحاظ سے خوب نوازا۔ امیروں، رئیسوں، زعما اور عمائدین سلطنت کو بڑے بڑے اعزاز عطا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سکے۔ ہم عصر مورخین نے جشن تخت نشینی کی بڑی تفصیل لکھی ہے۔

تخت نشینی کی درباری مصروفیتوں سے فارغ ہو کر شاہجہاں نے جوں ہی حرم سرا میں قدم رکھا سب سے پہلے ممتاز محل نے زر و جواہر کی کشتیاں شہنشاہ پر سے نچھاور کیں۔ اس کے بعد چہیتی بیٹی جہاں آرا نے ماں کی تقلید کی اور باپ پر زر و جواہر نثار کئے۔ پھر دوسری بیٹیوں اور معزز خواتین نے حسب حیثیت اشرفیاں اور چاندی کے سکے بادشاہ پر صدقے کئے۔ اس وارن پھیرن سے محل کی روشیں زر و جواہر، اشرفیوں اور روپیوں سے یوں جگمگا رہی تھیں جیسے دلہن کی مانگ سہاگ کی افشاں سے جگمگاتی ہے۔ شاہجہاں نے جواباً ہر ایک کو کوتاہی داماں کی حد تک سرفراز کیا۔

شاہی عنایتوں کی ہلکی سی جھلک عبدالحمید لاہوری اس طرح دکھاتا ہے کہ بادشاہ نے

> "ممتاز الزمانی کو دو لاکھ اشرفی اور چھ لاکھ روپئے عطا کئے اور دس لاکھ روپئے سالیانہ مقرر ہوئے۔ بیگم صاحب (جہاں آرا) کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپئے سرفراز فرمائے اور چھ لاکھ روپئے سالیانہ مقرر کیا۔ (اس کے علاوہ) ممتاز محل کو مزید آٹھ لاکھ روپئے دیئے کہ وہ... دارا شکوہ ... محمد شجاع ... محمد اورنگ زیب ... مراد بخش ... لطف اللہ ...... روشن آرا بیگم اور ثریا بیگم میں تقسیم کر دیئے جائیں"

اس کے علاوہ دارا شکوہ کو ایک ہزار، محمد شجاع کو نو سو پچاس، اورنگ زیب کو پانچ سو اور مراد کو دو سو پچاس روپئے یومیہ مقرر ہوئے۔

تاریخ میں اکثر یہ منظر دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر وارثِ تخت و تاج کو تختِ سلطنت حاصل کرنے کے بعد نامساعد حالات سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ بادشاہ کے لئے یہ شب و روز بڑے صبر آزما ہوتے ہیں۔ جس نے عزم و ہمت سے حالات کا مقابلہ کیا وہی کامیاب رہا۔ شاہ جہاں کو بھی تاریخ کی اس روایت سے دو چار ہونا پڑا۔ وہ تخت حاصل کرتے ہی کئی ایک مسائل میں گھر گیا۔ ان میں سب سے اہم خان جہاں لودھی کی بغاوت تھی جس سے اس کو سب سے پہلے نمٹنا پڑا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خان جہاں لودھی نے دکن میں بغاوت کردی۔ شاہجہاں کو اس کا سر کچلنا ضروری تھا۔ چنانچہ شاہجہاں اپنی چہیتی بیوی ممتاز محل کو ساتھ لے کر برہان پور روانہ ہوگیا اور وہاں پہنچ کر قلعہ میں قیام پذیر ہوا۔ ستارۂ اقبال اوج پر تھا، خاں جہاں نے بہت جلد ہتھیار ڈال دیئے۔ اور بغاوت فرو ہوگئی۔

جاں کاہ حادثہ

شاہجہاں نے لودھی بغاوت کو فرو کرکے ابھی اطمینان کی سانس لی تھی کہ وہ زبردست سانحہ سے دوچار ہوگیا۔ برہان پور کے قلعہ میں ممتاز محل اپنی چودھویں زچگی میں انتقال کرگئی۔ ممتاز محل کی اچانک موت نے شہنشاہ سے زندگی کی ساری مسرتیں چھین لیں۔ وہ دنیا کی ہماہمی کے درمیان زندگی بھر تنہا رہا۔ بس ایک ممتاز کی یاد تھی جو اس کی مونس فرو ساز تھی شاہجہاں کی شدتِ غم کو عبدالحمید لاہوری اس طرح بیان کرتا ہے کہ "(شہنشاہ) کی داڑھی میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے لیکن اس غم کے بعد نہایت کم مدت میں (داڑھی کے) کافی بال سفید ہوگئے"[۳۳]

شاہجہاں کے انتظامیہ کی ایک جھلک

شاہجہاں نے عدل گستر شہنشاہ کی حیثیت سے حکمرانی کی۔ اس نے اپنے نجی غم کو امور سلطنت کے درمیاں حائل ہونے نہیں دیا۔ یہ صحیح ہے کہ ممتاز محل کی جدائی سے اس کا دل پارہ پارہ ہوگیا تھا۔ دنیا کی لذتوں سے اس کو کوئی علاقہ نہیں رہ گیا تھا لیکن جہاں تک عدل گستری، رعایا پروری اور نظم و نسق اور دوسرے ملکی مسائل کا تعلق ہے اس نے اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ایک بیدار مغز بادشاہ کی طرح پوری مستعدی دکھائی۔ خافی خاں لکھتا ہے:

"ملک کے بندوبست، خزانہ کی فراہمی، آبادکاری، فوج کی قدردانی اور عام فلاح و بہبود میں شاہجہاں بادشاہ سے بہتر کوئی تاجدار تخت نشین نہیں ہوا۔ ... شاہجہاں رعیت پروری اور حکام پر قابو رکھنے اور (رعیت) پر ظلم نہ کرنے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کے سلسلہ میں بے مثل بادشاہ تھا۔"[۳۴]

سید محمد علی الحسینی مولف تاریخ راحت فزا شاہجہاں کے بارے میں یوں رقم طراز ہے:

"شہاب الدین محمد خرم شاہجہاں وہ عدل گستر اور رعیت پرور بادشاہ تھا جس کے نظم وضبط اور عدل و انصاف کے باعث سچ تو یہ ہے کہ کسی کو مجالِ گفتگو نہ تھی۔ اس کی سی دور بینی اور جہانداری کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی۔ اس کے زیر سایہ رعایا آسودہ تھی۔ اس کی دادگستری اور خوردہ پروری کی وجہ سے مخلوق خدا گہوارۂ امن و اماں میں گل نوشگفتہ کی طرح نہایت سکون سے زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کی ہیبت و جلالت نے بھیڑیئے اور بکری کو اخوت کی گرہ میں باندھ دیا تھا۔"[۳۵]

شاہجہاں کے عہد میں رعیت کی خوشحالی اور علوم و فنون کی ترقی اس کے مضبوط انتظامیہ کا کھلا ثبوت ہے۔ اس کے دور کو ہر انصاف پسند مورخ نے "سنہرا دور" مانا ہے۔ حکومت کے سارے محکمے جیسے قضائت، وکالت، صدارت، انشاء، بخشی گری اور وقائع نویسی وغیرہ نہایت فرض شناس اور فعّال تھے۔ خصوصًا حکومت کا محکمۂ پرچہ نویسی یا وقائع نویسی بہت کارکرد تھا اتنے وسیع ملک کے طول و عرض میں کہیں بھی وقوع پذیر ہونے والے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کی اطلاع بادشاہ کو بروقت دی جاتی تھی۔ بادشاہ معمولی سپاہی سے لے کر سالارِ لشکر تک، عام رعایا سے لے کر امرائے عظام تک، ہر ایک کے حالات سے باخبر رہتا تھا۔ خود بھی کاروبارِ سلطنت کو پوری توجہ اور تندہی سے انجام دیتا تھا خصوصًا عدلیہ اور قانون پر سختی سے عمل کرتا تھا۔ شاہجہاں ارتکابِ جرم پر سزا کے معاملہ میں کسی رعایت کا قائل نہیں تھا۔ سزا کے وقت جرم کی سنگینی کے ساتھ عبرت کے پہلو کو بھی پیش نظر رکھتا تھا۔ منوچی MANOCCI نے ایک راشی کوتوال کا واقعہ لکھا ہے جس کو رشوت کے جرم میں عبرت ناک سزا دی گئی تھی۔[۳۶] اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہنشاہ کو اپنی رعایا سے کس درجہ محبت تھی۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مغل بادشاہوں کا فلسفۂ حکمرانی یہ تھا کہ راعی اور رعایا دونوں یکساں طور پر قانون کے پابند رہیں۔ اگر بادشاہ وقت خود قانون کا پابند ہو تو کسی ذمہ دار عہدیدار کی کیا مجال ہو سکتی ہے کہ وہ قانون شکنی کی جرأت کرے۔ اس اصول کا اصل مقصد یہ تھا کہ عام آدمی بھی خوشحال زندگی بسر کر سکے۔ اور ملک میں امن و امان قائم رہے۔ شاہجہاں کے دور میں یہ طرزِ فکر شباب پر نظر آتا ہے۔ اس عہد کو ہر مورخ نے سراہا ہے ڈاکٹر بینی پرشاد لکھتے ہیں کہ "مغلیہ حکومت بنیادی طور پر ثقافتی تھی اور اس کو معمولی آدمیوں یا عوامی جذبات کا احساس بھی تھا"[۲۷] ٹیورنیر کہتا ہے کہ "شاہجہاں اپنی رعایا پر حکمرانی، بادشاہ کی بجائے باپ کی حیثیت سے کرتا تھا"[۲۸] ڈاکٹر بنارسی پرشاد سکسینہ لکھتے ہیں کہ "وہ (شاہجہاں) کمزور سے کمزور رعایا کی شکایات سنتا تھا اور خطا کار کو خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو، سزا دینے میں کوتاہی نہ کرتا تھا"[۲۹]

بادشاہ کا محل اور دربار

شاہجہاں کا دربار شان و شوکت اور ہیبت و جلالت ہی کا مظہر نہیں بلکہ دربار اور محل دو اہم ثقافتی ادارے تھے جو عوامی زندگی کو مہذب اور شائستہ بنانے کا اہم فریضہ انجام دیتے تھے۔ عام رعایا کو زندگی کے ہر شعبہ میں سلیقہ مند بنانا، محل اور دربار کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری تھی۔ یہاں کی زبان ٹکسالی اور یہاں کی ہر حرکت معیاری اور قابل تقلید مان لی جاتی تھی۔ جو بات شاہی محل سے نکلتی تہذیب کا معیار بن کر عوام میں مقبول ہو جاتی تھی۔ اس طرح عام آدمی کی زندگی میں شائستگی، ثقافتی بلندی اور تہذیبی قدروں کی جھلک نمایاں طور پر نظر آنے لگتی۔

تہذیب و تمدن میں یہ اصول مان لیا گیا ہے کہ عوام اپنے بادشاہ کے طریقے پر چلتے ہیں ہوتا یہ تھا کہ اعیان سلطنت، امرا، روسا، جاگیردار، منصب دار اور عہدیدار ملک کے طول و عرض میں آتے جاتے رہتے تھے۔ جاگیردار اپنی جاگیروں میں مستقل یا عارضی قیام کرتے عہدیدار اپنے مستقروں پر رہتے تھے۔ یہ لوگ درباری تہذیب کے نمائندہ ہوتے تھے۔ صوبوں، ضلعوں،

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تعلقوں، پرگنوں اور چھوٹے دیہاتوں میں ان کی آمد و رفت بہت اہمیت رکھتی تھی۔ کیوں کہ یہ بڑے لوگ عوام اور اپنے درمیان درباری آداب ہی ملحوظ رکھتے تھے۔ اس طرح محل اور دربار کے آدابِ نشست و برخاست وغیرہ عوام تک پہنچ جاتے اور عوام آسانی سے محلوں کی تہذیب کو اپنا لیتے۔ اس طرح محل سے کٹیا تک رہن سہن اور تہذیب و تمدن کا ایک ہی رنگ رہتا تھا۔ شاہجہاں کے عہدِ حکومت کو قطب شاہی دور حکومت کی طرح قومی یکجہتی کا مثالی دور کہا جاسکتا ہے۔

شاہجہاں کی تفریحات اور خیموں کی زندگی

دربار اور محل کی طرح سیر و شکار دور دراز کھلے میدانوں اور جنگلوں کے تفریحی مشاغل بھی سماجی اداروں کی حیثیت رکھتے تھے مغلیہ دور حکومت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ بادشاہ زیادہ مدت تک محل میں نہیں رہتے تھے۔ بلکہ سیر و شکار اور دیگر تفریحات کے بہانے پایۂ تخت کے باہر ملک کے ہر حصہ کا دورہ کرتے تھے۔ اس شاہانہ سفر میں کئی مصلحتیں چھپی ہوئی ہوتی تھیں جیسے صوبوں، ضلعوں، تعلقوں اور پرگنوں کے علاوہ چھوٹے قریوں میں رعایا کی عام زندگی کا مطالعہ کرنا، ان سے قریبی ربط رکھنا، خود عوام کو بادشاہ سے قریب ہونے کا احساس دلانا، عوام کے دکھ درد کو سمجھنا، انتظامیہ کی کارکردگی کا جائزہ لینا، عہدیداروں کے طرزِ روش کی نگرانی کرنا ظلم و زیادتی کی روک تھام کرنا، عوام کو بہتر زندگی بسر کرنے کے امکانات کا جائزہ لینا، عام خوشحالی کو یکساں طور پر بحال رکھنا اور مستحکم بنانا وغیرہ۔

بادشاہ کی محل اور خیموں کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا۔ بادشاہ سفر نہیں کرتا تھا بلکہ ایک تہذیب متحرک رہتی تھی۔ عوام راست محلوں کی تہذیب سے آشنا ہوتے تھے اور اس کو اپناتے تھے۔ شاہجہانی دور میں دربار کے آداب کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ جس کے اثر سے سماج کا ہر طبقہ متاثر ہوتا تھا۔ مصباح الدین عبدالرحمٰن فرماتے ہیں:

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"صوفیہ کی مجلسوں میں طمطراق تو نہ تھا لیکن ان کے یہاں وہی وقار اور
جلال نظر آتا جو درباروں میں دکھائی دیتا۔۔۔۔۔۔ سماع کے آداب یہ تھے
۔۔۔۔ شرکاء دوزانو بیٹھیں، سر کو آگے جھکائے رکھیں، دائیں بائیں نہ
دیکھیں، ہاتھ اور سر کو جنبش نہ دیں ۔۔۔۔ آپس میں گفتگو نہ کریں" [۳۸]

یہ بات آج بھی سماع کے آداب میں اور نوشاہ کی نشست گاہ میں نوشاہ کے اٹھنے بیٹھنے میں دیکھنے میں آتی ہے۔

غیر سرکاری سماجی ادارے

شاہجہاں نے تیس سال حکومت کی۔ یہ دور مغلیہ حکومت کا سنہرا دور ہے۔ ملک خوشحال تھا۔ علم و حکمت، صنعت و حرفت، فن تعمیر اور آرٹ کو خوب ترقی ہوئی۔ تمدنی مسائل میں عوام اور حکومت دونوں ہم خیال تھے۔ مسجدوں، مندروں، مدرسوں پاٹھ شالاؤں، خانقاہوں اور دھرم شالاؤں کی تعمیر اور دوسرے رفاہی کاموں میں ملک کے دولتمند اور حکومت دونوں دوش بدوش تھے۔ تعلیمی مرکزوں میں طلباء کے خورد و نوش کا انتظام اور رہائش کی سہولتیں بلا معاوضہ مہیا کی جاتی تھیں۔ ان اداروں کو حکومت اور جاگیرداروں کی سرپرستی حاصل رہتی تھی۔ ان کو کارکرد بنائے رکھنے کے لئے جاگیریں اور زمینات وقف کی جاتی تھیں۔ اساتذہ کو اتنا کچھ دیا جاتا تھا کہ وہ فکرِ دنیا سے بے نیاز ہو کر درس و تدریس میں انہماک کے ساتھ مصروف رہتے تھے۔ دوسرے رفاہی کاموں جیسے خانقاہیں بنوانا، سڑکیں تعمیر کرنا، راستوں پر دونوں طرف درخت لگوانا، کنویں کھدوانا، سرائیں تعمیر کروانا وغیرہ میں بھی حکومت اور صاحبان ثروت کا تعاون و اشتراک رہتا۔ علوم و فنون کی ترقی کا بنیادی سبب یہ تھا کہ امراء اور رؤسا بھی بادشاہ کی طرح علوم و فنون کی سرپرستی کرتے تھے۔ شاہجہاں بجائے خود علوم و فنون کا دلدادہ تھا، ساتھ ہی فراخ دل اور کشادہ دست تھا۔ اس کی شاہانہ نوازشوں سے اہل علم و فن کے حوصلے بڑھتے تھے۔ اس کے عہد میں دینیات، فلسفہ، ریاضی، نجوم،

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

زبان وادب، شاعری، فنون حرب وضرب، مصوری، موسیقی اور سب سے بڑھ کر فن تعمیر کو خوب ترقی ہوئی۔ اس دور میں ان علوم وفنون کے ماہرین کی بڑی تعداد ملتی ہے۔

سعد اللہ خان، افضل خان، راجہ جے سنگھ بڑے دانشور سمجھے جاتے تھے۔ علی مردان خاں استاد عیسیٰ، استاد احمد کا فن تعمیر میں جواب نہ تھا۔ عبدالحمید لاہوری، وارث، محمد صالح اعلیٰ درجہ کے انشا پرداز تھے۔ کاشی، کلیم اللہ، پرکاش، چندر بھان، صائب، طالب اور قدسی صفِ اول کے شاعر تھے۔ منیر، وزیر خاں، سندر داس، گوئندا چاریہ فارسی اور ہندی تراجم کے ماہر تھے فقیر اللہ خاں، میر ہاشم مصوری میں رشکِ مانی وبہزاد سمجھے جاتے تھے۔ محمد مراد، آقائے شیدائی میر صالح، محمد مومن، کفایت خاں فن خطاطی میں عماد وقت تھے۔ فتح اللہ شیرازی، حکیم سدرہ مومنائے شیرازی، جگ جیون، رکنا کاشی مسیح دوراں تھے۔ ملا فرید یگانہ روزگار جوتش تھا۔ عطاء اللہ اپنے وقت کا اقلیدس اور مہندس تھا۔ مولانا محمود جونپوری، مولانا محمد یعقوب لاہوری، شمس الدین خلجانی بہت بڑے ریاضی داں تھے۔ لعل خاں، جگناتھ، سکھ سین اور سور سین اپنے زمانہ کے تان سین اور بیجو باورا تھے۔[۴۱]

خیر خیرات اور داد ودہش

شاہجہاں کے دور میں ایک اور بات جو نمایاں طور پر نظر آتی ہے وہ مختلف تقریبوں اور جشنوں وغیرہ کی کثرت ہے۔ محلوں میں سال بھر کوئی نہ کوئی تقریب ہوتی ہی رہتی تھی جس میں دل کھول کر داد ودہش کی جاتی۔ سالگرہ کا جشن، تخت نشینی کا جشن شادی کی تقریب، بسم اللہ کی تقریب، غسل صحت، عید بقرعید، نوروز کے علاوہ بسنت، ہولی اور دیوالی کے ساتھ ساتھ غموں کی تقریبات جیسے برسی وغیرہ ایسے مواقع تھے جن میں غیر معمولی داد ودہش کی جاتی تھی۔ ان تقریبوں میں بادشاہ دل کھول کر روپیہ خرچ کرتا تھا۔ اس کے نوازنے کا ایک اور انداز بھی تھا۔ اگر کسی کی کوئی بات پسند خاطر ہوتی تو اس کا دامن موتیوں سے بھر دیتا۔ اگر کوئی ناگوار واقعہ ہوتا تو فوراً صدقہ اتارا جاتا اور وہ سب غریبوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

شاہجہاں نے مے نوشی سے توبہ کی تو اس نے سارے "طلائی و نقرئی قیمتی جام توڑوا کر غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم کروا دیئے" ایک مرتبہ شہزادگی کے زمانہ میں اورنگ زیب ہاتھی سے بھڑ گیا۔ کامیاب پلٹا تو شاہجہاں نے شہزادے کی جان کی سلامتی کے لیے اس کو سونے میں تولنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں وہ سونا غریبوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ قحط سالی یا وبا وغیرہ سے ملک کا کوئی حصہ دوچار ہو جاتا تو بادشاہ کی امداد بے اندازہ ہو جاتی۔ دکن میں ۱۰۴۰ھ میں سخت قحط پڑا۔ خشک سالی کا یہ عالم تھا کہ:

"دستی کہ پیوستہ بہ انعام دراز بودی جز بگدیہ طعام نکشودی......

مدتی گوشت سگ بجائے گوشت بز و استخوان آہن کردئی اموات را بہ آرد

آمیختہ بفروخت رفت......گوشت فرزند را شیریں تر از مہر

او دانستند۔"[۴۳]

شاہجہاں نے رعایا کی حالت زار دیکھ کر ہر طرف لنگر خانے کھلوا دیئے۔ برہان پور اور احمد آباد کے متصدیوں کو حکم دیا کہ قحط زدوں کی توجہ کے ساتھ خبر گیری کریں۔ ان کے قیام و طعام کا معقول انتظام کیا جائے۔ ہر دوشنبہ کو جو جلوس کا دن ہے ۵ ہزار روپئے غریبوں میں تقسیم کئے جائیں۔

عبدالحمید لاہوری بیان کرتا ہے کہ عہد شاہجہانی میں جس قدر روپیہ مہمان داری پر صرف ہوا ہے اس کا ایک چوتھائی کسی عہد میں خرچ نہیں ہوا۔ وہ ۱۰۳۷ھ سے ۱۰۵۷ھ تک بیس سال کے اخراجات کے ابواب انعامی کے بارے میں یوں رقمطراز ہے کہ:

۹۵۰,۰۰,۰۰۰

"از آغاز سریرآرائی بادشاہ......تا ایں وقت مبلغ نہ کرور پنجاہ لک روپیہ از نقد و جنس قریب بہ نصف نقد و بیش از نصف جنس انعام شدہ"[۴۴]

وہ آگے چل کر لکھتا ہے کہ عمارتوں پر ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ صرف کئے گئے۔ ان عمارتوں میں سیرگاہیں، باغات کی عمارتیں، شکارگاہیں وغیرہ شامل ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں بنائی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

گئیں۔ صرف دارالخلافہ میں تعمیر ہونے والی عمارتوں پر ایک کروڑ دس لاکھ روپئے خرچ ہوئے۔

شاہجہاں کا خزانہ

"ایک مدّت میں اتنے بھاری خرچ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت کا موازنہ کیا ہوگا۔ اس کے باوجود شاہی خزانے دولت سے چھلک رہے تھے خافی خاں لکھتا ہے:

"ملک کے بندوبست..... آبادکاری، فوج کی قدر دانی اور عام فلاح وبہبود میں شاہجہاں بادشاہ سے بہتر کوئی تاجدار تخت نشین نہیں ہوا۔ اس عہد میں سلطنت کے لازمی اور ضروری اخراجات کے علاوہ شاہجہاں آباد کی عمارتوں پر کافی خرچ ہوا۔ ایلچیوں اور سفرا کو بھاری انعام دیئے گئے سالے ۲۴۰۰۰۰۰۰۰ اخراجات کے باوجود شاہی خزانہ میں چوبیس کروڑ اس کے علاوہ اشرفی غیر مسکوک سونا چاندی، طلائی ونقرئی برتن، جواہرات کوئی پندرہ سولہ کروڑ ہوں گے"۔ [۴۶]

شاہجہاں کے شب و روز

شاہجہاں نے بڑی مصروف زندگی بسر کی۔ اس کے شب و روز کے تفصیلی معمولات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مطلق العنان شہنشاہ نے اپنے شب و روز کو تقسیم کر رکھا تھا جس پر وہ سختی سے پابند تھا۔

وہ پچھلے پہر سے کچھ پہلے نیند سے بیدار ہوتا، وضو کر کے سیدھے مسجد چلا جاتا، نماز صبح کا وقت ہونے تک نوافل ادا کرتا۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر کچھ دیر وظائف و اوراد میں مشغول رہتا۔ صبح کی ابتدائی ساعتوں میں مسجد سے اٹھ کر جمنا کے کنارے والے جھروکے میں آجاتا۔ رعایا کو درشن دیتا۔ اس وقت عام آدمی بادشاہ کے حضور اپنی درخواست راست پیش کر سکتا تھا۔ کسی حاجب، چاوش یا سپاہی کی مجال نہ تھی کہ درخواست گزار کو بادشاہ کے سامنے آنے سے روکے۔ عبدالحمید لکھتا ہے:

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"از وضع ایں طرز ...... اکثر بندہا بے مزاحم و مانع در میدانی .....

دم گرفتگاں و جورکشیدگاں مقاصد خود را معروض دارند"[47]

بقول بنارسی پرشاد سکسینہ "یہ وسوسہ ہو سکتا ہے کہ وہ (عوام) ایسے احکام بالادست کی دشمنی مول لے سکتا ہے جو بذاتیہ انتقام جو، بدکار اور انتظام میں ذخیل ہو لیکن جہاں تک شاہجہاں کا سوال ہے یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ وہ کمزور سے کمزور رعایا کی شکایت سنتا تھا اور خطاکار کو خواہ وہ کتنا ہی بلند پایہ افسر کیوں نہ ہو سزا دینے میں کوتاہی نہیں کرتا تھا"[48] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہجہاں کو اپنی رعایا سے کس درجہ پیار تھا اور وہ ان کے دکھ درد کو سننے اور اس کے مداوے کے لئے کتنا بے چین رہتا تھا۔

رعایا کو درشن دینے کے بعد فوجی دستوں کا معائنہ کرتا۔ کبھی کبھی ہاتھیوں کی لڑائی دیکھتا جھروکے سے نکل کر دیوان عام میں آتا یہاں مملکت کے عام مسائل جیسے رعایا کی درخواستوں اور منصب داروں کے معروضوں کو دیکھتا اور تجویزیں کرتا۔ دیوان عام میں علماء، فضلاء، اور شہر کے سربرآوردہ لوگوں کو شرف باریابی بخشتا۔ یہیں میر بخشی اور میر ساماں شاہی عمارتوں کی تعمیر و ترمیم کے کاغذات پیش کر کے منظوریاں لیتے تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ دیوان خاص میں آتا۔ یہاں حکومت کے سیاسی اور انتظامی مسائل طے ہوتے۔ یہاں سے اٹھ کر وہ شاہ برج چلا جاتا۔ شاہ برج بہت اہم مقام تھا۔ راز کی کارروائیاں اور زیر بحث نازک مسائل یہیں حل کئے جاتے۔ یہاں صرف معتمد علیہ شہزادوں اور وفا آزمودہ اعیان مملکت ہی کو بلوایا جاتا تھا۔ راز کے امور سے فارغ ہونے تک نماز ظہر کا وقت آ جاتا۔ شاہ برج سے اٹھ کر وہ محل سرا میں آتا اور یہیں نماز ظہر ادا کرتا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اب کہیں جا کر تاجدار سلطنت مغلیہ خاصہ ملاحظہ کرتا۔ خاصہ سے فارغ ہو کر قیلولہ کرتا۔ قیلولے سے بیدار ہونے تک درباری شاعر طالب عاملی کی بہن ممتاز محل کی مصاحب خاص ستی النسا فقرا اور مساکین، غربا اور مستحقین کی درخواستوں کی فہرست مرتب کر کے تیار رکھتی۔ بادشاہ جونہی بیدار ہوتا۔ یہ فہرست پیش کر دی جاتی بادشاہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

حسب استحقاق سب کو نوازتا۔ ان درخواستوں میں ایسی عرضداشتیں بھی ہوتیں جن میں ناکتخدا غریب لڑکیوں کی شادی کروادینے کی استدعا ہوتی۔ بادشاہ کبھی تو ضروری جہیز اور ساز و سامان کا انتظام کروادیتا اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ محل ہی میں شادی کی رسم انجام پاتی۔ دولہا دُلہن کو محل سے رخصت کیا جاتا۔ نماز عصر تک اس داد و دہش کا سلسلہ جاری رہتا۔ نماز عصر سے فارغ ہونے کے بعد بادشاہ کچھ دیر تفریحات سے دل بہلاتا، کبھی ہرنوں کی لڑائی دیکھتا، کبھی کچھ دیر گانا سن لیتا۔ نماز مغرب و عشاء باجماعت ادا کرتا۔ اس کے بعد وہ حرم سرا میں چلا جاتا۔ حرم سرا میں جانے سے پہلے معلوم کرلیتا کہ آج کی کارروائیوں میں کوئی کارروائی تصفیہ طلب تو نہیں رہ گئی ہے۔ اگر کوئی کارروائی ادھوری رہ جاتی تو اسے پورا کر دینے کے لئے میر بخشی اور وزیر کل طلب کر لیے جاتے۔ اس دن کا کام اسی دن ختم کر دیا جاتا۔ عبدالحمید کا بیان ہے کہ " از دولت خانہ خاص بشاہ برج تشریف می فرمایند اگر کاری در دولت خانہ خاص انجام نہ یافتہ باشد وزیر کل و بخشیاں را طلب فرمودہ انجام رسانید"۔[۴۹]

شاہجہاں آج کا کام کل پر ٹالنے کا روادار نہیں تھا بلکہ وہ " کار فردا امروز ساختہ" جب یقین کر لیتا کہ آج کی کوئی کارروائی تصفیہ طلب نہیں رہ گئی ہے تو اب وہ محل سرا میں داخل ہوتا۔ رات کے خاصہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر خاتون گائکوں سے گانے کا لطف اٹھاتا۔ اس کے بعد خواب گاہ میں چلا جاتا۔ پردے چھوڑ دیئے جاتے۔ خواب گاہ سے باہر مختلف علوم و فنون کے یگانہ روزگار علماء اور ماہرین حاضر رہتے۔ دس بجے شب تک علمی مذاکرے، تاریخی واقعات، بزرگوں کی سیرت، بادشاہوں کی سوانح عمریاں اور فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے جن کو بادشا خواب گاہ کے اندر ہی سے سماعت کرتا۔ اس کے بعد کامل تخلیہ ہو جاتا وہ مقررہ وقت تک سو جاتا۔ کاروبارِ سلطنت کی انجام دہی کے تعلق سے شاہجہاں کے بیان کو لاہوری اس طرح لکھتا ہے:

"اوقاتی کہ بداد گستری و خلق پروری و انجام مہام جہانیاں و قضائے حوائج محتاجان... واندوختن اسباب رضائے الٰہی و ادائی حق نعمت

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بادشاہی بسر تواں برد۔ حیف باشد کہ بساں کوتاہ بینیاں وتن پروراں حق ناشناس بخواب غفلت معروف گردانیدہ شود"۔[49]

شاہجہاں کا مزاج اور ذوق

شاہجہاں نہایت نفاست پسند، شائستہ دماغ اور نازک مزاج شہنشاہ تھا۔ اپنے استعمال کی چیزوں کو کسی کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا خود بھی دوسروں کی چیزوں کو ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ کبھی خود کسی دوسرے کی چیز کو چھولیتا تو فوراً ہاتھ دھولیتا تھا۔[50] وہ بات چیت میں خوش گفتار، میل جول میں نرم مزاج بادشاہ تھا۔ اس نے کسی کے لئے لفظ " تو" استعمال نہیں کیا چاہے کتنے ہی سفلے آدمی سے خطاب کیا ہو۔[51] طبیعت مرنجان مرنج تھی۔ نہایت خوش پوش تھا۔ لباس ہمیشہ معطر رہتا تھا۔ جواہرات کا بے حد دلدادہ تھا، عطریات کا بہت شوقین تھا، شان وشوکت پسند تھی، ہر طرف اس کا اظہار کرتا رہتا تھا۔ تخت طاؤس اس کے اسی جذبہ کی تسکین کی یادگار ہے۔ نئی نئی عمارتیں بنوانا اس کا محبوب ترین مشغلہ ہی نہیں تھا بلکہ فن تعمیر سے اسے عشق تھا۔ فنون لطیفہ سے بھی اسے خاصی دلچسپی تھی۔ تخت طاؤس اس کے جمالیاتی ذوق اور سطوت وجلالت کا بہترین مظہر ہے۔ اس نے تخت طاؤس کی تیاری میں شخصی دلچسپی لی اور جواہرات کا خود انتخاب کیا۔

تختِ طاؤس

شاہجہاں شان وشوکت کا دلدادہ تھا۔ اسی کے ساتھ دربار کی ایسی تزئین جو شاہانہ ہیبت کی ترجمان ہو مغلیہ انتظامیہ کا ایک جز تھی۔ شاہجہاں نے دربار کی آرائش و زیبائش پر بے دریغ روپیہ صرف کیا۔ دیوان عام اور دیوان خاص کی زیب وزینت میں تختِ طاؤس بہت اہم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہاں نے غالباً شہزادگی کے زمانہ ہی میں دربار کے تخت کو پر شوکت بنانے کا کوئی خاکہ بنا لیا ہو کیونکہ اس فنکار شہنشاہ ARTIST EMPEROR نے اپنے جلوس کے پہلے ہی سال تخت طاؤس کی تیاری کا حکم دیا تھا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

شاہجہاں نے سب سے پہلے بیرونی خزانچی کو اپنی تحویل کے جواہرات پیش کرنے کا حکم دیا ان جواہرات میں خاصہ کے جواہرات شامل نہیں ہیں۔ پھر ان میں سے (۸۶،۰۰،۰۰۰) چھیاسی لاکھ جواہرات کے دانے خود منتخب کئے جن کا وزن (۵۰،۰۰۰) مثقال تھا (ایک مثقال ۵ ماشہ کا ہوتا ہے اس لحاظ سے جواہرات کا کل وزن ۶ من ۲۰ سیر ۶ چھٹانک ۳ تولے ۴ ماشہ تھا) شاہجہاں نے جواہرات کے انتخاب کے بعد زرگر خانہ شاہی کے مہتمم بے بدل خاں کو طلب کر کے تخت طاؤس تیار کروانے کا حکم دیا۔ بے بدل خاں کو یہ بھی ہدایت تھی کہ ان منتخب جواہرات کو ایک لاکھ تولہ سونے میں سجایا جائے۔ (۸۰ تولہ کا ایک سیر ہوتا ہے اس حساب سے ایک لاکھ تولہ سونے کا وزن ۳۱½ من ہوتا ہے جس کی قیمت ۱۴ لاکھ روپئے تھی) شاہجہاں کے عہد میں سونے کا بھاؤ ۱۴ روپے فی تولہ تھا۔

تخت طاؤس مثمنی (۸ ضلعوں والا) تھا۔ اس کے ابعاد ۳½ × ۲½ × ۵ گز تھے۔ اس میں (۱۰۸) لعل اور (۱۶۰) زمرد جڑے گئے تھے۔ تخت کو چھ پاؤں پر استادہ کیا گیا تھا۔ پائے ٹھوس سونے کے تھے۔ پایوں کو بے شمار یاقوت، زمرد اور ہیروں وغیرہ سے بڑی فنکارانہ صناعی اور انتہائی نفاست سے مزین کیا گیا تھا۔ تکیہ گاہ کے درمیان ستارے کی شکل کا بڑا ہیرا لگایا گیا تھا۔ جس کی چمک دمک دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔ تخت طاؤس کی چھت گنبد نما تھی جس کو لعل، یاقوت، الماس اور دوسرے قیمتی جواہرات سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس میں مروارید کی نہایت نازک اور خوبصورت جھالر لگائی گئی تھی۔ اس میں شاہی اسلحہ گرز، شمشیر، تیر کمان وغیرہ بڑے حسن سے آویزاں کئے گئے تھے۔ یہ اسلحہ مروارید کی جھالر کا اہم جز دکھائی دیتے تھے۔ یہ جھالر ۱۲ زمردیں ستونوں اور جڑاؤ محرابوں پر قائم تھی۔ درمیانی محراب میں ایک سونے کا درخت رکھا گیا تھا جس میں لعل، یاقوت اور زمرد کے پھول پتے اس خوبی سے تراشے اور جوڑے گئے تھے کہ اصلی پھول پتوں کا گمان ہوتا تھا۔ تخت میں دو طاؤس کھڑے کئے گئے تھے۔ ان کی دُم پھیلی ہوئی تھی جیسے مور ناچ رہے ہوں۔ طاؤس کی دُموں میں نیلم، زمرد، فیروزہ اور دوسرے قیمتی پتھر۔ یوں جڑے گئے تھے کہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پر دل پر اصلیت کا یقین ہونے لگتا تھا۔ ان کی چونچوں میں موتیوں کی تسبیح تھی۔ سینوں میں لعل جڑے تھے۔ جن کے اطراف موتیوں کے حلقے تھے۔ گلوں میں موتیوں کی مالائیں تھیں۔ تخت کے زینے سونے کے تھے جن میں سلیقہ مندی کے ساتھ جواہرات لگائے گئے تھے۔ اس تخت کی تیاری میں سات سال صرف ہوئے۔ [۵۲]

منشی ذکاء اللہ کہتے ہیں کہ شاہجہاں ۳۰ رمضان ۱۰۴۴ھ م ۲ فروری ۱۶۳۴ء کو کشمیر سے آگرہ پہنچا تخت طاؤس تیار ہو چکا تھا۔ چونکہ آگرہ میں داخل ہونے کی تاریخ نجومیوں نے یکم شوال مقرر کی تھی اس لئے جمنا کے کنارے جشن کا اہتمام کیا گیا۔ شاہجہاں یہیں پہلی مرتبہ تخت طاؤس پر بیٹھا۔ شعراء نے اس جشن کے موقع پر تاریخیں نکالیں۔ بے بدل خاں نے (۱۳۴) شعر کا قصیدۂ تاریخ پڑھا جس کے ابتدائی ۱۲ شعروں کے ہر مصرعہ سے تاریخ نکلتی تھی، اس کے صلہ میں دُہرا انعام پایا۔ ایک انعام قصیدہ کے صلہ میں دوسرا انعام اس حوصلہ افزائی کا تھا جو تخت طاؤس کی تیاری میں اس نے اپنی اعلیٰ صلاحیت کا مظاہرہ کیا تھا۔ تخت طاؤس کی تیاری بے شک بے بدل خاں کا بے بدل کارنامہ تھا۔ اس نے شاہجہاں کے تخیل کو مادی پیکر میں ڈھال دیا تھا۔ اس صلہ میں اس کے وزن کے برابر سونا دیا گیا۔ بے بدل خاں نے قصیدہ بھی کہا تھا جو مفقود ہے۔ اس کے علاوہ قدسی نے بھی (۲۰) شعروں کا قطعۂ تاریخ کہا۔ بادشاہ نامہ میں لاہوری نے ان اشعار کو خاص طور پر جگہ دی ہے۔ اس قطعہ کا مطلع اور آخری شعر یہ ہے

زہے فرخندہ تخت بادشاہی ؛ کہ شد ساماں بتائید الٰہی
چو تاریخش زباں پرسید از دل ؛ بگفت اورنگ شاہنشاہ عادل [۵۳]

• "سریر ہمایوں صاحب قرانی" سے بھی تاریخ نکلتی ہے (۱۰۴۴ھ)

تخت طاؤس کی تفصیل بادشاہ نامہ اور عمل صالح کے مولفین کے علاوہ برنیئر منوچی سے ٹیورنیئر وغیرہ نے بھی دی ہے۔ مختلف مورخین نے اس کی قیمت کے مختلف اندازے قائم کئے ہیں کسی نے ایک کروڑ گیارہ لاکھ لکھی ہے کسی نے دو کروڑ ساٹھ لاکھ کا اندازہ لگایا ہے۔ مسٹر بال نے ایک کروڑ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پچاس لاکھ قیمت قرار دی ہے۔ مارسڈن چھ کروڑ پچاس لاکھ بتاتا ہے اور حالیہ مورخین کا تخمینہ آٹھ کروڑ ہے۔ [۵۴]

ذوقِ تعمیر شاہجہاں طبعاً آرکیٹیکٹ بادشاہ تھا۔ فنِ تعمیر سے اسے عشق تھا۔ اس ذوق کا اظہار بچپن ہی سے ہو رہا تھا۔ ابھی پندرہ سال کا تھا کہ جہانگیر کے ساتھ کابل گیا (۱۰۱۵ھ ۱۶۰۷ء) جہانگیر نے اس کے قیام کا انتظام "ارتاہ باغ" میں کروایا۔ شاہجہاں کو یہ قیام گاہ پسند نہیں آئی۔ اس نے باغ کی عمارتوں کو اپنی مرضی کے مطابق بنوالیا۔ بادشاہ نے جب دیکھا تو شاہجہاں کے ذوق تعمیر سے بے حد متاثر ہوا۔ اظہارِ مسرت میں شہزادے کو سونے میں تلوا کر سارا سونا غریبوں میں تقسیم کروادیا۔ [۵۵]

شاہجہاں نے اپنے دورِ حکومت میں یادگار عمارتیں تعمیر کروائیں۔ آج بھی اجمیر، گوالیار، کشمیر، کابل، لاہور، فیض آباد، دہلی اور آگرہ میں اس کی بنوائی یادگار عمارتیں اس کے بلند ذوقِ تعمیر کی کہانی سنا رہی ہیں۔

شاہجہاں کو سنگ مرمر بے حد پسند تھا۔ اس نے اس پتھر کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ موتی مسجد، دیوان عام، دیوان خاص، لاہور کی عمارتیں اور سب سے بڑھ کر تاج محل مرمر کے استعمال کی زندہ یادگاریں ہیں۔ مورخین اس کے عہد کو سنگ مرمر کا عہد کہنے لگے۔

شاہجہاں کے اس فطری ذوق کے زندہ مظاہر آج بھی ہر صاحب نظر کو حیران کر رہے ہیں۔ دیوان عام، دیوان خاص، مثمن برج، شیش محل، نگینہ مسجد اور موتی مسجد دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ بہشتی نے "ان کو...... فرش زمین پر رکھ دیا ہے۔ [۵۶] اہل نظر جب تاج محل دیکھتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں:

اگر فردوس بر روئے زمیں است   ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

تاج محل شاہجہاں کے ذوقِ تعمیر کا نقطۂ عروج ہے۔ جس کا تفصیلی مطالعہ ہم آئندہ ابواب میں کریں گے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

شاہجہاں کی بیماری اور قید

"امور مملکت خویش خسرواں دانند"۔ پتہ نہیں کاروبارِ سلطنت میں کیوں باپ بیٹے کو قید یا قتل کر دیتا ہے بیٹا باپ کو قید یا قتل کر دیتا ہے شاہجہاں ۱۰۶۷ھ میں بیمار ہوا۔ مدعیان سلطنت اس مرض کو مرض الموت سمجھ بیٹھے۔ آپس میں کشمکش شروع ہوگئی۔ شاہجہاں کو بیماری سے افاقہ ہوگیا۔ اس نے غسل صحت بھی کر لیا لیکن بھائیوں کے اختلافات نے صورت حال کو سنگین بنا دیا۔ اورنگ زیب کو کامیابی ہوئی اس نے راستہ کے سارے کانٹے ہٹا دیئے۔ یہاں تک کہ باپ کو قید کر کے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ مورخین کا کہنا ہے کہ قید بہت سخت تھی ہر چیز مہر توڑ کر دی گئی تھی۔ قیدی کو خط لکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس زمانہ میں سید محمد قنوجی اور نیک سیرت بیٹی جہاں آرا اس کے مونس و غمخوار تھے۔ آخر وقت تک یہی دو شخصیتیں شاہجہاں کے دکھ درد کی ساتھی بنی رہیں۔

شاہجہاں کی وفات اور تدفین

موت سے کس کو رستگاری ہے۔ شاہجہاں ۱۱ رجب ۱۰۷۶ھ کو سخت پیچش میں مبتلا ہوا۔ شاہی اطبا نے علاج میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی لیکن کوئی دوا کارگر نہیں ہوئی۔ مرض نے نازک صورت اختیار کر لی۔ رزق اللہ کے تیل کی مالش نے الٹا اثر دکھایا۔ پیشاب اچانک بند ہوگیا۔ طبیبوں نے ہاتھ چھوڑ دیا۔ جب رزق اللہ کے تیل کی مالش کا الٹا اثر ہوا تو شاہجہاں سمجھ گیا کہ یہ مرض الموت ہے۔ اس نے ہوش و حواس کے ساتھ سفر آخرت کی تیاری شروع کی۔ اپنی بڑی بیٹی جہاں آرا کو پاس بلایا۔ وصیتیں کیں۔ پرہنر بیگم (جہاں آرا کی سوتیلی بہن) کے بارے میں خاص تاکید کی۔ تجہیز و تکفین کا سامان خود ترتیب دے لیا۔

شاہجہاں نے زندگی کے آخری پانچ دن بڑی بے چینی سے گزارے۔ پیشاب بند ہو جانے کی وجہ سے تکلیف ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ شب معراج یعنی ۲۶ رجب ۱۰۷۶ھ کو آخری سانس لی۔ اس وقت قرآن مجید کی آیت "رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً"

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

زبان پر تھی اور نگاہیں تاج محل پر جمی ہوئی تھیں [57]۔ شاہجہاں نے کل ۷۶ سال ۳ ماہ ۲۵ دن اس دارِ فانی میں رہ کر سفرِ آخرت اختیار کیا۔ تدفین کے موقعہ پر " اراکین دولت اور معززین اکبرآباد علماء، فضلاء و ارباب ورع و تقویٰ برہنہ سر و پا نعش کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے مدفن تک پہنچے"۔ [58]

عالمگیر نامہ کے مؤلف نے تجہیز و تکفین کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ:

" اس حادثہ کے بعد ملکہ جہاں آرا بیگم کے اشارے سے " رعدانداز خاں" قلعہ دار اور " خواجہ پھول"، غسل خانہ میں حاضر ہوئے، قلعہ کے دروازوں کی کھڑکیاں کھولی گئیں اور سید محمد قنوجی اور قاضی قربان (قاضی القضاۃ) اکبرآباد تجہیز و تکفین کے لئے بلائے گئے...... ملکہ جہاں آرا بیگم کے ارشاد کے مطابق یہ دونوں بزرگ مثمن برج سے جہاں بادشاہ کا انتقال ہوا تھا نعش کو قریب کے ایوان میں لے گئے اور غسل دیا...... میت کو صندل کے صندوق میں بند کیا اور برج کے نشیب کے دروازے کو، جو بند تھا، کھول کر بہ آئینِ شائستہ باہر نکالا...... ہوشدار خاں صوبہ دار آگرہ مع اراکین سلطنت علی الصباح جنازے کو دریا کے کنارے لائے اور وہاں سے روضہ کے اندر ممتاز زمانی کے مزار کے قریب رکھا، سیّد محمد اور قاضی قربان اور دیگر ہمراہیوں نے...... نمازِ جنازہ پڑھی اور نعش کو گنبد کے اندر دفن کیا"۔ [59]

شاہجہاں کا سراپا اور کردار

عہد شاہجہانی کے مورخین عبدالحمید لاہوری اور محمد صالح کمبوہ نہ صرف مورخ تھے بلکہ اعلیٰ پائے کے انشا پرداز بھی تھے۔ یہ لوگ مخصوص طرزِ انشا کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ انھوں نے شاہجہاں کا سراپا بیان کرنے میں سارا زورِ قلم صرف کر دیا ہے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۳۰ MOGHAL IMPIRE IN INDIA

۳۱ عمل صالح ص ۱۶۳

۳۲ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۹۶، ۹۷

۳۳ ایضاً ج ۱ ص ۳۸۸

۳۴ منتخب اللباب مترجم ص ۳۰۹

۳۵ تاریخ راحت فزا ص ۴۲، ۴۳

۳۶ فسانہ سلطنت مغلیہ مترجم ص ۱۸۰

۳۷ تاریخ شاہجہاں ص ۲۳۶

۳۸ ایضاً

۳۹ ایضاً

۴۰ ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے ص ۸۷

۴۱ تاریخ شاہجہاں مترجم ص ۲۱۸ تا ۲۳۳

۴۲ ایضاً ص ۵۰

۴۳ بادشاہ نامہ ج ۲ ص ۳۶۲

۴۴ بادشاہ نامہ ج ۲ ص ۷۱۳

۴۵ ایضاً ج ۲ ص ۷۱۴

۴۶ منتخب اللباب مترجم ص ۳۰۹

۴۷ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۵

۴۸ تاریخ شاہجہاں مترجم ص ۲۱۲

۴۹ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۱۵۳، ۱۵۴

۵۰ عمل صالح ص ۲۳۲

۵۱ تاریخ شاہجہاں ص ۲۱۱

۵۲ تاریخ تخت طاؤس

۵۳ بادشانامہ ج ۱ ص ۷۸، ۸۲

۵۴ تاریخ طاؤس ص ۱۵۱

۵۵ تاریخ شاہجہاں ص ۴۶

۵۶ تاریخ تاج محل ص ۲۹

۵۶/۱ یہ شعر در اصل دیوان خاص کیلئے لکھا گیا ہے

۵۷ عمل صالح ص ۷۷۵ تا ۷۸۲

تاریخ تاج محل ص ۹۵

۵۸ تاریخ تاج محل ص ۹۵

۵۹ ایضاً ص ۹۵، ۹۶

۶۰ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۱۲۹

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ممتاز محل

ارجمند بانو بیگم ارجمند بانو بیگم، اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ طہرانی کی پوتی، نورجہاں کی بھتیجی اور یمین الدولہ آصف خاں کی بیٹی تھی۔ اس کی ماں دیوان جی بیگم ایران کے بہت بڑے گھرانے کی خاتون تھی۔ ارجمند بانو بیگم تاریخ میں ممتاز محل، مہد علیا، ممتاز الزمانی، قدسیہ بیگم اور عالیہ بیگم کے ناموں سے معروف ہے۔ سب سے زیادہ مشہور نام ممتاز محل ہے۔[1]

ممتاز محل کا سنِ ولادت ممتاز محل کے سن ولادت سے متعلق مورخین کے درمیان تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے اس کی تاریخ پیدائش ۱۰۰۳ھ لکھی ہے[2] اور کسی نے ۱۰۰۱ھ بتائی ہے لیکن شادی کے وقت اس کی عمر اور سنہ سے متعلق سب مورخین کا اتفاق ہے۔ ممتاز محل کی شادی ۹ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ کو ہوئی۔ اس وقت محمد صالح کمبوہ کے بموجب "عمر شریف آن ملکہ دہر درمہیں بانوے عصر نوزدہ[19] سال ہفت[7] ماہ بست و پنج[25] روز منقضی شدہ"[3]

اگر ۹ ربیع الاول ۱۰۲۱ھ میں سے ۱۹ سال ۷ ماہ ۲۵ روز منہا کر دیئے جائیں تو ممتاز محل کی تاریخ ولادت ۱۴ رجب ۱۰۰۱ھ قرار پاتی ہے۔ بادشاہ نامہ کے مؤلف عبدالحمید لاہوری نے یہی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سنہ ولادت لکھا ہے۔[4]

ممتاز محل کا خاندان

ممتاز محل بہت اونچے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانے کی چشم و چراغ تھی۔ اس کا پردادا، خواجہ محمد شریف ایران کے صوبہ خراسان کے حکمران بیگلار بیگ کا وزیر تھا۔[5] اور دادا اعتماد الدولہ مرزا غیاث بیگ اکبر اعظم کے عہد میں " دیوان بیوتات" اور جہانگیر کے دورِ حکومت میں مغلیہ سلطنت کا وزیر اعظم تھا۔ ممتاز محل کا باپ یمین الدولہ آصف خاں مرزا ابوالحسن، جہانگیر کے زمانہ میں مختلف کلیدی عہدوں پر فائز رہا اور باپ کے انتقال کے بعد اس کی جگہ وزارت عظمیٰ کے عہدے سے ممتاز کیا گیا۔ ممتاز محل کی دادی عصمت بیگم پڑھی لکھی ذہین خاتون تھی۔ یہی خاتون " عطر جہانگیری" کی موجد ہے۔ جہانگیر نے اس عطر کے بارے میں اپنی تزک میں لکھا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ ہتھیلی پر مل لیا جائے تو سارا ماحول خوشبو سے مہک اٹھے اور یوں محسوس ہو کہ گلاب کی بے حساب کلیاں ایک دم کھل اٹھی ہیں۔[6]

ممتاز محل کے دو چچا اعتقاد خاں اور ابراہیم خاں سلطنتِ مغلیہ کے ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے۔ اسی طرح اس کے خاندان کے بہت سے افراد اپنی اعلیٰ صلاحیتوں اور سلطنت کے وفادار ہونے کی بناء پر اعلیٰ عہدوں پر کارگزار رہے۔۔۔

ممتاز محل کی ماں دیوان جی بیگم خواجہ غیاث الدین علی قزوینی کی دختر تھی۔ خواجہ غیاث الدین علی عہد اکبری میں بخشی گری کے باوقار عہدے پر مامور تھا اور شہنشاہ اکبر کے معتمد علیہ لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اکبر جیسا مردم شناس شہنشاہ خواجہ کی انتظامی صلاحیتوں اور تدبر و سیاست کا معترف تھا۔ ایک موقعہ پر جب مالوے اور گجرات کے حالات خراب ہوئے تو اکبر نے وہاں کے حالات کی اصلاح اور درستگی کے لئے خواجہ غیاث کا انتخاب کیا۔ خواجہ نے وہاں پہنچ کر بہت جلد حسن تدبیر سے سارے حالات ٹھیک کر دیئے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

جس طرح اعتماد الدولہ کا باپ حاکم خراسان کا وزیر تھا اسی طرح خواجہ غیاث الدین علی کا باپ ملا آقائی طہماسپ صفوی کا مصاحب خاص تھا۔ اس کے دو لڑکے بدیع الزماں اور مرزا محمد بیگ ایران کی سلطنت کے وزیر ہوئے۔ ممتاز محل ان دو بڑے گھرانوں کی چشم و چراغ تھی جہاں ایشیا کی دو عظیم سلطنتوں ایران اور ہندوستان کی وزارتیں آگئی تھیں۔ دورِ حاضر کے محقق کے۔سی مجمدار اور ڈاکٹر شرما اس بات پر متفق ہیں کہ اعتماد الدولہ کا خاندان (مرد و خواتین) غیر معمولی ذہین تھا۔[۸]

ارجمند بانو بیگم کی تعلیم و تربیت

ارجمند بانو بیگم کی تعلیم و تربیت سے متعلق ہمعصر تاریخوں میں کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ فی الحال ہم کو نہیں معلوم کہ اس ذہین وزیر زادی کو کن نیک بخت خواتین نے تعلیم دی اور کس نیک سرشت خاتون نے اتالیقی کے فرائض انجام دیئے لیکن یہ یقین کر لینے میں کوئی تکلف نہیں کہ ارجمند بانو بیگم کی تعلیم ضرور اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ معین الدین اکبر آبادی لکھتے ہیں:

"جب وہ (ممتاز محل) سن شعور کو پہونچی اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہوئی اس وقت اس کے باپ دادا نے اس کے حسن و جمال، فہم و فراست کا لحاظ کر کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی"۔[۹]

ارجمند بانو بیگم کی منگنی

ارجمند بانو بیگم نے عنفوان شباب کی ابتدائی منزلوں میں قدم رکھا ہی تھا کہ اس کے حسن و جمال، علم و فضل، سیرت و کردار، آداب و اخلاق، سلیقہ شعاری و ہوشمندی کا شہرہ شہر بھر میں ہوگیا۔ گھر گھر اسی کے چرچے اور اسی کے تذکرے تھے۔ کوئی وجہ نہیں کہ یمین الدولہ آصف خاں کی بیٹی، نور جہاں کی بھتیجی اور اعتماد الدولہ کی پوتی ارجمند بانو کے حسن صورت اور حسن سیرت کا آوازہ شاہی محل میں نہ گونجا ہو۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کرنے کے قابل ہوئیں۔ ان کی بلا کی نسوانی خودداری، عزت نفس اور دوسری اخلاقی خوبیوں نے انھیں شہنشاہوں کے دلوں کی ملکہ بنادیا ظاہری حسن تو دن کی طرح ڈھل جاتا ہے لیکن قلب و دماغ کا حسن وہ ہوتا ہے جس میں لمحوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ذہن و دل کو زیادہ تیزی سے اسیر کرنے کی صلاحیت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ اصول ان دونوں پر منطبق ہوتا ہے۔"[۱۷]

"شاہجہاں کی ممتاز محل سے سچی محبت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اس نے جیتے جی اس کی مفارقت گوارا نہ کی۔ یہاں تک کہ لڑائیوں میں بھی ممتاز محل شاہجہاں کے ہمرکاب رہی۔[۱۸] ممتاز محل درحقیقت بڑی دانشور خاتون تھی۔ شاہجہاں کے دل و دماغ پر چھا جانے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ حسن و جمال کے اعتبار سے لاکھوں میں ایک تھی۔ اس سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ دقیقہ رس، معاملہ فہم، دوراندیش، مدبر اور صائب الرائے خاتون تھی۔ اس کی معمولی مثال یہ ہے کہ "دکن کی مہمات میں جس میں ممتاز محل ہمرکاب تھی، شاہجہاں کو اپنی دوراندیش اور صائب الرائے بیگم کے مشورہ سے ان کو سر کرنے میں کچھ دقت نہیں ہوئی اور پولیٹکل معاملات میں بھی اسی کے ذریعہ سے اس کو بہت مدد ملی۔"[۱۹]

سیاہ بادل

۲۹-۱۰۲۸ھ / ۲۰-۱۶۱۹ء تک شاہجہاں کے لئے محل کی فضا نہایت خوشگوار رہی۔ نورجہاں اور خرم کے تعلقات اچھے رہے لیکن ۱۰۲۸ھ / ۱۶۱۹ء کے بعد محل کی آب وہوا خرم کے حق میں باد مخالف بن گئی۔ بات یہ تھی کہ جہانگیر کی صحت ۱۶۲۲ء سے بگڑنا شروع ہوگئی تھی۔ ادھر نورجہاں جو طبعاً اقتدار پسند تھی، جہانگیر کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ معاملات ملکی میں دخیل ہوکر خود کاروبار سلطنت چلانے لگی تھی چونکہ وہ قوانین سلطنت میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر جہانگیر کی منشاء کے مطابق حکومت کر رہی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تھی اس لئے جہانگیر یک گونہ مطمئن تھا۔ اسی اطمینان نے اسے زیادہ تساہل پسند کر دیا تھا۔ ادھر نورجہاں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے خاکے مرتب کر رہی تھی۔ خرم کے ساتھ اس کا اتحاد کچھ اسی پس منظر میں تھا۔

خرم بھی اتفاق سے نورجہاں کی طرح اقتدار پسند تھا۔ وہ نورجہاں کے طرز روش اور اس کے سیاسی افکار سے اچھی طرح واقف تھا۔ دونوں کے اس سیاسی اتحاد میں اپنے اپنے داؤ پیچ اپنی جگہ قائم رہے۔

جہانگیر کی صحت دن بدن بگڑ رہی تھی۔ صحت کا امکان موہوم ہوتا جارہا تھا جسکی وجہ سے دربار میں ہلچل پیدا ہوگئی تھی۔ دربار دو بڑی جماعتوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ ایک گروپ نورجہاں کا تھا جس میں عبدالرحیم خانخاناں اور خرم شامل تھے۔ دوسرا گروپ امرا کا تھا جس کا سرخیل مہابت خاں تھا۔ مہابت خاں گروپ یہ سمجھ رہا تھا کہ نورجہاں کے اقتدار نے ان کے ساتھ کھلی ناانصافیاں کی ہیں اور اقربانوازی کی وجہ سے عدل جہانگیری اپنی ساکھ کھو رہا ہے۔ اسی کے ساتھ جانشینی کا مسئلہ بھی پیچیدہ ہوتا جا رہا تھا حالانکہ جہانگیر نے خرم کو علم و نقارہ دے کر اور دس ہزار ذات وغیرہ اعزازات سے نواز کر واضح کر دیا تھا کہ آئندہ سلطنت کا وارث خرم ہوگا۔ لیکن رفتار سیاست کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اس شب و روز میں ہر لمحہ نئے توڑ جوڑ اور نئے نقشے بنتے رہتے ہیں۔ خرم کی وراثت اور ولیعہدی نورجہاں بھی جانتی تھی اور امرا بھی جانتے تھے۔ نورجہاں کو اپنے اقتدار کو سنبھالے رکھنا تھا۔ وہ خرم کو برداشت نہیں کر سکتی تھی ادھر مہابت خاں خرم کو قبول نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ وہ نورجہاں کا ساتھ دے رہا تھا۔ فی الحال وہ خرم کو اس لئے اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھی کہ اسے پہلے مہابت خاں کی کمر توڑنی تھی خرم نورجہاں کا ساتھ اس لئے دے رہا تھا کہ ایک طرف اسے مہابت کے اثر کو ختم کرنا تھا دوسرے وہ نورجہاں کا ساتھ دے کر ہی اس کو اقتدار سے بے دخل کر سکتا تھا۔ بہر حال ہر ایک اپنے پینترے پر تھا۔ موجود حالات میں خرم پر دو طرف سے ضرب پڑ رہی تھی۔ جہانگیر کا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔ نورجہاں، مہابت خاں اور خرم تینوں اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے نقشے مرتب کر رہے تھے۔

مہابت خاں نے خسرو کو منتخب کر لیا تھا۔ وہ اس کی آڑ میں اپنے مقام کو بنائے رکھنا چاہتا تھا۔ سیاسی طور پر اس نے اپنے انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی تھی کیونکہ سیاسی چالوں کو دیکھتے ہوئے خسرو مہابت خانی بساط سیاست کا بہترین مہرہ تھا کیونکہ وہ محل اور رعایا میں مقبول تھا۔ اس کا کردار بھی بے داغ تھا، شجاعت و بہادری میں بھی وہ دوسرے شہزادوں میں کسی سے کم نہیں تھا۔ اگر مہابت خاں کو اس سیاسی کشمکش میں کامیابی ہو جاتی تو خسرو کا تخت سلطنت پر آ جانا دور نہیں تھا۔

جانشینی کا مسئلہ نورجہاں کے لئے البتہ زیادہ پیچیدہ تھا کیوں کہ اس کو خرم جیسی برابر کی طاقت رکھنے والی شخصیت کو زیر کر کے ایسے کو تخت سلطنت پر لانا تھا جسکی آڑ میں وہ اپنے نام کا "سکہ" چلا سکے۔ ادھر اتفاق سے خرم اور خسرو کی مخالفت نے شدید دشمنی کی صورت اختیار کر لی۔ یہ اختلاف نورجہاں کے لئے مفید تھا۔ اسی عرصہ میں ۲۲-۱۶۲۱ء میں اعتماد الدولہ اور عصمت بیگم کا انتقال ہو گیا۔ یہ دونوں نورجہاں کے قصر اقتدار کے اہم ستون تھے۔ نورجہاں بجائے خود بڑی مدبر خاتون تھی، وہ آسانی سے اقتدار چھوڑنے والی نہیں تھی۔ موجودہ صورت حال ایسی تھی کہ وہ سیاست کے اس اصول پر بھی عمل نہیں کر سکتی تھی کہ بڑے دشمن کو شکست دینے کے لئے چھوٹے دشمنوں سے دوستی کر لی جائے کیوں کہ آصف خاں اور مہابت خاں کٹر دشمن تھے۔ اس نے ایک راستہ یہ نکالا کہ شہریار کی شادی اپنی بیٹی (جو شیر افگن سے تھی) لاڈلی بیگم سے کر دی۔ اس نے یہ شادی شاہانہ معیار سے کی۔ شہریار کم سن اور نااہل شہزادہ تھا۔ نورجہاں اس کو وارثِ تخت و تاج بنا کر بہ آسانی خود حکومت کر سکتی تھی۔ سیاسی حیثیت سے پلان بہت عمدہ تھا۔ اس شادی نے نورجہاں کا آدھا منصوبہ مکمل کر دیا تھا۔ اب خرم کا زور توڑنا باقی تھا۔ مرکز میں اس کا وجود خطرناک تھا۔ کشمکش کے عین اسی زمانے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

میں خانخاناں نے جو دکن کی مہم پر تھا مرکز سے فوجی کمک مانگی۔ نورجہاں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چونکہ خرم ازمودہ کار سپاہی اور جنرل تھا نورجہاں نے جہانگیر سے کہہ سن کر خرم کو دکن جانے کا شاہی حکم دلوا دیا۔ خرم سارے سیاسی اتار چڑھاؤ کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس نے خسرو کو اپنے ساتھ رکھنے کی شرط رکھی جو منظور کرلی گئی۔ خرم خسرو کو ساتھ لے کر دکن روانہ ہوگیا۔ باپ بیٹے کی یہ آخری ملاقات تھی، پھر دونوں کو ایک دوسرے سے ملنا میسّر نہ ہوا۔ اسی مہم میں خسرو کی برہان پور میں موت واقع ہوگئی۔ اسی زمانہ میں قندھار پر شاہ عباس نے مغلیہ سلطنت کی سرحد کا محاصرہ کرلیا (۱۶۲۲ء) یہ دکن سے زیادہ سخت مہم تھی۔ اس کو سر کرنے کے لئے خرم جیسے جنرل ہی کی ضرورت تھی۔ نورجہاں نے موقع سے پھر فائدہ اٹھایا۔ اس مہم کے لئے نورجہاں نے خرم کو جانے کا شاہی حکم دلا دیا کہ وہ اپنی پوری فوجی طاقت کے ساتھ قندھار روانہ ہو جائے۔ خرم بھی کوئی معمولی ذہن کا شہزادہ نہیں تھا وہ سمجھ رہا تھا کہ نورجہاں نے اس پر دُہرا وار کیا ہے، وہ یوں کہ اگر وہ قندھار چلا جاتا ہے تو مرکز میں نورجہاں کا کوئی حریف نہیں رہ جاتا کیوں کہ خسرو کا انتقال ہو چکا تھا مہابت کا پلان ختم ہوچکا تھا۔ اگر انکار کرتا ہے حکومت کا باغی قرار پاتا ہے۔ نورجہاں کے لئے یہ صورت اور بھی مفید ہو جاتی ہے کیوں کہ اب وہ آسانی سے مہابت خاں کو اپنے ساتھ ملا سکتی ہے اور مہابت خاں بھی موقع سے فائدہ اٹھائے گا اور نورجہاں سے ضرور ہاتھ ملالے گا کیوں کہ اسی میں اس کی بقا ہے۔ خرم نے سب کچھ سوچ سمجھ کر قندھار جانے سے انکار کر دیا۔ اور جیسا سوچا تھا باغی قرار پایا۔ شاہی حکم ہوا کہ خرم گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ گرفتاری کے لئے عبدالرحیم خانخاناں اور مہابت خاں روانہ ہوئے۔ اس تعاقب میں بدقسمتی سے خرم کو پے در پے شکستیں ہوئیں۔ آخر کار اس نے ہتھیار ڈال دیئے معافی نامہ لکھ بھیجا۔ جہانگیر نے اس شرط پر معاف کر دیا کہ وہ اورنگ زیب کو دربار بھیج دے۔ رہتاس اور اسیر گڑھ کے قلعے حکومت کے حوالے کر دے۔ خرم نے شرطیں منظور کرلیں اور

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

دربار میں لاکھوں کے تحفے بھی بھیجے۔

اس کٹھن دور میں ممتاز محل ہی اس کی مونس و غمخوار رہی اور ہر نازک موقع پر شاہجہاں کے ذہن کو متوازن رکھا۔ حالات کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے صائب مشوروں سے سیاسی فضا کو اس کے لئے ہموار بنانے میں ہر وقت مدد کرتی رہی۔ بہت ممکن ہے کہ شاہجہاں نے جہانگیر کو معافی نامہ بھی اسی کے مشورہ سے بھیجا ہو کیوں کہ وہ بھی بڑا ضدی شہزادہ تھا۔ آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔

اگرچہ کہ خرم مرکز سے دور تھا لیکن مرکز میں ایک گروہ اس کا طرفدار بھی تھا۔ اس گروہ کے سربراہ آصف خاں اور معتمد خاں تھے۔ اس سیاسی ہنگامہ میں ان کا رول بڑا مدبرانہ تھا۔ آصف خاں اور نور جہاں سگے بھائی بہن تھے۔ لیکن سیاسی میدان میں ایک طرح سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ نور جہاں نے شہر یار کو تخت پر بٹھانے کا منصوبہ بنایا تھا آصف خاں شاہجہاں کو تخت پر دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ خرم کی آوارہ وطنی سے وہ دل برداشتہ ضرور تھا لیکن حالات سے مایوس نہیں تھا کیوں کہ وہ بھی بساطِ سیاست کا منجھا ہوا کھلاڑی تھا۔ موجودہ سیاسی رفتار کو دیکھتے ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ آصف خاں اور معتمد خاں دونوں حکومت کے کلیدی عہدوں پر تھے۔ حکومت کی کوئی کارروائی ان سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ انھوں نے حکومت کو کبھی محسوس ہونے نہیں دیا کہ وہ خرم کے طرفدار ہیں یا اس سے کوئی ہمدردی رکھتے ہیں۔ حالانکہ انھوں نے دربار کے حالات سے خرم کو ہر وقت باخبر رکھا تھا۔

آخر کار سیاہ بادل چھٹ گئے۔ خرم کا آفتاب اقتدار چمکا۔ مہر النسا کی حکومت کا سورج ڈھلتے ڈھلتے غروب ہو گیا۔ خرم تختِ سلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے تمام وفاداروں کو جنھوں نے سیاہ دنوں میں اس کا ساتھ دیا تھا دل کھول کر نوازا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس سات سالہ دورِ ابتلا میں ممتاز محل خرم کی تنہا مونس و غمخوار رہی۔ اسی کے حسن تدبیر اور صحیح مشوروں نے خرم کے ذہن کو معتدل اور متوازن رکھا۔ شاہجہاں بڑا مہم پسند اور ہٹی واقع ہوا تھا۔ اس کی راج ہٹ حالات کو خود اس کے لئے ناساز گار کر سکتی تھی۔ محض ممتاز محل کی وجہ سے اس کا ذہن قابو میں رہا اور طبیعت معتدل رہی۔

عظیم صدمہ شاہجہاں نے بڑی مصیبتیں جھیل کر تخت حاصل کیا تھا۔ ۱۰۳۷ھ میں کسی قدر آسودگی حاصل ہوئی تھی کہ اسے دکن میں اچانک خان جہاں لودھی کی بغاوت سے دوچار ہونا پڑا۔ اس مہم میں بھی ممتاز محل اس کی رفیق کار تھی۔ شاہجہاں نے آگرا سے چل کر برہانپور کے قلعہ میں قیام کیا۔ یہ قلعہ دریائے تاپتی کے کنارے واقع ہے۔ اس زمانہ میں ممتاز محل حاملہ تھی۔ برہانپور پہنچنے کے چھٹے ہفتہ اس کی زچگی ہوئی اور حسن آرا پیدا ہوئی جو چند دنوں کے بعد فوت ہوگئی۔ [۲۱]

برہانپور کے قیام کے دوران ممتاز محل دوبارہ حاملہ ہوئی اور ۱۷ ذی قعدہ ۱۰۴۰ھ چہار شنبہ کے دن نصف شب کو دردِ زہ شروع ہوا۔ رات ڈھلے گوہر آرا پیدا ہوئی۔ زچگی ہوتے ہی اس کی طبیعت بگڑ گئی۔ اسی رات کی آخری ساعتوں میں صبح صادق کے قریب شاہجہاں کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئی۔ شاہجہاں کی زندگی کا یہ سب سے منحوس دن تھا۔ اس حادثہ کے بعد وہ زندگی بھر ایک طرح سے تنہا رہا۔ ایک مخطوطے میں اس سانحہ کو بہت ہی سلیس فارسی میں بیان کیا گیا ہے۔ یہاں اس روداد غم کو اسی مخطوطہ سے درج کیا جاتا ہے۔

"می گویند کہ قبل از تولد دہر آرا بیگم (گوہر آرا بیگم) اندرون شکم ممتاز محل نالیدہ بود، بمجرد استماع نالیدن آن بیگم صاحب از حیات خود مایوس گشتہ شہنشاہ را نزد خود خواندہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

در عین عالم گریہ فرمودند۔

ایام وداع الفراق است امروز ٭ بادرد و فراق اتفاق است امروز

اے دیدہ جمال یار دہری یکچند ٭ خوں بار کہ نوبت فراق است امروز

مشہور است کہ چوں فرزند در شکم مادر نالد والدہ اش زندہ نمی ماند اکنوں نصیب ما شدہ از جہان فانی بہ نزہت گاہ جاودانی رحلت می نمایم شما گفتہ وشنیدہ ما را عفو فرمائند و ہر خطای کہ سرزد شدہ باشد بخشش نماید عنقریب مسافر ہستیم چوں شاہجہاں بادشاہ سخنہائے فراق باہم وکلامہائے پر غم شنیدند ناگہاں بتقاضائے محبت والفت از حد بے شمار نعرہ زدہ مثل باراں از چشم خود اشک باریدن گرفت........

بیگم صاحب فرمود کہ شاہ...... ما پر حسرت انتقال کنیم و می رویم بنا بران دو وصیت ما است امید کہ ہر دو قبول شود خدیو جہاں اقبال نمودہ استفسار کردند، بیگم صاحب فرمودند کہ حق تعالیٰ شمارا...... پسر...... دختر دادہ است برائے نام ایشان ہمیں کفایت کنند چنان نہ شود نسل دیگر از کسے پیدا شود باہم جنگ وجدل دارند دوم آنست کہ برائے ماہم چناں مکاں باید تعمیر کرد کہ بر منصہ ظہور نایاب و کمال لطیف، عجیب وغریب گردد اعلیٰ حضرت ہر دو را بدل و جاں قبول فرمودند"۔[21]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

قطعۂ تاریخِ وفات

بے بدل خاں داروغہ زرگر خانہ شاہی نے عمدہ قطعۂ تاریخِ وفات کہا ہے۔ عبدالحمید لاہوری نے اسی کے مصرعۂ تاریخ کو اپنے بادشاہ نامہ میں جگہ دی ہے۔ قطعہ ہے:

زیں جہاں رفت چوں ممتاز محل ❊ در جنت بہ رخش حور کشاد
بہر تاریخ ملائک گفتند ❊ جائے ممتاز محل جنت باد ۱۰۴۰ھ

ایک اور دانشور نے صرف دو حرفی لفظِ "غم" سے ممتاز محل کا مادۂ تاریخ وفات نکالا ہے۔ غ + م = ۱۰۰۰ + ۴۰ = ۱۰۴۰ھ

ممتاز محل کی تدفین

ارجمند بانو ممتاز محل کے انتقال کی خبر سارے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ سارا شہر سوگوار ہو گیا۔ بادشاہ نے سفید کپڑے زیب تن کئے۔ عمائدینِ سلطنت اور دوسرے سرکاری ملازمین نے سیاہ لباس پہن لیا۔ ممتاز محل کی لاش کو دریائے تاپتی کے دوسرے کنارے "باغِ زین آباد" میں عارضی طور پر دفن کیا گیا۔ انتقال کے ایک ہفتہ کے بعد ۲۵، ذی قعدہ یوم پنجشنبہ شاہجہاں ممتاز محل کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے آیا۔ اور دعائے مغفرت پڑھی۔ اس کے بعد معمول تھا کہ ہر جمعہ کو فاتحہ خوانی کے لئے ممتاز محل کی قبر پر آیا کرتا۔

" اس حادثہ سے اس کو اتنا صدمہ پہنچا تھا کہ اس نے ہفتوں تک سلطنت کے کسی امیر کی صورت دیکھنا گوارا نہیں کی اور نہ کبھی جھروکہ میں انتظامِ ملکی کی غرض سے نمودار ہوا...... دو سال تک برابر اس صدمہ میں اس نے تمام مسرت انگیز باتیں چھوڑ رکھی تھیں۔ نہ تو اس زمانہ میں رقص و سرود کی طرف متوجہ ہوا نہ بیش قیمت کپڑے اور زیورات پہننا گوارا کیا بلکہ یہاں تک کہ لذیذ کھانوں سے بھی متنفر ہو گیا.... جب وہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کمرے میں پہنچ جاتا جو وہ ماہ پیکر کی جلوہ گاہ تھا تو وہ بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر روتا۔[۲۳] ہمعصر مورخین نے لکھا ہے کہ اس صدمہ سے اس کی داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔

ممتاز محل کا عملہ اور ترکہ

ممتاز محل نے ایک کروڑ کی جائداد چھوڑی۔ بادشاہ کے حکم سے بڑی لڑکی جہاں آرا کو آدھا ترکہ دیا گیا اور باقی آدھی جائداد دوسری اولادوں میں تقسیم کر دی گئی۔ شاہجہاں نے ممتاز محل کے عملہ کو اپنی جگہ بحال رکھا۔ ممتاز محل کی ذمہ داری جہاں آرا بیگم کے سپرد کی گئی۔ ممتاز محل کے میر ساماں مرزا اسحاق بیگ جہاں آرا بیگم کا میر ساماں مقرر کیا گیا۔ ستی النسا اپنی سابقہ خدمت "نگرانی خانگی امور" پر بحال رہی۔ البتہ شاہی مہر اسی کے سپرد کی گئی۔[۲۴]

ممتاز محل کی اولادیں[۲۵]

	نام	تاریخ پیدائش	مقام پیدائش	تاریخ وفات	عمر
۱	حور النساء بیگم	۲۸ رصفر سنہ ۱۰۲۲ھ	آگرہ	سنہ ۱۰۲۵ھ	۳ سال ایک ماہ
۲	جہاں آرا بیگم (بیگم صاحب)	۲۱ رصفر سنہ ۱۰۲۳ھ	آگرہ	سنہ ۱۰۹۱ھ	۶۸ سال
۳	دارا شکوہ	۲۹ رصفر سنہ ۱۰۲۴ھ	اجمیر	سنہ ۱۰۶۹ھ	۴۵ سال
۴	محمد شجاع	۱۸ رجمادی الثانی ۱۰۲۵ھ	اجمیر	سنہ ۱۰۷۰ھ	۴۵ سال
۵	روشن آرا بیگم	۲ ررمضان سنہ ۱۰۲۶ھ	برہان پور	سنہ ۱۰۸۱ھ	۵۵ سال
۶	اورنگ زیب	۲۵ رذی قعدہ سنہ ۱۰۲۷ھ	ـ	سنہ ۱۱۱۹ھ	۹۲ سال
۷	امید بخش	۱۱ رمحرم سنہ ۱۰۲۹ھ	سرہند	سنہ ۱۰۳۱ھ	۲ سال
۸	ثریا بانو بیگم	۲۰ ررجب سنہ ۱۰۳۰ھ	ـ	سنہ ۱۰۳۷ھ	۷ سال
۹	(ایک لڑکا)	ـ سنہ ۱۰۳۲ھ	ـ	سنہ ۱۰۳۲ھ	چند روز
۱۰	مراد بخش	۲۵ رذی الحجہ سنہ ۱۰۳۳ھ	رہتاس	سنہ ۱۰۷۱ھ	۳۸ سال
۱۱	لطف اللہ	۱۴ رصفر سنہ ۱۰۳۶ھ	ـ	سنہ ۱۰۳۷ھ	ایک سال ۷ ماہ
۱۲	دولت افزا	ـ سنہ ۱۰۳۷ھ	ـ	سنہ ۱۰۳۷ھ	چند ماہ
۱۳	حسن آرا	سنہ ۱۰۳۹ھ	برہان پور	سنہ ۱۰۳۹ھ	ایک ماہ چند روز
۱۴	گوہر آرا	۱۷ رذی قعدہ سنہ ۱۰۴۰ھ	برہان پور		ـ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ممتاز محل کے عادات وخصائل

ممتاز محل نیک سیرت اور شریف النفس ملکہ تھی۔ اس کی خیر و خیرات کی شہر بھر میں دھوم تھی، اس کی داد و دہش بے حساب تھی۔ اس کا اندازہ اس کے ترکہ کی جائداد سے بھی ہو سکتا ہے۔ ممتاز محل کو ہر تقریب مسرت جیسے سالگرہ، جشنِ تخت نشینی وغیرہ کے موقعوں پر لاکھوں سے نوازا جاتا۔ اس کے علاوہ اس کی مستقل جاگیرات اور دوسرے مدات آمدنی بھی بہت تھے۔ ایسے میں ہندوستان کی ملکہ کا صرف ایک کروڑ ترکہ میں چھوڑنا اس کے کشادہ دست ہونے کی دلیل بنتا ہے۔ آصف جاہی دور کی ایک معمولی خاتون ماہ لقا بائی نے مرتے وقت ایک کروڑ کی جائداد چھوڑی تھی۔ اس کے مقابلہ میں ممتاز محل شہنشاہ ہند کی ملکہ تھی۔ ممتاز محل کٹر مذہبی خاتون تھی۔ صوم وصلوٰۃ کی سخت پابند تھی۔ وہ بڑی مدبر اور بہت صائب الرائے تھی۔ حاضر دماغی اور حاضر جوابی میں اس کا جواب نہ تھا۔ ایک مرتبہ شاہجہاں جمنا کی سیر کر رہا تھا ممتاز محل ساتھ تھی۔ بادشاہ اچانک اس کی طرف متوجہ ہوا، یہ مصرعہ کہا ع ''آب از برائے دیدنت می آید از فرسنگ ہا'' ممتاز محل نے برجستہ مصرعہ لگایا ع ''از ہیبتِ شاہِ جہاں سر می زند بر سنگ ہا''

ممتاز محل پختہ عزم کی خاتون تھی، اس میں مصیبتیں جھیلنے کی بڑی صلاحیت تھی۔ وہ بگڑتے ہوئے حالات سے کبھی پریشان نہیں ہوتی تھی۔ وہ بڑا دردمند دل رکھتی تھی کوئی اس کے محل سے خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ وہ اکثر ناکتخدا لڑکیوں کی شادی کروانے میں زیادہ انہماک دکھاتی تھی۔ اسی مد میں اس کا زیادہ روپیہ خرچ ہوا۔ وہ کسی کا دکھ نہیں سن سکتی تھی۔ اس کی سفارش پر ''بہت سے معتوب متوسلین سلطنت...... اپنے مناصب پر بحال ہوئے اور ان کی تقصیریں معاف کر دی گئیں''۔ [۲۶]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ممتاز محل کی لاش آگرہ میں

ممتاز محل کی لاش اس کے انتقال کے چھ مہینے بعد ۱۷ رجمادی الاول ۱۰۴۱ھ کو جمعہ کے دن آگرہ لائی گئی۔ شاہجہاں نے اس کام پر شہزادہ شجاع وزیر خاں اور ممتاز محل کی مصاحب خاص ستی النسا کو مامور کیا تھا اور خاص ہدایت کی گئی تھی کہ برہان پور سے آگرہ تک راستہ بھر فقیروں اور مسکینوں کو کھانا کھلانے اور خیر خیرات دینے کا بندوبست کریں۔ اسی حکم کے مطابق راستہ بھر غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلایا گیا۔ لاش آگرہ لائی گئی اور تاج محل کے لئے خریدکردہ زمین پر عارضی طور پر دفن کر دی گئی۔ اس عارضی قبر کی چوکھنڈی آج بھی تاج محل کے باغ میں موجود ہے۔ کچھ عرصہ بعد لاش کو تاج محل میں ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کر دیا گیا۔

پہلی برسی

ممتاز محل کی پہلی برسی کا مقبرہ کی زمین پر خاص اہتمام کیا گیا۔ قبر کے اطراف قناتیں گھیری گئیں۔ شامیانے نصب کئے گئے۔ شاہجہاں سفید لباس میں ملبوس اعیان سلطنت عمائدین اور امرا کے ہمراہ مزار پر پہنچا۔ شہر کے تمام مشائخ، حفاظ علماء اور فضلا کی کثیر تعداد نے اس برسی میں شرکت کی۔ مزار پر فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت ہوئی۔ اس موقع پر محمد علی سفیرِ ایران بھی موجود تھا۔ شاہجہاں نے دعائے مغفرت سے فارغ ہو کر ممتاز محل کے باپ یمین الدولہ آصف خاں کو حکم دیا کہ وہ سفیر ایران اور دوسرے عمائدین کے ساتھ کھانا کھائے۔

بادشاہ نے ایک لاکھ روپے الگ عطا کئے اور حکم دیا کہ دو روز تک ہر روز پچاس ہزار کے حساب سے غریبوں میں تقسیم کئے جائیں۔ یہ بھی فرمان جاری کیا کہ ہر سال برسی کے موقع پر اگر وہ دار السلطنت میں رہے گا تو شاہی خزانہ سے پچاس ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کرے گا۔ اگر وہ دار السلطنت میں نہ رہے تو بارہ ہزار خیرات

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سکئے جائیں۔[۲۷]

اس کے بعد شاہی دستور تھا کہ " ہر سال جب ذی قعدہ کا مہینہ آتا تو بارگاہِ شاہجہاں میں تقریب کا سامان ہوتا، بادشاہ سفید پوش ہوتا اور امرا تمام ماتمی لباس میں نظر آتے"۔[۲۸]

۱	بادشاہ نامہ ج ۱ ص	۱۷	THE TAJ ص ۲۱
۲	تاریخ تاج محل ص ۳۵	۱۸	تاریخ تاج محل ص ۳۷
۳	عمل صالح ص ۵۵	۱۹	ایضاً ص ۳۷
۴	بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۳۸۶	۲۰	اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۱۹۵
۵	تاریخ جہانگیر مترجم ص ۱۷۵	۲۱	مخطوطہ اوراق ۲ تا ۵
۶	تزک جہانگیری ص ۱۳۴	۲۲	(۳+۱+۱۰ / ج+ا+ی) ÷ ۱۴ + (۴۰+۴۰+۴۰۰+۱+۷ / م+م+ت+ا+ز) ÷ ۴۸۸ (۴۰+۱۸+۳۰ / م+ح+ل) ÷ ۷۸ + (۳+۵۰+۴۰۰ / ج+ن+ت) ÷ ۴۵۳ + (۲+۱+۴ / ب+ا+د) ÷ ۷
۷	تاریخ تاج محل ۱۵۵		
۸	ص ۲۱		
۹	تاریخ تاج محل ص ۳۵	۲۳	تاریخ تاج محل ص ۴۵
۱۰	ماثر الامرا	۲۴	عمل صالح ص
۱۱	عمل صالح ص ۴۴	۲۵	تاریخ تاج محل ص ۴۰
۱۲	ایضاً ص ۵۵، ۵۶	۲۶	ایضاً ص ۴۰
۱۳	بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۳۸۶	۲۷	بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۴۲۹،۴۳۰
۱۴	ایضاً ج ۱ ص ۳۸۷	۲۸	تاریخ تاج محل ص ۴۴
۱۵	تاریخ جہانگیر مترجم ص ۱۹۳		
۱۶	عمل صالح ص ۵۷		

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اسلامی فنِ تعمیر کی ایک جھلک

ارنسٹ ٹاڈ ہیام رچنڈ کا یہ خیال بہت درست ہے کہ:

"اگر ہم کسی قوم، کسی مذہب کے فن تعمیر کو سمجھنا چاہتے ہوں تو ہمیں زندگی سے فن تعمیر کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس غرض کے لئے اس کے مقاصد اور حالات کا مطالعہ کرنا چاہئے جن کے تحت وہ عالم وجود میں آیا اور مروج رہا۔ کیونکہ فن تعمیر صرف فنی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مبہم حسن کارانہ تمنا کے اظہار سے زیادہ معنی اپنے اندر رکھتا ہے"۔[1]

مسلمانوں کے فنِ تعمیر کو اس پس منظر میں دیکھئے تو مکمل مقصدیت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ ظہور اسلام کی دو تین دہائیوں کے بعد ہی اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ مسلمان اپنے اقتدار کو پھیلاتے ہوئے سرزمین حجاز سے نکل کر اطراف و اکناف میں بہت دور تک پھیل گئے۔ وہ پہلی صدی کی آخری دہائی کے اختتام تک عراق و شام کی سرحدوں کو پار کر چکے تھے۔ ان کی فتوحات کا سلسلہ رکا نہیں تھا بلکہ پھیلتا ہی جا رہا تھا۔

اگرچہ کہ مسلمان مختلف معتقدات اور ذہن و مزاج رکھتے تھے اور بظاہر دوسری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

قوموں سے کم آمیز معلوم ہوتے تھے لیکن ان کا سماجی شعور اور انسان دوستی کا فلسفہ بہت اونچا تھا۔ اسی بنیاد پر انھوں نے اپنے قومی اور ملّی تصور کی محافظت کے ساتھ زندگی کے مختلف میدانوں اور فکر و نظر کی بہت سی سمتوں میں دوسری قوموں سے دوستی اور اتحاد کے لئے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے ہاتھ بڑھایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے دوسری تہذیبوں کو متاثر بھی کیا اور خود ان سے متاثر بھی ہوئے۔ تمدنوں سے بہت کچھ لیا اور ان کو بہت کچھ دیا۔ انسانیت کی اساس پر سب سے قریب بھی ہوئے، سب کو قریب بھی کیا۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں نے ہر پرائے کو اپنانے میں وسیع القلبی اور وسیع النظری سے کام لیا۔

مسلمانوں کا فنِ تعمیر مسلمانوں کے انداز محبّت کا اظہار ان کے فن تعمیر سے بہت نمایاں ہے۔ جب مسلمان فاتح کی حیثیت سے مختلف ملکوں میں پہنچے تو وہاں کی عمارتوں کو توجہ سے دیکھا۔ ان " مفتوحہ ملکوں کی عمارتوں میں جس قسم کے خاکوں کی صورتیں اور تعمیری عناصر پائے گئے ہیں ان میں مثمن، دائرے، نیم قوسی طاق، محراب، چھجا، کھلے صحن، چھتے، اینٹ، پتھر کی دیواریں، پائے، ستون، توڑے، قوسی لداو چھتیں، حجری، چوبی اور خشتی گنبد، کلاہ نما اور مدوّر گنبد کے کروی حصے، سپاٹ اور پختہ چوبی چھت شامل ہیں۔ ذیلی صنعتوں کا مظاہرہ، استرکاری، پچیکاری کا کام کرنے والے، پتھر اور سنگ مرمر کے فرش بند کاشی کار، دھات کار، روغنی ظروف ساز، چول بند، چوبی منبت کار پتھر اور مرمر کے مجسمہ ساز تھے"[۱] مسلمانوں نے ان مختلف طرز ہائے تعمیر سے استفادہ کیا لیکن ان کا انداز تقلیدی نہیں مجتہدانہ تھا۔ شام کی جامع مسجد اور مسجد عمر کی وسعت اور ان کی آرائش وزیبائش سے مسلمان فنکاروں کی نازک خیالی اور جودت طبع کی اجتہادی عظمت اور شان دکھائی دیتی ہے۔ بغداد میں خلیفہ المقتدر باللہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نے "دار الشجرہ" کے نام سے ایک یادگار عمارت تعمیر کروائی تھی۔ اس کے کشادہ صحن میں ایک حوض تھا اس میں ایک سونے کا درخت تھا جس کی ڈال گنگا جمنی اور پھل جواہرات کے تھے۔ شاخوں پر سونے چاندی کے پرند اس ڈھب سے بٹھائے گئے تھے کہ ہوا کے ہر جھونکے پر پرندے چہچہاتے۔ ان کی آوازوں پر اصلی پرندوں کی آوازوں کا گمان ہوتا تھا۔ اس عمارت کی تعمیر میں معماروں اور صناعوں نے اپنے فن کا بھرپور مظاہرہ کیا تھا۔[3]

جب مسلمان اسکندریہ میں بس گئے تو اس شہر کی آرائش و زیبائش کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے باضابطہ منصوبہ کے تحت عمدہ سڑکیں تعمیر کیں۔ ان کے اردگرد ستون دار برآمدے تعمیر کئے۔ ایک منڈی ایسی بنائی جس کا پورا فرش سنگ مرمر کا تھا۔[4] اندلس کا "قصر الزہرا" بے نظیر عمارت تھی۔ اس عمارت میں سونے چاندی کے چار ہزار ستون تھے۔ سنگ مرمر سے خاص کام لیا گیا تھا۔ بادشاہ کا کمرہ سونے چاندی کی چھت اور دیواروں سے مزین کیا گیا تھا۔[5]

ایران میں زبیدہ خاتون اور خدا بندہ کے مقبرے، غازان خاں کی مسجد پچیکاری مرصع کاری اور تزئین کے اعتبار سے بے مثال عمارتیں سمجھی جاتی ہیں۔[6] ہندوستان میں قطب مینار، اڑھائی دن کا جھونپڑا ہمایوں کا مقبرہ، اعتماد الدولہ کا مقبرہ اور تاج محل کے علاوہ گول گنبد وغیرہ مسلمانوں کے فن تعمیر کی شاہکار عمارتیں ہیں۔

اسلامی فنِ تعمیر کا کوئی ایک انداز نہیں

"ہندوستان سے لے کر اسپین تک اسلامی عمارتوں کو دیکھے جائیے تعمیر کا کوئی ایک انداز نظر نہیں آئے گا۔ کہیں قبطی اثرات ہیں کہیں رومی کہیں بازنطینی کہیں ایرانی اور کہیں ہندوستانی۔ خود ہندوستان ہی میں اسلامی عمارتوں کے مختلف انداز دکھائی دیں گے۔ شمال کی مغل عمارتوں میں ایرانی اثرات زیادہ ہیں تو کاٹھیاواڑ کی عمارتوں میں ہندوستانی عناصر کا پلّہ بھاری ہے۔"[7] اسلامی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

فن تعمیر میں مقامی حالات اور تقاضوں کے واضح آثار ملتے ہیں۔ ان کی موجودگی کے باوجود عمارت کی انفرادیت اپنی جگہ مستقل بالذات ہوتی ہے۔ عمارت کو دیکھتے ہی ناظر سمجھ جاتا ہے کہ یہ اسلامی عمارت ہے۔ چاہے وہ مسجد ہو یا مقبرہ، شاہی محل ہو کہ شاہی حمام، خود عمارت کی اینٹ پتھر زبان حال سے اس روح کا تذکرہ کر دیتے ہیں جو کسی عمارت کے اندر رواں دواں ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کرہ ارض پر چاہے کہیں بستے ہوں توحید کی مضبوط ڈوری میں بندھے ہیں۔ اس لئے بنیادی فکر اور عقیدے سب کے ایک ہیں، اس کے اثرات ان کے فن تعمیر میں پیوست ہیں۔ جس طرح قد محبوب چاہے جس رنگ میں جامہ پوش ہو آسانی سے پہچان لیا جاتا ہے اسی طرح اسلامی عمارت کسی شکل میں ہو آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

عالمی برادری کے اسلامی تصور نے فن تعمیر میں خوبصورت تنوع پیدا کیا ہے۔ ان عمارتوں میں قومی یکجہتی کے حسین نمونے ملتے ہیں۔ اسلامی عمارتوں کی بنیادی خصوصیت سادگی اور کشادگی ہے۔ مقبرے ہوں کہ مسجدیں، شاہی محلات ہوں کہ حمام سبھی روشن، کشادہ اور ہوادار ہوں گے۔ دوسری خصوصیت ان کی اپنی تزئین کاری ہے۔ مسلمان جہاں بھی گئے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ صناعی، تعمیر، نجاری، پچیکاری، منبت کاری اور ہر قسم کی تزئین کاری میں ہمیشہ اجتہاد کیا۔ مسلمان کسی مقام کی پسندیدہ چیز کو اپنانے میں وسیع القلب ضرور رہے لیکن اپنانے میں اپنی اجتہادی روش کو برقرار رکھا۔ انھوں نے جس چیز کو اپنایا اس میں اپنے مزاج کے مطابق تبدیلی کر کے اپنایا۔ ان کا یہی وہ عمل ہے جس میں وہ سب کے ساتھ رہتے ہوئے سب سے منفرد اور الگ نظر آتے ہیں مثلاً مسجدوں کے نقشے مقامی اثرات کے تحت تیار ہوئے لیکن کشادہ صحن، محراب، حوض، تیر، کمان اس ڈھب سے بنائے گئے جن سے توحید کی عظمت اور جلال الٰہی کی ہیبت نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ یہی کیفیت محلوں اور مقبروں کی ہے۔ ان میں بھی موضوع صاف نظر آتا ہے۔ اسی طرح دوسرے مختلف صنعت کاروں نے جن کا تعلق تعمیر کے ذیلی شعبوں سے تھا اپنی مہارت

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کے مظاہرے میں یہی التزام رکھا۔ ان منبت کاروں، پچیکاروں، مجسمہ سازوں اور دوسرے دست کاروں نے اپنے ذوقِ جمال کے اظہار میں اسلامی حدود کو ملحوظ رکھا۔ دیواروں اور چھتوں کے سیدھے، منحنی اور کروی خطوط کے علاوہ بیل بوٹوں نیز خطاطی اور طغرا نویسی میں نزاکتیں پیدا کر کے فن اور آرٹ میں نئی راہیں نکالیں۔ تاج محل کے صدر دروازے کے اطراف خطِ ثلث اور چھت پر "غالب" کا کام دیکھ کر ہر نگاہ آئینۂ حیرت بن جاتی ہے۔

ہندوستان کے اسلامی فنِ تعمیر میں اس کے آغاز ہی سے ایرانی اور ہندوستانی اثرات کا متناسب امتزاج ملتا ہے۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان عقائد کے اختلاف کے باوجود سماجی شعور رکھتے تھے اور اسی بنیاد پر "یک قومی" احساس کے رشتہ میں منسلک ہو گئے تھے۔ یہ تسلسل مختلف ادوار سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچا اس حقیقت کی طرف جاں نثار اختر اس طرح متوجہ کرتے ہیں کہ:

"تاج محل جس دور میں تعمیر ہوا اس سے بہت بیشتر سے ہندو فنِ تعمیر اور ایرانی تعمیر کا امتزاج عمل میں آچکا تھا۔ ہم سرسری طور پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ اجمیر کی جامع مسجد میں کوہ آبو کے جین مندر کا عکس ہے۔ رنپور کے مندر میں مسجد کے ستونوں کا چربہ ہے۔ قطب مینار کا آرائشی کام جینی طرزِ آرائش کا ممنون ہے۔ گوالیار میں مان سنگھ کے محلات ہندوؤں اور مسلمانوں کے ملے جلے فنِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ اکبر اور جہانگیر کے تعمیر شدہ محل اور باغات مشترکہ تہذیب کا سنگم ہیں۔ فتح پور سیکری کی مسجد خصوصاً اس کے گنبدوں میں ہندو فنِ تعمیر جھلکتا ہے۔ یہ مخلوط فنِ تعمیر جسے شاہجہاں کے عہد میں مغل طرزِ تعمیر سے تعبیر کیا جاتا ہے ایسی خصوصیات کا حامل بن گیا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تھا جو نہ خالص ہندی طرز تعمیر میں پائی جاتی ہیں نہ خالص ایرانی طرز میں۔ تاج محل اسی طرز تعمیر کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی تعمیر میں اگر استاد یحییٰ، امانت خاں طغرا نویس، محمد خاں خوش نویس کا ہاتھ ہے تو موہن لال پچیکار، منوہر سنگھ اور منولال کا بھی ہاتھ ہے''۔[۸]

ہندوستان میں اسلامی فنِ تعمیر کی ابتدا

ہندوستان میں اسلامی فن تعمیر کا آغاز تیرہویں صدی عیسوی سے ہوتا ہے۔ قطب الدین ایبک نے اس طرز تعمیر کی نیو رکھی۔ سب سے پہلے مسجد قوت الاسلام پھر قطب مینار کی ابتدا کی۔ ۱۱۹۵ء سے ۱۲۰۵ء کے دوران اڑھائی دن کا جھونپڑا تعمیر کیا۔ ان عمارتوں میں یہیں کے تراشے ہوئے پتھر اور مسالے استعمال کئے گئے۔ ان عمارتوں کے تعمیر کار ہندوستانی اور سلجوقی تھے۔ ہندوستانی سنگ تراشی کے ماہر تھے اور سلجوقی فن تعمیر کے ماہر تھے۔ دونوں ماہرین کی مساعی ان یادگار عمارتوں کی تخلیق کا سبب بنی۔

سلجوقی قوم ایشائے کوچک کی متمدن قوم تھی۔ اس قوم کے افراد بڑے زرخیز اور خلاق دماغ کے مالک تھے۔ جب تاتاریوں نے ایشائے کوچک کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا تو سلجوقی ان حملوں کی تاب نہ لا سکے اور ترک وطن پر مجبور ہو گئے۔ جب یہ لوگ ہندوستان پہنچے تو یہاں کی محبت سے خمیر کی ہوئی مٹی کی سوندھی خوشبو نے ان کے مشام محبت میں نئی زندگی بھر دی۔ انھوں نے اسی سرزمین کو اپنا وطن بنا لیا۔ ان آنے والوں میں مختلف علوم و فنون کے ماہر تھے جن میں معماروں کی بھاری تعداد تھی۔ یہاں کے سلطان نے ان ماہرین کی قدردانی اور سرپرستی کی۔ انہی سلجوقی معماروں اور دوسرے صنعتکاروں نے مقامی معماروں کے تعاون کی یادگار عمارتیں تعمیر کیں۔ عالیہ دروازہ اسکی اچھی مثال ہے[۹]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پٹھان دور

قطب الدین ایبک کے عہد سے لے کر بابر کے ہندوستان میں داخل ہونے تک کا زمانہ پٹھان دور کہلاتا ہے۔ اس دور میں جو قابل یادگار عمارتیں تعمیر ہوئی ہیں ان میں مسجد قوت الاسلام، قطب مینار، اڑھائی دن کا جھونپڑا، علاؤالدین کا دروازہ، سکندر لودھی اور تاج خاں کے مقبرے، شیر شاہ کی مسجد اور مقبرہ وغیرہ ہیں۔ یہ وہ یادگار عمارتیں ہیں جنھوں نے مغلوں کے تعمیر کے میدان کو ہموار کر دیا چنانچہ اکبر اعظم شیر شاہ سوری کے تعمیری کارناموں سے متاثر تھا۔ ان پٹھان بادشاہوں نے بھی اینٹ پتھر کو دل کی بات بیان کرنے والا لطیف اور متاثر کن لہجہ دیا تھا۔

عام طور سے اسلامی حکومت کی حدود میں اولی الامر کے مفہوم اور مصداق کے تعلق سے تمام اسلامی فرقے متفق تو نہیں ہیں مگر عرف عام میں بادشاہ کو ظل اللہ اور اولی الامر کہا جانے لگا تھا۔ اس لئے معماروں نے ان کی رہائش گاہ کو عام عمارتوں کی تعمیری روش سے ہٹا کر نیا انداز دیا۔ بادشاہوں کے محلوں اور قلعوں وغیرہ کو بلند اور پرشکوہ بنایا گیا۔ ان شاہی محلوں میں عظمت و ہیبت، جلال و جبروت کے ساتھ تقدس کے پہلو کو خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا تھا کیوں کہ بادشاہ دنیاوی اقتدار کے ساتھ ظل اللہ بھی سمجھا جانے لگا تھا۔

مسجد قوت الاسلام میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اسلام کی قوت کا مظاہرہ کیا گیا ہے یہ قوت ہمہ رخی ہے۔ مسجد کو دیکھو تو پہلی نظر میں عظمت و رفعت، بزرگی و یکتائی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی کشادہ دلی کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ کے جلال کی ہیبت دلوں پر طاری ہوتی ہے۔ قطب مینار خودی کی عظمت کا احساس دلاتا ہے۔ التمش کا مقبرہ ایک ایسے شخص کی تصویر غم بن گیا ہے جس کی متانت نے غم زندگی کے سیلاب کو شدت سے دبائے رکھا ہے۔ شیر شاہ سوری کا مقبرہ حیات و موت کے تصور سے بلند اپنے حوصلہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اور مضبوط شخصیت کا اعلان کرتا ہے۔[10]

ویسے مقبرہ موت و حیات اور ابدیت کا نقطۂ اتصال ہے۔[11] مختلف بادشاہوں نے اس حقیقت کو قدر مشترک کے طور پر برقرار رکھتے ہوئے اپنے اپنے انداز فکر کو مقبروں میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ بیجاپور اور گولکنڈے کے بادشاہوں نے اپنے مقبروں میں شاہانہ جلال کو اس طرح گوندھا ہے کہ ان کو دیکھ کر پرشکوہ دربار کی سی ہیبت طاری ہوتی ہے۔ شاہی محلات میں بھی رعب و جلال، شوکت و عظمت ہی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مقبروں میں یہ احساس موت کے پہلو بہ پہلو ہوتا ہے اور شاہی محلات میں یہی خصوصیتیں زندگی کے تموّج کے ساتھ دکھائی دیتی ہیں۔ پٹھان دور کے طرز تعمیر میں تزئین پر زیادہ زور نہیں ملتا۔

مغل دور

مغل دور کا آغاز بابر کے عہد سے ہوتا ہے۔ بابر ۲۶-۱۵۲۵ء میں ہندوستان آیا۔ یہ گرمی کا زمانہ تھا۔ وہ آگرے کے جلتے ہوئے چٹیل میدانوں اور آگ اگلتے ہوئے موسم گرما سے گھبرا گیا۔ دلکش باغوں، شاداب سبزہ زاروں اور جاں فزا چمن زاروں کی گود کا پلا ہوا ذہن یہاں کی شعلہ برساتی فضا کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے باغات لگوانے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے لئے سہولت یہ تھی کہ اس کے ہمراہ آنے والوں میں معماروں کی ایک جماعت بھی تھی جس میں تاج کے نقشہ ساز استاد احمد کا باپ یوسف معمار بھی تھا۔[12]

بابر نے سب سے پہلے آگرہ میں چار باغ (گل فشاں) لگوایا جو اپنی خوبصورتی اور آراستگی میں بے نظیر تھا۔ پھر اس نے نئی کشادہ عمارتیں بنوائیں۔ ان کے علاوہ گوالیار، سیکری، دھول پور، کوئل اور سنبھل میں قابل ذکر عمارتیں تعمیر کروائیں۔ بابر کے باغات کی خصوصیت یہ تھی کہ باغ کے بیچ میں محل ہوتا۔ چار طرف سے زاویہ قائمہ بناتی ہوئی روشیں محل سے آکر مل جاتیں۔ روشوں سے متصل کیاریاں پھیلا دی جاتیں جن میں مختلف قسم کے خوشبودار

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مقام "اُر" UR پر ملتے ہیں۔

مقبروں کا دوسرا دور ایران سے شروع ہوتا ہے۔ ۵۲۹ھ ق م میں سائرس دوم کا انتقال اس کے دارالسلطنت پرسی پولیس PERSEPLIS میں ہوا۔ اس کو پہلے ہی سے تعمیر شدہ مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اس کے بعد سائرس کے شاہی خاندان نے اسی کے مقبرے کے قریب اپنے مقبرے بنوائے۔

یونانی بھی اپنی میتوں کو دفن کیا کرتے تھے اور مدفن پر مقبرے بناتے تھے ۵۵-۳۵۰ھ ق م میں جب ماوسولس MAUSOLOS کا انتقال ہوا تو اس کو ہولی کارناسوس HOLICARNASSOS میں دفن کیا گیا۔ لفظ ماوزولیم MAUSOLEUM اسی بادشاہ کے نام سے مستخرج ہے۔ ماوزولیم کے معنی یادگاری مقبرہ کے ہیں MONUMENTAL TOMB بازنطینی بھی اپنی میتوں کو دفن کرتے اور قبروں پر مقبرے تعمیر کرتے تھے۔

ہندوستان میں بھی دفن کا طریقہ رائج تھا لیکن دفن کی شکل مختلف تھی مہنجو دارو کی کھدائیوں سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ وادی سندھ کے تمدن میں میتوں کو دفن کرنے کی تین صورتیں تھیں (۱) میت کے جسم کو دفن کرنا (۲) میت کو جلانے کے بعد اس کی راکھ کو دفن کرنا (۳) میت کا گوشت گل جانے کے بعد ہڈیوں کو دفن کرنا۔ رگ وید کے عہد میں جسم کو دفن کرنے کا پہلا طریقہ رائج تھا۔ بعد کے زمانوں میں دوسرے دو طریقے رائج تھے۔ ہندوستانی اسٹوپا STUPAS دراصل گوتم بدھ سے پہلے کے مقبرے ہیں۔ ان اسٹوپا میں یا تو شاہی خاندان کے افراد دفن کئے جاتے تھے یا رشی منی وغیرہ مدفون ہوتے تھے۔

اسٹوپا کو بدھ مت والوں نے زیادہ رواج دیا کیونکہ گوتم بدھ کی وصیت تھی کہ اس کے جسم کو ایسے اسٹوپا میں دفن کیا جائے جس کے چاروں طرف راستے ہوں۔ اس نے یہ وصیت اپنے خاص مرید آنند کو کی تھی۔[۱۸]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

وسطی ایشیا کے تاتاری شہزادوں کے مقبروں کی نوعیت جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ یہ مقبرے ان کی زندگی میں بارہ دریوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ بارہ دریاں ان شہزادوں کی تفریح گاہیں ہوا کرتی تھیں۔ شہزادے اپنے مصاحبوں کے ساتھ یہاں جشن مناتے اور تقریبیں منعقد کیا کرتے تھے۔

بارہ دری یا مقبرہ کی تعمیر

منتخب زمین کے بیچ میں عمارت تعمیر کی جاتی۔ یہی بارہ دری ہوتی۔ اس کے اطراف خوبصورت باغ لگوایا جاتا۔ بارہ دری کا صدر دروازہ عالیشان ہوا کرتا تھا۔ درمیانی عمارت مربعی یا مثمنی ہوا کرتی تھی۔ جس کی چھت گنبد نما ہوتی۔ عمارت کے اندر نہریں ہوتیں جن میں سنگ مرمر بچھایا جاتا۔ نہروں میں فوارے چھوٹتے رہتے۔ پھول دار پودوں اور پھل دار درختوں سے عمارت کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جاتا تھا۔ یہی بارہ دری مالک کے مرنے کے بعد اس کے مقبرے میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

جب کسی بارہ دری میں اس کا مالک دفن ہوتا تو اس مقبرے کو شہر کے قاضی یا ملّا کے حوالے کر دیا جاتا۔ وہی شخص اس کا متولی ہوتا۔ اس کے لئے کوئی جائداد وقف نہیں ہوتی بلکہ پھول اور پھل ہی اس کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہوتے یا وہ نذریں ہوتیں جو مقبرے کو دیکھنے کے لئے آنے والے متولی کو دیا کرتے۔[۱۹]

مسلمانوں کے مقبرے

اسلام میں بھی میتیں دفن کی جاتی ہیں ان کی سمت متعین ہے۔ میت کا سیدھا پہلو کعبہ کی طرف ہوتا ہے اس لئے مسلمانوں کی قبریں علانیہ معلوم ہو جاتی ہیں۔ اسلام میں مقبروں کی تعمیر کے لئے کوئی ترغیب نہیں ملتی بلکہ میت کو گل در گل کرنے پر اصرار کیا گیا ہے اس لئے ایک خاص دور تک کوئی مقبرہ تعمیر نہیں ہوا۔ پہلا مقبرہ عباسی خلیفہ المنتصر کا بنایا گیا۔ اس مقبرے کو اس کی ماں نے تعمیر کروایا تھا جو یونانی نژاد تھی۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ہندوستانی مقبرے

ہندوستان میں مقبروں کی تعمیر کا آغاز خاندان غلامان سے ہوتا ہے۔ پٹھان دور کے مقبروں کی تعمیر میں مقامی معماروں نے زیادہ حصّہ لیا۔ ہندوستانی معمار ماہر سنگ تراش بھی تھے۔ مقبروں کی تعمیر میں انھوں نے اپنے اس آبائی پیشہ سے بھی کام لیا۔ ہندوستان میں اپنی نوعیت کا پہلا مقبرہ سلطان شمس الدین التمش کا تھا اس مقبرے کی تزئین خط کوفی کے طغروں کے ساتھ ساتھ چکر، کنول اور گھنٹہ کی شکلوں سے کی گئی ہے۔[۲۰] اس طرح ہندو عنصر کو اسلامی طرز تعمیر میں فراخدلی کے ساتھ جگہ دی گئی پھر محمد تغلق کا مقبرہ تعمیر ہوا۔ پٹھان دور کے مقبرے عام طور پر مخمسی اور مثمنی ہوا کرتے تھے۔ ان مقبروں میں آرائش و زیبائش، رنگ سازی اور پچیکاری پر زور نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ مقبروں کے اطراف باغ بھی نہیں لگائے جاتے تھے۔ شیر شاہ سوری کا مقبرہ اس عام روش سے مستثنیٰ ہے۔ ان مقبروں سے شدید تنہائی پسندی ٹپکتی ہے۔ ان مقبروں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے یہ لوگ زندگی کی شورش سے بے حد تھک گئے ہیں اور اب کسی شور و غوغا کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہیں۔ مغل دور کے مقبروں کا تاثر بالکل برعکس ہے وہاں موت زندگی کا تسلسل معلوم ہوتی ہے۔

دہرا گنبد

ہندوستانی اسلامی فنِ تعمیر میں چند مقبروں پر دہرے گنبد تعمیر ہوئے ہیں۔ یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ اس دہرے گنبد کا تصور ہندوستانی ہے یا ہندوستان کے باہر کا ہے۔

ڈاکٹر ناتھ کی تحقیق کے مطابق دہرے گنبد کی پہلی مثال گپتا عہد میں ملتی ہے۔ ایک مندر کا دہرا گنبد اینٹ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اتر پردیش اور مدھیہ پردیش میں دو ایک مندر دہرے گنبد کے ملتے ہیں۔[۲۱] یہ گنبد کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے، بیت المقدس

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کا "قبۃ الصخرا" کا گنبد بھی دہرا ہے۔ اس کی تعمیر خاص ڈھنگ سے کی گئی ہے۔ یہ گنبد ایک دوسرے پر بٹھائے گئے ہیں۔ اندرونی گنبد کو بیل بوٹوں سے مزین کیا گیا ہے۔ اس کے کتبوں کی استرکاری اور رنگ سازی قابل دید ہے۔ بیرونی گنبد سادہ ہے اس پر سیسہ چڑھایا گیا ہے۔[۲۲]

کسی مقبرے پر دہرا گنبد بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اندرونی گنبد کی تزئین کو موسمی تغیرات سے محفوظ رکھا جائے اور بسط و کشاد کے تباہ کن اثرات سے بچایا جائے۔ دہرے گنبد کی تیاری میں سب سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ مقبرے کے بیرونی گنبد کی بلندی کیا ہوگی اسی نسبت سے اندرونی گنبد کے ابعاد، کروی و نیم کروی پھیلاؤ کو متعین کیا جاتا ہے اندرونی گنبد کی اونچائی، چوڑائی اور گھیر کو معین کیا جاتا ہے اسی مناسبت سے کمرے کے طول، عرض اور بلندی کو متناسب کیا جاتا ہے تاکہ مقبرے کا حسن بگڑنے نہ پائے۔[۲۳] اندرونی گنبد بیرونی گنبد کے مقابلہ میں کم وزن اور ہلکا ہوتا ہے۔ اسی میں خطاطی، پچیکاری، مرصع کاری، رنگ سازی وغیرہ کا کمال دکھایا جاتا ہے۔

پٹھان دور کے مقبروں میں سکندر لودھی اور تاج خاں کے مقبروں کے گنبد دہرے ہیں۔ اسی طرح مغل دور میں بھی ہمیں دہرے گنبد والے دو مقبرے ملتے ہیں۔ پہلا مقبرہ ہمایوں کا ہے اور دوسرا مقبرہ تاج محل ہے۔ فن تعمیر کے نقادوں کا خیال ہے تاج کے لئے دہرے گنبد کا خیال ہمایوں کے مقبرے سے لیا گیا ہوگا۔

پٹھان اور مغل دور کے مقبروں کا فرق

پٹھان دور اور مغلیہ دور کے مقبروں کا موضوع ایک ہے۔ دونوں کے یہاں زندگی موت اور ابدیت کا شعور ملتا ہے۔ پٹھان دور کے ماہرین تعمیر نے گرد و پیش کے ماحول کو صاحب مقبرہ کے منشا کے مطابق مقبرے سے بے تعلق رکھا ہے۔ انھیں دیکھتے ہی تنہائی اور بے ثباتی کا احساس ہوتا ہے۔ ایسا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

معلوم ہوتا ہے کہ یہ آسودگانِ خاک اپنے آس پاس کسی شور و غوغا کو قطعاً ناپسند کرتے ہیں، جیسے وہ کشمکشِ حیات کے ہنگاموں سے تھک کر چور ہو گئے ہیں اور اب صرف فضائے بسیط کا سکوت چاہتے ہیں، ان کے پاس زندگی بے ثبات دکھائی دیتی ہے۔

مغلیہ دور کے مقبروں میں یہ بات نہیں ہے۔ مغلوں نے مقبروں کے اطراف باغات لگوا کر موت کو زندگی سے یوں مربوط کر دیا ہے کہ حیاتِ مسلسل معلوم ہوتی ہے۔ ان مقبروں میں قدم رکھنے کے بعد ناظر کی طبیعت میں انقباض پیدا نہیں ہوتا۔ مغلوں نے موت کو فلسفیانہ انداز میں سوچا ہے۔ وہ موت کو زندگی کے ارتقا کی ایک کڑی سمجھتے ہیں۔

مغل دور کے مقبرے بھی مربعی، ہشتمی، مخمسی شکل کے ہوا کرتے ہیں۔ ان میں تزئین کاری ایسی ہے کہ زندگی لہراتی نظر آتی ہے۔ ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور محمد غوث کے مقبروں میں چار باغ کی طرح باغ لگائے گئے ہیں۔ تاج محل میں بھی باغ ہے لیکن اسکی نوعیت کسی قدر الگ ہے۔

مغل دور کے مقبروں میں افسردگی، اداسی، زندگی سے فرار، تنہائی اور بے ثباتی وغیرہ کا مطلق احساس نہیں ہوتا۔ اسکے برعکس زندگی نرم رو دریا کی طرح بہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

اکبر کی ابدی آرام گاہ سے اب بھی زندگی کا جلال ٹپکتا ہے۔ اس بے گنبد مقبرہ سے بیکراں خلاؤں میں بیکراں زندگی کا لامتناہی تموج بڑا ولولہ انگیز نظر آتا ہے۔ سنگ مرمر پر ابھرے ہوئے بیل بوٹوں سے زندگی پھوٹتی دکھائی دیتی ہے۔ زندگی کا یہ خاموش طوفانی خروش ناظر میں ایسے احساس کو جگاتا ہے جسے محسوس تو کیا جا سکتا ہے لیکن بیان نہیں کیا جا سکتا۔

تاج محل کی بات تو کچھ اور ہی ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے معماروں نے اس مقبرے کو نسوانی پیکر عطا کیا ہے۔ یہ بات کسی ایسے مقبرے کو نصیب نہیں جسمیں کوئی خاتون آسودہ ہے۔ تاج کو دیکھو تو حسن و عشق کا اضطراب ہر لمحہ تیز ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ یہی کیفیت تو زندگی کی علامت بن جاتی ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱ اسلامی فنِ تعمیر مترجم ص ۹، ۱۰

۲ ایضاً ص ۶۸

۳ تاریخ تاج محل ص ۱۴

۴ اسلامی فنِ تعمیر مترجم ص ۱۵

۵ تاریخ تاج محل ص ۱۵

۶ ایضاً ص ۱۴

۷ آدمی اور انسان ص ۱۹۲

۸ ہمارا ہندوستان ص ۴۵، ۴۶

۹ انڈین آرکٹیکچر (مسلم دور) برسی براون ص ۶ تا ۸ (انگریزی)

۱۰ ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے تمدنی کارنامے ص ۱۸

۱۱ ایضاً ص ۱۸

۱۲ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۴۷ء ص ۲۹ انگریزی

۱۳ تاریخ تاج محل ص ۲۶

۱۴ ایضاً ص ۲۶

۱۵ ایضاً ص ۲۸

۱۶ ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کے تمدنی کارنامے ص ۱۸

۱۷ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۸

۱۸ ایضاً ص ۱۰

۱۹ ہسٹری آف آرکٹیکچر فرگیوسن (انگریزی ج ۲ ب ۸ ص ۶۹۱ تا ۶۹۵

۲۰ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۱۷

۲۱ ایضاً ص ۵۳

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۲۲ اسلامی فن تعمیر ص ۶۱

۲۳ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۵۳

شیعہ علمی آثار آباد دکن

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل کا پلان

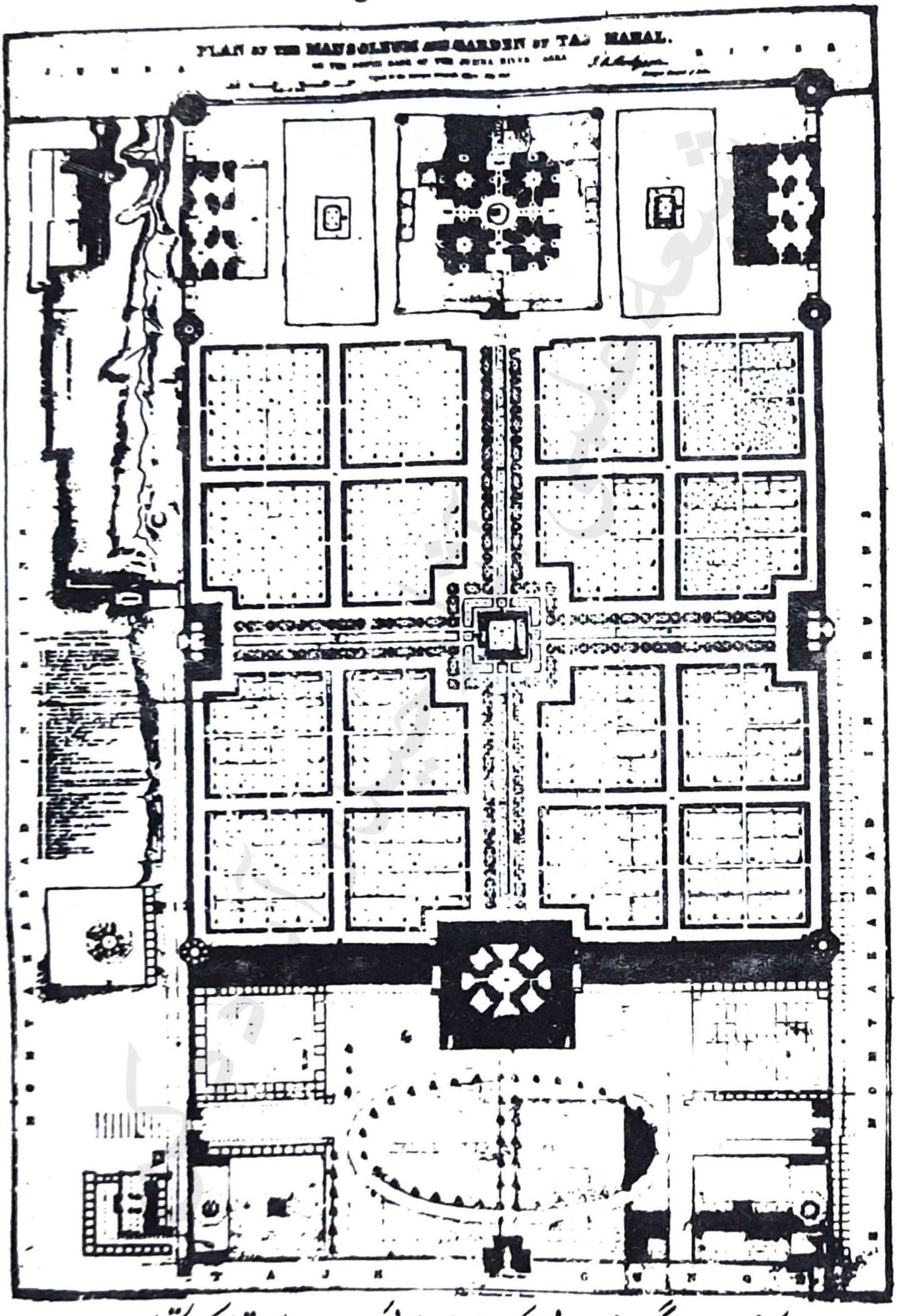

کرنل جے اے ہڈگن نے تاج محل کا یہ پلان جولائی ۱۸۲۸ء میں تیار کیا تھا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

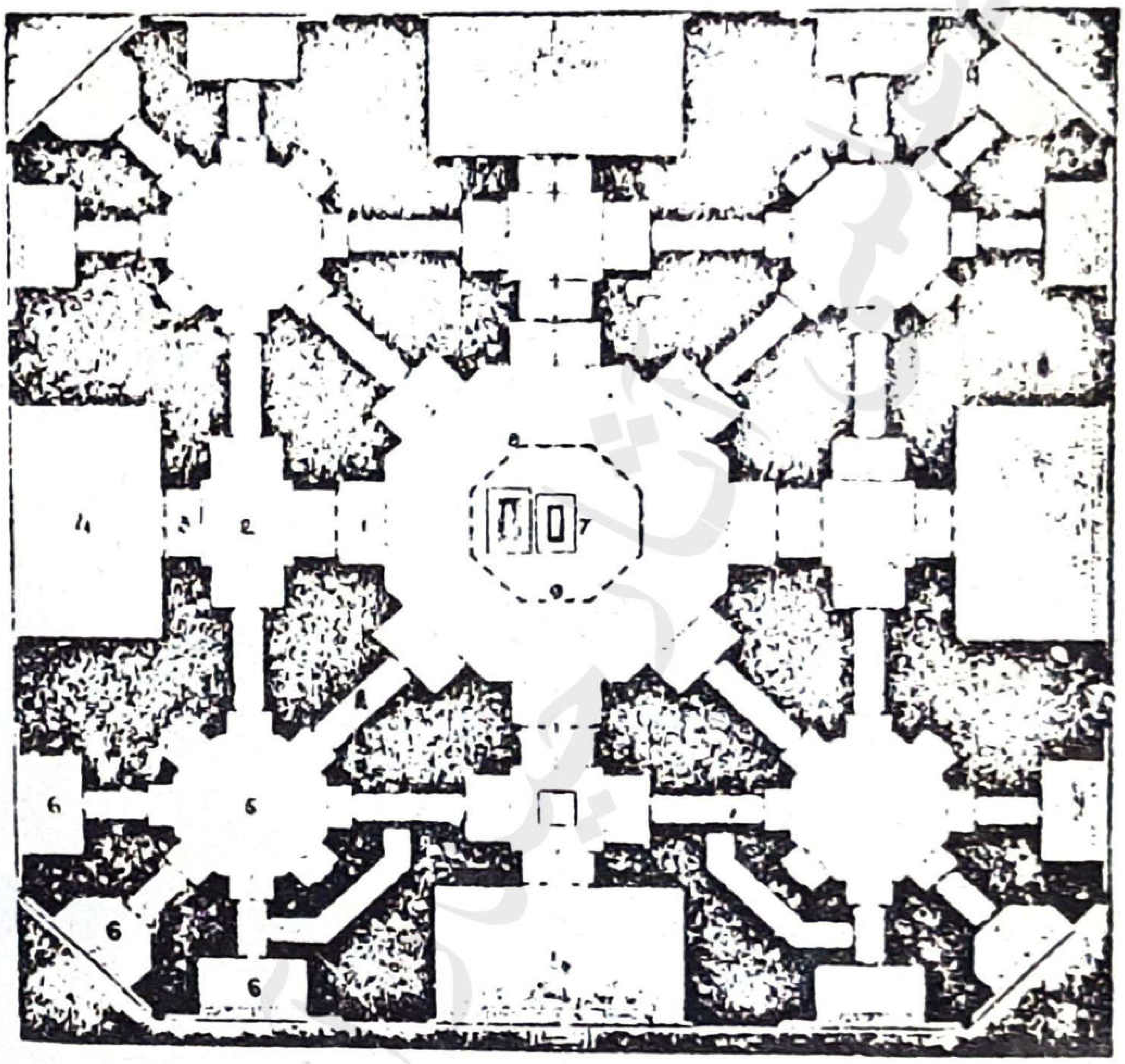

تاج محل کا سطحی نقشہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

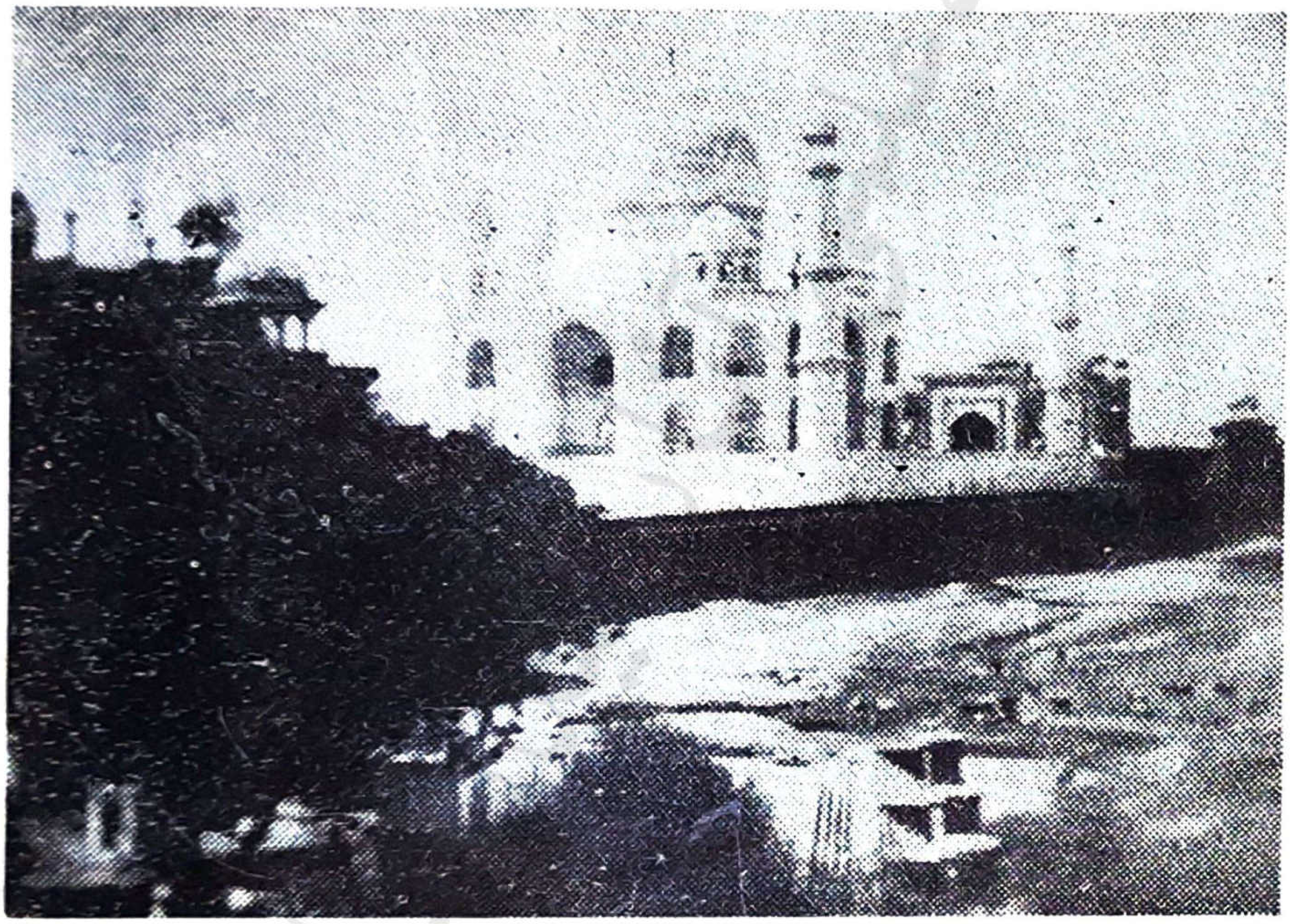

کیمرہ سے تاج محل کی پہلی تصویر سنہ ۱۸۶۲ء

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کیمرہ سے تاج محل کی پہلی تصویر ۱۸۶۲ء

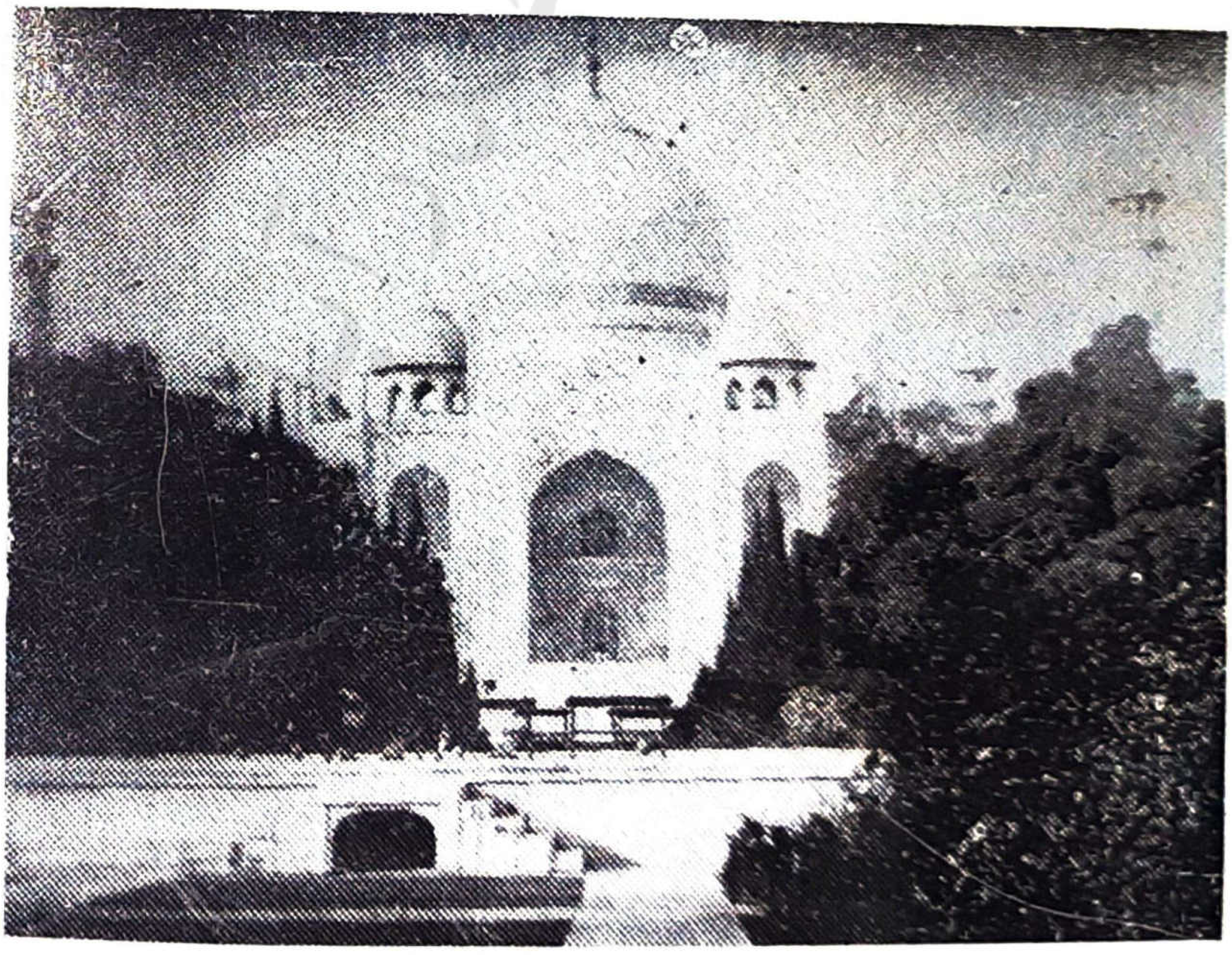

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل کی تعمیر

ممتاز محل کا انتقال ۷؍جون ۱۶۳۱ء م ۱۷؍ذی قعدہ ۱۰۴۰ھ کو برہان پور میں ہوا۔ شاہجہاں کے لئے یہ صدمہ بہت شاق تھا۔ اس غم نے سلطنت مغلیہ کے تاجدار سے زندگی کی ساری مسرتیں چھین لیں۔ ویسے اس نے مدبر شہنشاہ کی حیثیت سے کامیاب حکومت کی اور اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتا رہا لیکن ممتاز کی جدائی کا غم زندگی بھر دور نہ ہو سکا بلکہ جوں جوں دن گزرتے جا رہے تھے یہ زخم اور ہرا ہوتا جا رہا تھا۔ ساری شان و شوکت اور سطوت و جلالت کے باوجود وہ اس دنیا کی ہماہمی میں مایوس کن تنہائی کا شکار رہا۔ اسکی زندگی آخری وقت تک بے رونق رہی۔ ابھی یہ غم ہلکا نہیں ہونے پایا تھا کہ شہنشاہ ایک اور افتاد سے دوچار ہو گیا۔ دکن کے خوفناک قحط نے اس کے دل کو چور چور کر دیا۔ اس نے قحط زدوں کی امداد کے لئے خزانوں کے مُنہ کھول دیئے۔ مقامی عہدیداروں کو قحط زدوں کی ہر ممکن مدد کے لئے خصوصی احکامات دے کر آگرہ لوٹ آیا۔

شاہجہاں آگرہ پہنچتے ہی ممتاز محل کی وصیّت کو پورا کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ممتاز محل کے مقبرے کی تعمیر میں عجلت کے تین اسباب تھے۔ ایک سبب تو یہ تھا کہ وصیّت کو پورا کرنا شرعی ذمہ داری تھی۔ دوسرا اہم سبب یہ تھا کہ شاہجہاں ممتاز محل کی یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت اس کو ایک ایسے رابطہ کی ضرورت تھی جو اس کے رشتۂ محبت کو زندہ اور برقرار رکھ سکے۔ وصیّت کی تکمیل ہی ایک ایسا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ذریعہ تھا جس کے سہارے وہ ممتاز کے قریب رہ سکتا تھا چنانچہ وہ حکومت کی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہوئے تاج کے مسائل سے کبھی غافل نہ رہا۔ عمارت جوں جوں تکمیل کے مرحلے طے کرتی جاتی تھی شاہجہاں کا انہماک فزوں تر ہوتا جاتا تھا۔ عمارت بن چکی تو وہ تھا اور تاج محل۔ مثمن برج کے پرسکون ماحول میں مقبرے پر یوں نظریں جمائے رکھتا جیسے وہ ممتاز محل سے پوچھ رہا ہو کیوں ممتاز! تم اپنی ابدی آرامگاہ سے مطمئن ہو، یا کبھی تاج کو اس طرح دیکھتا جیسے ممتاز کے نیند سے بیدار ہونے کا منتظر ہو۔ اسی انتظار میں اس نے تاج کو دیکھتے ہوئے زندگی کی آخری سانس لی۔ تیسرا سبب یہ تھا ممتاز کی تمنا اس کے ذوق کے عین مطابق تھی۔

تاج کا نقشہ

شاہجہاں بچپن سے فن تعمیر کا دلدادہ تھا اس کا ذوقِ تعمیر بہت ارفع و اعلیٰ تھا۔ چھٹپن ہی میں اس نے ارتاہ باغ اور قلعہ میں اپنے محل کو حسب منشا تعمیر کرواکر جہانگیر سے داد حاصل کرلی تھی۔ دراصل وہ تعمیر کار شہنشاہ ENGINEER EMPEROR تھا۔ بہت ممکن ہے اس نے اپنے ذہن میں ممتاز کے مقبرے کا کوئی نقشہ مرتب کرلیا ہو لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش میں اس نے اپنی ذات پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس شہکار عمارت کے لئے بڑے جتن کئے۔ اعلیٰ تر تخلیق کی جستجو میں اس نے اندرون اور بیرون ملک سے یگانۂ روزگار ماہرینِ تعمیر کو منھ مانگے مشاہرے پر دارالسلطنت میں جمع کیا۔ ان سے "نایاب" "کمال لطیف" اور "عجیب وغریب"[1] عمارت بنانے کی خواہش ظاہر کی۔ نقشہ سازوں نے کئی نقشے بنا کر پیش کئے لیکن سب مسترد ہوئے[2]۔ کوئی نقشہ شہنشاہ کے حسب منشا تیار نہ ہوتا تھا۔ شاہجہاں کی بے چینی دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ آخر کار موجودہ نقشۂ تاج تیار اور منظور ہوا۔ اس نقشہ کے بارے میں کئی روایتیں مشہور رہیں۔ اہلِ دلق وخرقہ کا کہنا ہے کہ " اکبر آباد میں ایک درویش صاحب کمال رہتے تھے۔ انھوں نے بادشاہ سے کہا بیگم کی وصیّت تھی کہ عمارت

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بے نظیر ہو۔ جو بھی نقشے لوگوں نے بنائے وہ بیگم کی وصیت کو پورا نہیں کرتے۔ وصیت کو پورا کرنا آپ پر فرض ہے۔ میں آپ کی مشکل حل کئے دیتا ہوں۔ چنانچہ درویش موصوف نے ایک نقشہ وہیں بیٹھے بیٹھے بنا دیا۔ نقشہ دیکھ کر ماہرین انگشت بدنداں رہ گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسی نقشہ کے مطابق عمارت بنانے کا کام سرانجام دیا جائے۔[۳]

مورخین اللہ والوں کی باتوں کو حقیقت امر کے طور پر نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک وہی بات مسلمہ ہوتی ہے جس کا کوئی دستاویزی ثبوت موجود ہوتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی تاریخ نے خلاف عادت یا خرق عادت ہونے والے واقعات کو اپنے دامن میں کشادہ دلی سے جگہ دی ہے۔ سیکڑوں واقعات دنیا میں رونما ہوتے رہتے ہیں جو کسی غیبی پشت پناہی اور روحانی فیضان کا احساس دلاتے ہیں۔ اخلاص کا مابعد الطبیعاتی پہلو اپنے اندر نت نئے آثار رکھتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ارجمند بانو کی دلی آرزو اور شاہجہاں کے خلوص نے درویش کے ذریعہ ان کی تمنا پوری کر دی ہو۔

حیرت کی بات

جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ ماہر نقشہ ساز تاج کے نقشے بناتے تھے اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے لیکن سب مسترد ہو جاتے تھے۔ اس کے باوجود ۹، ۱۰ مہینوں میں اس عجوبہ روزگار عمارت کے پیچیدہ نقشہ کا تیار ہو جانا حیرتناک بات ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن امر یہ ہے کہ شہنشاہ کے حسب منشا موزوں ترین زمین تین چار مہینوں میں دستیاب ہو گئی۔ چنانچہ ممتاز محل کی لاش کو برہان پور سے لاکر آگرہ میں اسی خرید کردہ زمین کے ایک گوشہ میں محفوظ کر دیا گیا جہاں مقبرہ بننے والا تھا۔

تاج محل کی تعمیر کا کام ممتاز محل کے انتقال کے ایک ہی سال کے اندر شروع کر دیا گیا۔ تعمیر کے ابتدائی مراحل آناً فاناً طے ہو جانے سے تو ایسا لگتا ہے جیسے قدرت بھی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس مقبرے کی تعمیر کے حق میں تھی۔ سچ پوچھئے تو اس قدر مکمل عمارت کے پیچیدہ نقشہ کی تیاری اور موزوں زمین کی دستیابی بڑے کٹھن مرحلے تھے جو یوں طے ہو گئے جیسے مدتوں پہلے تیار شدہ نقشہ معین کردہ زمین پر صرف آغاز تعمیر کا منتظر ہو۔ یہی دیکھئے جب ہم اس عہد میں سفر کرتے ہیں تو آگرے میں بلکہ سارے ملک میں عالیشان محلوں، خوش وضع ڈیوڑھیوں اور خوبصورت مکانوں کی تعمیر کا رجحان عام نظر آتا ہے۔ دورِ شاہجہانی کی سیر کرتے ہوئے بار بار یہی خیال آتا ہے کہ تاج کے لئے منتخب زمین پر تو راجہ بیربل کے محل کی طرح راجہ مان سنگھ کا یا اس کی اولاد کا کوئی شاندار محل کھڑا ہوتا۔ لیکن یہ زمین باغ کی شکل میں یوں محفوظ رہی جیسے قدرت نے خود اس کو روضۂ ممتاز محل کے لئے روک رکھا ہو۔

زمین کا انتخاب تاج جس زمین پر کھڑا ہے وہ زمین راجہ مان سنگھ کی ملکیت تھی۔ عہد شاہجہانی میں اس کا پرپوتا راجہ جے سنگھ اس پر قابض و متصرف تھا۔ اس زمانہ میں اس پر باغ تھا جس میں میوے دار درختوں کی کثرت تھی۔ تاج کے معمار نے اس زمین میں سے (۴۲ء۴۱) ایکڑ کا ایک مستطیل ٹکڑا منتخب کیا۔ بادشاہ نے راجہ جے سنگھ سے اس زمین کو بہ رضا و رغبت خریدا اور زمین کے معاوضہ میں ذریعہ فرمان مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۶۳۲ء اس کو چار حویلیاں دیں[۴]۔ زمین کی یہ قیمت عام نرخ سے کہیں زیادہ تھی۔ ایچ۔ ای۔ ایس کنور کے اندازے کے مطابق ۴ دام فی گز کے حساب سے ۴۲ء۴۱ ایکڑ کی قیمت صرف ۲۰۱۳۰ روپئے ہوتی ہے۔ مغلیہ دور میں حویلیاں ایک لاکھ تا ۵ لاکھ روپئے میں تعمیر ہوتی تھیں[۵]۔ شاہجہاں نے تو تعمیرات پر دل کھول کر روپیہ صرف کیا ہے۔ اگر حویلیوں کی کم سے کم قیمت فرض کی جائے تو راجہ جے سنگھ کو زمین کے معاوضہ میں ۴ لاکھ روپئے ادا کئے گئے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

یوں بھی راجہ جے سنگھ شاہجہاں کا رشتہ دار ہوتا تھا۔ راجہ مان سنگھ اکبری افواج کا سپہ سالار تھا۔ اس کی پھوپھی یعنی راجہ بہاری مل کی بیٹی اکبر کی چہیتی بیوی تھی جس کا لقب مریم زمانی تھا۔ جہانگیر اسی کے بطن سے تھا۔ مان سنگھ کی بہن یعنی راجہ بھگوان داس کی بیٹی جہانگیر کی بیوی تھی جس کا لقب شاہ بیگم تھا۔ جہانگیر اس کو بے حد چاہتا تھا۔ اس کا انتقال ۱۰۲۳ھ میں ہوا[۶]۔ راجہ جے سنگھ خود شاہجہاں کی سرکار میں اونچے عہدے پر مامور تھا۔ اورنگ زیب کے عہد میں دکن کا سربراہ مقرر ہوا۔ اس کا انتقال ۱۰۷۸ھ میں ہوا[۷]۔ اس خاندان کے تعلقات اکبر سے اورنگ زیب تک استوار رہے۔ اس لئے زمین کی خرید و فروخت میں جبر و اکراہ کا کوئی امکان نہیں۔

زمین کے انتخاب کے اسباب

تاج کے تخلیق کاروں نے تعمیر کے آغاز سے تزئین کے آخری مرحلہ تک انتہائی احتیاط اور دقت نظر سے کام لیا ہے انھوں نے بادشاہ کے منشا کے ساتھ ساتھ فنی تقاضوں پر پوری توجہ دی ہے۔ زمین کے انتخاب میں ذیل کی باتوں کو پیش نظر رکھا ہے۔

۱۔ مقبرہ دارالسلطنت آگرہ میں ہو اور قلعہ سے قریب ہو۔

۲۔ مقبرہ کا ماحول شہر کے شور و غوغا سے دور ہو۔

۳۔ فضا پر سکون اور دل آویز ہو۔

۴۔ مقبرہ قلعہ کے مثمن برج سے اسی طرح نظر آئے جس طرح قلعہ برہانپور سے باغ زین آباد نظر آتا تھا جس میں ممتاز کی عارضی آرام گاہ تھی۔

۵۔ ماحول کی دلکشی تصنع سے پاک اور فطرت سے ہم آہنگ ہو۔

۶۔ مقبرہ کے باغ کے لئے پانی آسانی سے فراہم ہو سکتا ہو۔

۷۔ مقبرہ ایسی مناسب بلندی پر ہو جو سواد شہر سے نظر آئے لیکن بلندی کا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

گھوڑوں، خچروں اور بیل گاڑیوں کی لام لگی تھی جو ٹوٹنے نہیں پاتی تھی بیجا سال، شیشم دیودار، صندل اور آبنوس کے درخت ترائی سے کٹ کر آگرے کے میدان میں اکٹھا ہو رہے تھے۔ چار کوہ اور مکرانہ سے سفید چمک دار سنگ مرمر، راجستھان سے پیلا (کھٹو) اودے پور سے سیاہ، ٹرودے سے سبز بند کی دار، وسطی ہند سے ہلکا گلابی، کانگڑہ سے سرمئی، اور آندھرا کے علاقہ کڑپہ سے چنکبرے سنگ مرمر کے زیر زمین پہاڑ کٹ کٹ کر رنگا رنگ پہاڑیاں بنا رہے تھے۔ کہیں چونے کے تودے لگ رہے تھے کہیں اینٹوں کی بھٹیاں سلگ رہی تھیں، کہیں بتاشہ (موٹا کنکر) اور باریک ریت کے ٹیلے بن رہے تھے، کہیں گڑ کی بھیلیاں ڈھیر ہو رہی تھیں، کہیں ارد کی دال کے تھیلے گودام کئے جا رہے تھے۔ ادھر پٹ سن سے میدان پٹ گیا تھا۔ ادھر رومی مصطگی کی بوریاں جمع ہو رہی تھیں۔ کہیں بیسن کے ڈبے جمائے جا رہے تھے۔ ایک طرف گوند اکٹھا کیا جا رہا تھا دوسری طرف چربی کی تھاپیوں کے چبوترے بن رہے تھے۔ ایک طرف حوضوں میں آب بلجیر (ادویات ملا ہوا پانی) چھلک رہا تھا۔[۱۴۱]

سنگ تراش، گل کار، پنجرہ ساز، اینٹ ساز، بڑھئی، لوہار، آرائش خطاط، طغرا نویس، گنبد ساز، کلس ساز، منبت کار، پچیکار اور معمار کے علاوہ ان کے مددگاروں اور عام مزدوروں نیز ان کام کرنے والوں کی آسائش کا سامان فراہم کرنے والے بیوپاریوں سے ایک بارونق اور مصروف مزدوروں کا شہر آباد ہو گیا تھا۔ کہیں پکی اینٹیں تیار ہو رہی ہیں کہیں اینٹوں کو چربی پلائی جا رہی ہے کہیں شکنجے، کیلے، قلابے بن رہے ہیں کہیں بڑے بڑے درختوں سے ایک ڈال شہتیر نکالے جا رہے ہیں۔ کہیں چوکھٹے، دروازے اور اڑ ڈنڈے تیار ہو رہے ہیں کہیں دروازوں پر چاندی مڑھی جا رہی ہے۔ سنگ تراش پتھر کے دل کو موم کر کے اس مرثیہ کی زبان دینے میں مصروف ہیں جو ہر دور کے آدمی کو متاثر کر سکے طغرا نویس کلام الٰہی کے اس عنوان کو نقش کر رہے ہیں کہ ان پر نظر کرو تو اسرار کا جلال و ہیبت طاری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کر دے۔ سمجھو تو دریائے رحمت پروردگار سے دل کو سکون میسّر آئے۔ خطاط سنگ موسیٰ کی لکنتِ زبان دور کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کے سجاؤ کو دیکھو تو جنت نگاہ اور ان کی صدائے خاموش دل سے سنو تو فردوس گوش بن جائے۔ جوہری کمال دیدہ ریزی سے لعل پکھراج، عقیق، فیروزہ، مونگہ، ریگ، رخام، طلا، یاقوت، زمرد، نیلم، لاجورد، جدوار یشیب، بانسی، بادل ابری، نخود، ہیرا عجوبہ، سلیمانی، پتونیہ، لہسنہ، تانبڑہ، غوری، پنکھنی، سنکھ، مروارید اور وہاں فرنگ کے علاوہ نہ جانے کتنے قیمتی جواہرات سے تاج کی تزئین کی تیاری کر رہے تھے۔

ان سب فرض شناس فنکاروں کا ایک ہی مقصد تھا کہ وہ اپنے محبوب شہنشاہ کے تخیّل کو پیکر عطا کرنے میں پوری تندہی کے ساتھ ایک دوسرے سے مکمل تعاون کریں۔ ان سارے فنکاروں، معماروں، صنعت کاروں اور عام مزدوروں کے استغراق کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کے سب ایک متحرک اکائی میں تحلیل ہو گئے ہیں، جیسے شہنشاہ کی آرزو ان سب کی آرزو بن گئی ہے۔ اکثر یوں محسوس ہوتا تھا کہ یہ سب فنکار ایک مرکز پر سمٹ کر شاہجہاں بن گئے ہیں یا پھر شاہجہاں تقسیم ہو کر ان سب میں پھیل گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاہجہاں ممتاز محل کا روضہ جلد سے جلد مکمل کرنے کے لئے بہت بے چین تھا۔ اس نے تاج کے مسائل پر اتنی ہی توجہ دے رکھی تھی جتنی وہ ملکی مسائل پر دیا کرتا تھا۔ چنانچہ تاج کے لئے راجہ جے سنگھ کے زیر تصرف زمین منتخب ہوتے ہی اس نے ایک ہی دن میں دو فرامین جاری کئے اور حویلیوں کی صراحت کے ساتھ چار حویلیاں راجہ جے سنگھ کے حوالے کر دی گئیں۔ اسی طرح یقین ہے کہ عمارت کا چوبی نمونہ تیار ہوتے ہی تعمیری اشیا کی فی الفور خریداری کے لئے ضروری فرامین جاری کئے ہوں گے کیوں کہ چوبی نمونہ کی تیاری کا مطلب یہی ہے کہ اصل عمارت اسی ڈھب سے بنے گی اور اب اس میں کوئی ردو بدل نہیں کیا جائے گا۔ اس کی رنگ آمیزی، سنگ تراشی، گل کاری، منبت کاری، پچیکاری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

غرض ہر چیز کی پلاننگ مکمل کرلی گئی تھی۔ منصوبہ کے تحت کاریگروں اور خاص طور پر تاج کے آرکیٹکٹ کو اندازہ تھا کہ عرق ریزی اور دیدہ ریزی کے مرحلے کتنی مدت میں طے ہوسکیں گے اس لئے پتھر کی تراش کا کام بہت پہلے شروع کر دیا گیا ہوگا۔ شہنشاہ کو خود بھی کام کی نوعیت اور اس کے مرحلوں کا اندازہ تھا۔ چنانچہ اس نے ابتدا ہی میں تعمیر کی شروعات کے ساتھ ہی پہلا فرمان ۹ رجب ۱۰۴۱ھ م ۲۱ جنوری ۱۶۳۲ء کو نافذ کیا۔ اس وقت تک محققین کو پانچ فرامین مل سکے ہیں۔ یہ پانچوں فرامین اتفاق سے راجہ جے سنگھ ہی کے نام ہیں جس سے تاج کے لئے زمین خریدی گئی تھی۔ ان میں سے دو فرمان زمین کی خریداری کے بارے میں ہیں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے باقی تین فرمان سنگ مرمر کی خریداری اور ذرائع حمل ونقل سے متعلق ہیں ان میں سے ابتدائی دو فرمان تاج کی تعمیر کی شروعات ہی کے زمانہ کے ہیں۔ پہلا فرمان ۹ رجب ۱۰۴۱ھ م ۲۱ جنوری ۱۶۳۲ء کو راجہ جے سنگھ کے نام جاری ہوا جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ داد کو مکرانہ میں سنگ مرمر کی خریداری کے لئے متعین کیا گیا ہے اور جے سنگھ سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ مکرانہ کے سنگ مرمر کو اکبرآباد تک لانے کے لئے جس قدر بھی ممکن ہوسکیں بیل گاڑیاں فراہم کردے اور کل لاگت سرکاری متصدی سے حاصل کرے[15] دوسرا فرمان اسی راجہ جے سنگھ کے نام ہے جو ۳م ربیع الاول ۹ رستمبر ۱۶۳۲ء کو جاری کیا گیا۔ اس فرمان میں بھی یہی ہدایت کی گئی ہے کہ مکرانہ میں مالک شاہ کو سنگ مرمر کی خریداری کے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کو ممکن سہولتیں فراہم کی جائیں اور زیادہ سے زیادہ بیل گاڑیاں مہیا کی جائیں تاکہ سنگ مرمر جلد سے جلد اکبرآباد پہنچ سکے[16]۔ تیسرا فرمان بھی راجہ جے سنگھ کے نام ۷ رصفر ۱۰۴۷ھ م ۲۱ رجون ۱۶۳۷ء کو جاری ہوا یہ فرمان بادشاہ کی بے چینی کا بھی مظہر ہے۔ فرمان:

" معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آدمیوں نے سنگ تراشوں کو امبر

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

(جے پور) میں روک رکھا ہے۔ اس کی وجہ سے مکرانہ میں سنگ
مرمر کاٹنے کا کام متاثر ہو رہا ہے۔ خواہش کی جاتی ہے کہ تم امبر
کے تمام سنگ تراشوں کو مکرانہ کے متصدی کے پاس روانہ کر دو
تاکہ کام متاثر نہ ہو اور سنگ مرمر برابر آتا رہے۔"[۱۷]

ان تینوں فرمانوں سے یقین ہوتا ہے کہ دیگر اشیاء کی خریداری کے لئے بھی فرامین جاری ہوئے ہوں گے جو فی الحال ہماری دسترس میں نہیں ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعمیری اشیا شروعات تعمیر ہی سے مہیا کی جانے لگی تھیں۔ سب سے بڑھ کر شہنشاہ کے انہماک کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ وہ تاج کی تعمیر کے سلسلہ میں کسی رکاوٹ کا روادار نہیں تھا۔ وہ ذرا سے تعطل کو برداشت نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ تیسرے فرمان سے واضح ہے۔ ان فرامین سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعمیری اشیا مسلسل اور برسوں آتی رہیں۔

زمین کی کھدائی

زمین کی خریداری کے ساتھ ہی (۲۰۰۰) فٹ لمبے اور (۱۰۰۰) فٹ چوڑے احاطہ زمین کو ہموار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا کیوں کہ یہ زمین مٹی کے تودوں اور پتھریلے ٹیلوں کی وجہ سے بے حد ناہموار تھی۔ زمین کو حسب منشا ہموار اور مسطح کرنے میں چار پانچ سال صرف ہوئے۔ اس کے بعد ۴۰۰×۴۰۰ مربع فٹ زمین کو ۴۴ فٹ گہرا کھود کر نرم مٹی کو نکال دیا گیا۔ اس طرح مضبوط بنیاد کے لئے تقریباً (۲۶۰،۰۰۰) مکعب گز مٹی سے میدان صاف کر دیا گیا۔ دریا کے کنارے بننے والے محلوں کے طرز تعمیر پر بنیاد کھودی گئی۔ اس زمین پر (۳۱۳×۳۱۳) مربع فٹ کے مربعی قطعہ زمین پر اصل روضہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس قطعۂ زمین پر (۱۰) اور (۱۵) فٹ قطر کے چالیس کنویں کھودے گئے جن کی گہرائی چالیس فٹ تھی۔ انجینیروں کو اتنی گہرائی پر ایسی سخت چٹانی تہ میسر آ گئی جو مستحکم بنیاد کے لئے ضروری تھی۔ ہر دو کنوؤں کے محیطوں کے درمیان ۱تا ۱½ فٹ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

فاصلہ رکھا گیا یعنی ہر دو متصلہ کنوؤں کے مرکزوں کا درمیانی فاصلہ ½۱۱ فٹ رکھا گیا۔

بنیاد کی تیاری

اسی دوران بیجا سال کے (۹) انچ قطر والے (۴۰) فٹ لمبے ایک ڈال شہتیر تیار کئے گئے۔ پانچ شہتیروں کا ایک ایک لٹھا اس طرح تیار کیا گیا کہ ہر لٹھے کو مساوی الفاصلہ (۱۸) لوہے کے شکنجوں سے پیتل کی کیلیں ٹھونک کر کس دیا گیا۔ ہر کنویں میں ایسے (۱۸) لٹھے آتارے گئے۔[19] ان لٹھوں کے اطراف ادویات ملی ریت اور آبی چونے سے خاص طریقے سے تیار کئے گئے مرکب کو ڈال کر دھمس کر دیا گیا۔ اس مرکب یا ایک طرح کی گچ نے نہ صرف کنوؤں کے پانی کو اچھال دیا بلکہ اطراف کے تمام جھروں کو بند کر کے لٹھوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اور خود بھی بنیاد کا سنگین جز بن گئی۔ اس طرح تاج کی نیاد میں بیجا سال کے (۹۰×۴۰) = (۳۶۰۰) شہتیر استعمال ہوئے جو (۳۶۰۰/۵) = ۷۲۰ لٹھوں پر مشتمل ہیں۔

بیجا سال کے شہتیروں کو بنیاد میں استعمال کرنے کی مصلحت یہ تھی کہ اس لکڑی کی عمر بہت طویل ہوتی ہے۔ اس لکڑی کو نہ کیڑا کھاتا ہے نہ اس پر پانی کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بیجا سال نہ سڑتی ہے نہ گلتی ہے۔ دنیا کی خوبصورت ترین عمارت تاج کی نیو بیجا سال پر رکھی گئی تاکہ سال بھر وہ ہر دور کے زائر کی نگاہ کو آئینۂ حیرت بناتی رہے۔

تاج محل کی اینٹ اور اس کی تیاری

مغلیہ دور میں اینٹوں کے حجم کا کوئی مستقل پیمانہ نہیں تھا۔ مختلف محلوں اور قابل ذکر عمارتوں کی اینٹوں کی پیمائش سے یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ معمار اپنے اپنے حساب سے اینٹیں تیار کروا لیا کرتے ہوں گے۔ آگرے کے قلعہ ہی میں اکبر کے محل کی اینٹوں کا حجم (۸ × ½۷ × ½۱) مکعب انچ ہے اور جہانگیر کے محل کی اینٹ کا حجم (½۷ × ۵ × ¼۱) مکعب انچ ہے۔ موتی مسجد کی اینٹ کا حجم

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

(۷×۳¾×۱) مکعب انچ ہے۔ اس کے علاوہ اینٹوں کی شکل وصورت SHAPES بھی مختلف ہوتی تھی۔

تاج محل میں استعمال ہونے والی اینٹیں بھی مختلف حجم والی ہیں۔ اس کی بنیاد پر بننے والے محرابوں میں (۷×۴½×۱) مکعب انچ کی اینٹ استعمال ہوئی ہے۔ دوسرے مقامات کی دیواروں میں کہیں (۲½×۷×۴½×۱) مکعب انچ اور (۷×۲½×۵×۱) مکعب انچ کی اینٹ استعمال ہوئی ہے۔[۲۰]

مغل دور کی عام عمارتوں میں تین قسم کی اینٹیں استعمال ہوتی تھیں (۱) کچی اینٹیں (۲) ادھ جلی اینٹیں (۳) آگ میں تپی ہوئی یا پکّی اینٹیں۔ پکی اینٹوں کی بھی دو قسمیں تھیں پہلی قسم لاکھوری (لاہوری) اینٹ کی تھی۔ دوسری قسم کاکائی اینٹ کی تھی۔ یہ اینٹ سب سے اعلیٰ قسم کی سمجھی جاتی تھی۔ پہلی قسم کی پکی اینٹ اکثر شاہی محلوں میں استعمال ہوئی ہے۔ تاج میں کاکائی اینٹ استعمال ہوئی ہے۔

تاج کے معمار نے اس عمارت کے لئے خاص طور پر اینٹ تیار کروائی۔ اس نے عام اینٹوں کے حجم سے اس اینٹ کا حجم کم رکھا۔ اس دور کی اینٹ کا اوسط حجم (۸×۲½×۷×۳¾×۱) مکعب انچ ہوتا تھا۔ تاج کے معمار نے اپنی تعمیر کے لئے اینٹ کا حجم (۷×۴½×۱) مکعب انچ رکھا۔ یہ اینٹ سب سے اعلیٰ قسم کی کاکائی اینٹ تھی اس کی تیاری کے لئے خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ دریا کے کنارے اس اینٹ کے لئے موزوں مٹی دستیاب ہوگئی تھی۔ اس لئے یہیں بھٹیاں لگائی گئیں۔ سب سے پہلے مقررہ پیمائش کے سانچوں سے کچی اینٹ تیار کرلی جاتی پھر اسے دھوپ میں خوب سکھا لیا جاتا۔ ان سوکھی ہوئی اینٹوں کو مخصوص طریقے سے تہ در تہ جما لیا جاتا۔ ان کے چاروں طرف اپلے (گائے اور بھینس کا سوکھا گوبر) بھٹی کے طریقہ پر جمائے جاتے۔ ان پر مٹی کا دبیز لیپ چڑھا دیا جاتا۔ جگہ جگہ ہوا اور دھوئیں کے داخل اور خارج ہونے کے لئے موکھے چھوڑ دیئے جاتے۔ درمیانی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

حصہ چولھے کی طرح ہوتا۔ بھٹی تیار کر کے اسے آگ دی جاتی۔ اینٹوں کو مقررہ مدت تک پکایا جاتا اس کے بعد بھٹی کھولی جاتی۔ یہی اینٹ درجہ اول کی کاکائی اینٹ کہلاتی۔

تاج میں اس اعلیٰ قسم کی اینٹ کو اسی طرح استعمال نہیں کیا بلکہ انھیں "پن روک" WATER RESISTANT بنایا گیا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ بڑی بڑی کڑھائیوں میں چربی کھولائی جاتی۔ اس میں خاص ادویات ملائی جاتیں پھر کھولتی ہوئی چربی میں کاکائی اینٹیں ڈالی جاتیں۔ انھیں اتنی دیر تک رکھا جاتا کہ اینٹوں کے مسامات میں چربی بھر جاتی اور ان پر چربی کی ہلکی تہ چڑھ جاتی۔ انھیں کڑھائیوں سے نکال کر ہوا میں کھلا جما دیا جاتا یہی "پن روک" کاکائی اینٹیں تاج میں استعمال ہوئی ہیں۔

گچ کی تیاری

تاج میں جو گچ استعمال ہوئی ہے وہ مخصوص طریقہ سے تیار کی گئی تھی۔ باجرہ (باریک کنکر) اور آبی چونے کو مساوی مقدار میں خوب ملایا جاتا۔ اس میں گڑ، رومی مصطگی، اڑد کی دال، گوند، بیسن اور پٹ سن کو مخصوص تناسب میں ملایا جاتا پھر آب بلجیر (کیمیاوی پانی) اس میں ڈال کر خوب دنگ کیا جاتا۔ یہ گچ انتہائی لس دار اور کس دار ہونے کے ساتھ بہت ہی مضبوط ہوتی۔ اس کی مضبوطی اور طاقت کا یہ عالم ہوتا کہ اگر پتھر سے توڑنا چاہیں تو پتھر ٹکرا کر خود پاش پاش ہو جاتا تھا۔ تاج کے پایہ میں یہی گچ بھری گئی ہے۔

مضبوط، طاقتور اور پتھر کی طرح سخت گچ کی تیاری کو دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ تاج کے معمار نے اس میں استعمال ہونے والی اینٹوں کے حجم کو کیوں کم کر دیا۔ معمار نے اینٹ کے حجم کو کم کر کے گچ کے ردّوں کے حجم کو بڑھا دیا کیونکہ وہ گچ کی قوت اور دیرپائی سے واقف تھا۔ وہ گویا دو اینٹوں کے درمیان گچ کے ردّے نہیں رکھ رہا تھا بلکہ مضبوط پتھر دے رہا تھا۔ اس حساب سے اگرچہ کہ اینٹوں کی تعداد میں کافی کمی ہو گئی لیکن

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

عمارت زیادہ مستحکم ہوگئی۔ ایچ۔ ای۔ ایس کنور کے اندازے کے مطابق تاج اور اس کی ملحقہ دیواروں میں جملہ (۱۴۰۰۰۰۰۰۰) چودہ کروڑ اینٹیں صرف ہوئیں[۲۳]۔ اگر اس کی اینٹوں کا حجم عام اینٹوں کی طرح ہوتا تو اس سے بھی زیادہ اینٹیں درکار ہوتیں۔ تاج کے معمار نے عمارت کی مضبوطی پائیداری اور دیرپائی کے لئے سنگین گچ کا خاص طور پر زیادہ استعمال کیا۔

ایک دلچسپ واقعہ

جب بنیاد تیار ہو چکی تو معمار نے شاہجہاں سے ۳ مہینے کی رخصت کا معروضہ کیا جو منظور کر لیا گیا۔ معمار رخصت کی منظوری کے ساتھ ہی آگرے سے باہر چلا گیا لیکن رخصت ختم ہونے پر اپنے کام پر رجوع نہیں ہوا غیر حاضری بڑھتی ہی گئی تو تلاش شروع ہوئی لیکن ایک سال تک اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ حکومت کی مشینری تھک ہار کر بیٹھ گئی۔ ایک سال ختم ہونے کے بعد معمار خود حاضر دربار ہو گیا اور معروضہ کیا کہ فدوی کے غیر حاضر ہونے کی مصلحت یہ تھی کہ بنیاد پر سے سال کے تمام موسم گزر جائیں کیونکہ بنیاد کے استحکام کے لئے یہ ضروری تھا۔ فدوی کو شہنشاہ کی بے چینی کا اندازہ تھا۔ بنیاد کی تکمیل کے ساتھ ہی دیواروں کی تعمیر عمارت کے استحکام کو صدمہ پہنچا سکتی تھی۔ شہنشاہ خود اصول تعمیر سے واقف تھا، معقول وجہ سن کر غیر حاضری معاف کر دی[۲۴]۔ اس کے بعد تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر تکمیل تک نہیں رُکا۔

کنوؤں کی بنیاد کو کمانوں یا محرابوں کی شکل میں مربوط کر دیا گیا۔ کنوؤں کے درمیان مضبوط بھرت ہے۔ وزن کو مساوی طور پر تقسیم کر کے پائے کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔ ہر موڑ پر یہ خیال مدنظر رکھا گیا ہے کہ بالائی عظیم عمارت کی تعمیر کے لئے مستحکم بنیاد میسر آجائے۔ جمنا کی طرف ۶ شاہجہانی گز = (۱۱، ۱۳) میٹر بلند پشتہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تعمیر کیا گیا جو ایک بڑے بوجھ کو سنبھالے ہوئے کنووں کے سلسلہ پر قائم ہے۔
اصل بنیاد سے ہٹ کر دریا کی طرف ایک خاص نسبت میں کنوئیں کھود دے گئے۔ یہ کنوئیں ۳، ۷، ۱۷ کی نسبت میں ہیں۔ اصل عمارت کے شمال مغرب کی طرف کنووں کی تعداد زیادہ ہے۔ یعنی بساتی برج کی طرف جدھر پانی کے خطرناک دباؤ کا زیادہ اندیشہ ہے۔ جماعت خانے کی طرف کنووں کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ ان کنووں میں کاکاٹی اینٹ اور گچ استعمال ہوئی ہے جن میں دیودار کے عمودی اڑ ڈنڈے لگائے گئے ہیں۔

مغل مہندس یا معماروں نے تمام جزیات پر گہری نظر رکھی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ روضہ کے اطراف وزن کا دباؤ کیا ہے جو ۹۹۷×۳۷۳×۲۸۵ مکعب فٹ یعنی ۳۰۳٫۸۹ × ۶۹ × ۱۱۳ × ۸۶٫۸۷ مکعب میٹر ہے۔ صرف گنبد کا وزن (۱۲٫۰۰۰) ٹن یعنی (۱۲۱۹۲٫۵۶) میٹرک ٹن ہے۔ مزار کی دیواریں ۷٫۹ ٹن یعنی ۸٫۰۲ میٹرک ٹن فی مربع فٹ بوجھ سہارے ہوئے ہیں جو فی مربع فٹ عام وزن سے زیادہ ہے۔ عمارت کے بوجھ کو نہ تو ایک مرکز پر جمع ہونے دیا گیا ہے اور نہ وزن کی تقسیم کو غیر مساوی رکھا گیا ہے۔ محرابی تہ خانے اور پشتوں کو تعمیر کر کے عمارت کے بوجھ کو ان کے واسطے سے بنیاد کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔ دیواروں سے باہر نکلے ہوئے حصوں کو لوہے کے شکنجوں سے ایک نظام کے تحت مضبوط کر دیا گیا ہے تاکہ وزن کے پھٹ پڑنے کے اثر کو زائل کیا جا سکے۔ اس پورے طریق کار میں عمارت کے جمالیاتی پہلو کو ہر آن پیش نظر رکھا گیا ہے۔[۲۶]

تہ خانہ

جیسا کہ اوپر وضاحت کی گئی ہے کہ محرابی تہ خانوں کی تعمیر عمارت کے وزن کو بنیاد کی طرف منتقل کرنے کے لئے کی گئی۔ اس تعمیر کا طریقہ یہ تھا کہ بنیاد کے کنووں پر ستون استادہ کئے گئے جن کو محراب کی شکل میں مربوط کیا گیا ان پر لداؤ چھت ڈال دی گئی۔ اس چھت پر محرابی سروں پر پھر ستون استادہ کئے گئے۔ انھیں پھر محرابی شکل میں منتقل کر دیا گیا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس طرح تہ خانہ وجود میں آیا۔ یوں بھی تہ خانے کا بن جانا ضروری تھا کیوں کہ میت زمین میں دفن کی جاتی ہے اور مقبرہ اسی زمین پر تعمیر ہوتا ہے جیسے لنگر فیض عام میں قطب شاہی مقبرے ہیں۔ یوں بھی جہاں کہیں بھی مقبرے ہوں اصل قبر زمین پر مقبرے یا روضہ کی کرسی کے نیچے رہتی ہے اور یہی کرسی نچلے حصہ میں تہ خانہ بناتی ہے۔

ایک عرصہ تک مورخین کو اس تہ خانہ کا علم نہ تھا۔ ۱۹۰۵ء میں اس تہ خانہ کا علم ہوا تو مورخین کے درمیان قیاس آرائیوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا کیونکہ اب تک سنگ سرخ کی کرسی پر تعویذ کو اصلی قبر تصور کیا جاتا رہا تھا۔

مورخین کے درمیان تہ خانہ کی تعمیر کے مقصد پر بحث کا سلسلہ جاری ہے۔ ۱۹۰۵ء میں معین الدین اکبر آبادی مؤلف "تاریخ تاج محل"، نے، ۱۹۰۸ء میں ای۔ اے۔ ڈنکن E.A.DUNCAN نے، ۱۹۲۷ء میں ایچ۔ اے ہیول H.A.HEVELL نے، ۱۹۳۰ء میں محمد کالے خاں نے، ۱۹۴۸ء میں مجمدار اور ۱۹۷۲ء میں ایچ۔ آئی۔ ایس کنور نے تہ خانہ کا مشاہدہ کیا۔[۲۷] یہ ماہرین تہ خانہ کے مقصدی ہونے پر متفق ہیں لیکن ان میں اصلی مقصد کیا ہے، اس موضوع پر اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔

تہ خانہ کا ایک مدت تک علم نہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال آمادہ دور میں کسی وقت تہ خانہ بند کر دیا گیا ہوگا جس کا علم کسی کو نہ ہو سکا۔ ۱۷۰۷ء سے ۱۷۲۰ء تک مغلیہ حکومت سخت سیاسی خلفشار کا شکار رہی۔ جاٹوں وغیرہ کے عارضی تسلط کے زمانہ میں تاج کو شدید صدمے پہنچے۔ کسی نے دو تین کروڑ کی مالیت کا ساز و سامان ہتھیا لیا کسی نے کلس کا سونا کھرچ لیا۔ یشیب کا قیمتی دروازہ اکھاڑ لیا۔ اور جواہرات نوچ لئے۔ حالات کی ناہمواری، سیاسی افراتفری اور سماجی بکھراؤ کے اس شہر آشوب میں تہ خانے کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ وقت کی تہیں چڑھتی اور دبیز ہوتی چلی گئیں لیکن تحقیق کی نگاہوں سے کون سا راز چھپا رہ سکتا ہے جو یہ تہ خانہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اوجھل ہوتا۔ ۱۹۷۵ء میں اس تہ خانہ کا پتہ چلا لیا گیا۔

معین الدین کی ابتدائی تحقیق یہ تھی کہ یہ تہ خانہ (۱۴) کمروں پر مشتمل ہے اور تنگ و تاریک ہے۔ ڈنکن کا خیال ہے کہ تہ خانہ دراصل سرداب ہے جو روشن ہے۔ اس نے یہ بھی قیاس ظاہر کیا کہ عرس کے زمانہ میں اشیائے خورد و نوش اور دوسرا ضروری سامان رکھا جاتا ہوگا۔ جمنا کی سمت تہ خانہ کی دیوار کے پاس کشتی کو ٹھہرانے کے چبوترے کی موجودگی سے یہ سمجھا جا رہا ہے کہ شاہجہاں ممتاز محل کی اصلی قبر پہ فاتحہ خوانی کے لئے کشتی کے ذریعہ آتا ہوگا۔ تہ خانہ کی آرائش و زیبائش اور شاہی مزاج کے مطابق تزئین کو دیکھ کر یہ یقین اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ چھت لداؤ ہے جو محرابوں یا کمانوں پر ڈالی گئی ہے۔ دیواروں اور اس طرح بننے والے کمروں کو سرخ اور سبز کیمیاوی رنگوں سے دیدہ زیب بنایا گیا ہے۔ تہ خانہ کے وسطی کمرے کے قریب ایسے آثار ملے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۂ تحقیق جاری ہے۔ ڈاکٹر ناتھ نے کمروں کی تعداد (۱۴) کی بجائے (۱۷) بتائی ہے[۲۸]۔ آئندہ تحقیق پر ممکن ہے یہ معلوم ہو کہ سنگ سرخ کی وسیع و عریض کرسی کے نیچے شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً تہ خانہ پھیلا ہوا ہو جیسا کہ قطب شاہی گنبدوں کی اونچی کرسی کے نیچے تہ خانہ ہے۔ تہ خانہ کے کمروں کے طول و عرض مختلف ہیں۔ ان کمروں کے درمیان (۴) فٹ چوڑا راستہ چلا گیا ہے۔ تہ خانہ کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ممتاز اور شہنشاہ کی دیدہ زیب قبروں کے علاوہ کچھ اور قبریں تو نہیں ہیں کیونکہ مقبروں میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ صاحبِ مقبرہ کی اولاد یا قریب ترین عزیزوں کی قبریں بھی ہوتی ہیں۔

منچان

SCAFFOLDING تاج محل دو منزلہ خوبصورت عمارت ہے۔ یوں تو ہر عمارت کی تعمیر میں دیواروں کی بلندی کے ساتھ ساتھ منچان بھی اونچے ہوتے جاتے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ہیں۔ لیکن تاج کا منچان تاریخی منچان تھا۔ یہ منچان سطح زمین سے دو میل طویل تھا جو تدریجی طور پر (۲۵۰) فٹ بلند اور پیچوان ہوتا چلا گیا تھا۔ یہ منچان بہت مضبوط تھا۔ ابتدا میں ترائی کی لکڑی اس کے لئے استعمال ہوئی جب لکڑی ناکافی ہوئی تو اینٹوں اور گچ کا استعمال ہوا۔ اس منچان کی مضبوطی کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ کوئی ۴۰۰۰ بیل گاڑی، خچر اور ہاتھی وغیرہ معماروں تک مسلسل ضروری اشیا پہنچانے کے لئے اس پر مصروف رہتے تھے۔[29]

تاج محل تقریباً ۲۲ سال میں مکمل ہوا۔ اس کی تعمیر میں بیس ہزار مزدور کام کرتے رہے۔ بعض مورخین مدت تعمیر ۱۶، ۱۷ سال بتاتے ہیں۔ عام طور پر یہ لوگ زمین کے ہموار کرنے میں جو چار پانچ سال صرف ہوئے انھیں شمار نہیں کرتے حالانکہ یہ کام بھی تعمیر کا اہم جز ہے۔

تاج کا ہر مرحلہ بڑی باضابطگی سے طے ہوا اور ہر کام اصولی طریقہ سے انجام تک پہنچا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نقشہ کو قطعیت دیتے ہی کسی تاخیر کے بغیر کام شروع کر دیا گیا۔ سنگ مرمر پر گل کاری کا کام وقت اور محنت چاہتا ہے۔ ظاہر ہے اس کو اینٹ اور گچ کی دیواروں کی تعمیر سے بہت پہلے شروع ہونا پڑا۔ آرائش اور تزئین کے خاکہ کے مطابق مختلف ماہرین فن اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے کیونکہ جوں جوں اینٹ اور گچ کی دیواریں بلند ہوتی جاتیں نیچے سے نقشہ کے مطابق سنگ مرمر لگانے کا کام شروع کر دیا جاتا۔ یہ بات صحیح نہیں ہے کہ اینٹ اور گچ کی پوری عمارت کے بن جانے کے بعد سنگ مرمر چڑھانے کا کام شروع ہوا۔ تاج کی دیواریں ۴ فٹ موٹی ہیں جن پر دونوں طرف ۴/۱-۱ (ایک فٹ ۴ انچ) دبیز سرخ پتھر اور ایسا ہی سنگ مرمر چڑھایا گیا ہے۔[30] سنگ مرمر کے SLAB عمودی اور عرضی طریقہ سے چڑھائے جاتے تھے۔ اس طرح تعمیر اور تزئین دونوں ایک ساتھ ہوتے رہے۔ جوں ہی دیوار بلند ہوتی نقش و

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 3399 91-630238+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نگار سے آراستہ سنگ مرمر دیوار پر لگاتے چلے جاتے تھے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ پتھر کے سینہ پر گل بوٹوں کو ابھارنا بڑی محنت اور ضبط و صبر کا کام ہے۔ اگر کوئی دیوار دس دن میں تیار ہوتی ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس کی تزئین اور خصوصًا سنگ مرمر سے اس کے سِنگھار کے لئے تیس دن پہلے سے تیاری شروع کرنی پڑتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سنگ مرمر شروع ہی سے لایا گیا۔[۳۱]

ہمیں جن کاریگروں، فن کاروں اور معماروں کی فہرست ملتی ہے ان میں سے بیشتر فن کار بڑی محنت اور جانفشانی سے منصوبہ کے تحت بہت پہلے ہی کام شروع کر چکے تھے خصوصًا سنگ مرمر میں جواہرات کی مستحکم تنصیب کا کام دقت نظر اور عرق ریزی چاہتا ہے۔ آفرین ہے ان فنکاروں اور معماروں کو جنھوں نے تاج کو نسوانی پیکر عطا کر کے ایسا سنگھار کیا ہے جس سے ملکہ کی جلالت کے ساتھ شوہر سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانے کا دائمی حزن بھی آشکار ہے۔

تاج محل کا سنگ مرمر

شاہجہاں کو سنگ مرمر سے عشق تھا۔ اس نے اپنے عہد میں جتنی عمارتیں بنوائیں ان میں اس پتھر کا کثرت سے بلکہ صرف اسی پتھر کا استعمال کیا ہے یہاں تک کہ اکبر کے بنوائے ہوئے بعض محلوں کو سنگ مرمر کے بڑے بڑے ہال، محل اور مسجد میں تبدیل کر دیا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے محض سنگ مرمر کا بے تحاشہ استعمال نہیں کیا ہے بلکہ کمال مہارت کے ساتھ وہ معیار قائم کر دیا ہے جس کو خالص تعمیری نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو بجا طور پر مغل طرز تعمیر کی معراج کہا جا سکتا ہے۔ اس دور تعمیر کا نقطۂ عروج تاج محل ہے۔ اسی حد ارتقاء کو دیکھکر مورخین نے ہم آواز ہو کر دور شاہجہانی کے زمانۂ تعمیر کو "سنگ مرمر کا عہد" کہا ہے۔[۳۲]

شاہجہاں نے تاج کی تعمیر کے لئے ملک کے مختلف حصوں جیسے راجستھان، اودے پور

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

وسطی ہند، کانگڑہ، کڑبہ، چارکوہ اور مکرانہ سے سنگ مرمر منگوایا۔ تاج میں سب سے زیادہ مکرانہ کا سنگ مرمر استعمال ہوا ہے کیونکہ مکرانہ کا سنگ مرمر سب سے اعلیٰ قسم کا سنگ مرمر ہے۔ اس کی اور خصوصیتوں کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ اس میں بھی حیرت ناک نزاکت کے ساتھ رنگ بدلتے جاتے ہیں مثلاً طلوعِ سحر کے وقت تاج حسن خوابیدہ دکھائی دیتا ہے، دوپہر میں آنکھوں کو چندھیا دینے والی چمک سے سفید بھک ہو جاتا ہے، سرِ شام مسحور کن زرد گلاب بن کر کھل اٹھتا ہے اور چاندنی میں ــــ چاندنی میں اس کی خوبصورتی سحر سے بھی بڑھ کر کچھ ایسی ہو جاتی ہے جس کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اہلِ نظر کو یہی کہتے سنا گیا ہے کہ تاج کوئی ماورائی حسن ہے جس کو زمین نے اپنے سینے سے لگا رکھا ہے۔[۳۳]

تاج کی پیمائش

عمارت کا کل رقبہ تقریباً (۴۲) ایکڑ۔

صدر دروازے کے سامنے کا چبوترہ (۱/۲ ۲۱۱ × ۱/۲ ۸۶) مربع فٹ۔

صدر دروازے کی بلندی (۸۰) فٹ۔

دروازے کی چوڑائی (۱/۲ ۱۰) فٹ

صدر دروازہ کے اندر مثمنی کمرہ کا قطر ساڑھے اکتالیس فٹ، کمرے کی چھت لداؤ ہے، چھت پر بھول بھلیاں (۴) کمرے، ۲۲ برجیاں اور ۴ چھوٹے گنبد ہیں۔ اندرونی دروازے یعنی صدر دروازے کے مقابل کے دروازے کی بلندی بھی ۸۰ فٹ ہے اندرونی دروازے کے دونوں سمت دالان ہیں جن کے طول اور عرض (۳۶۰ × ۱/۲ ۲۹) ہیں۔ اندرونی باغ مربعی ہے۔ اس کے بیچوں بیچ سنگ سرخ کے چبوترے سے اندرونی صدر دروازے تک (۸۲۵) فٹ لمبی نہر ہے جس کی چوڑائی (۱/۲ ۱۶) فٹ ہے۔ نہر کے درمیان سنگ مرمر کا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

چبوترہ ہے۔ یہ چبوترہ مربعی ہے جس کا ضلع ۴۴۳½ فٹ ہے۔

سنگ سرخ کا چبوترہ

سنگ سرخ کے طول اور عرض ۹۷۰ فٹ ۷ انچ اور ۳۶۴ فٹ ۱۰.۱ انچ ہیں۔ باغ کی طرف اس کی بلندی ۴ فٹ اور جمنا کی طرف سے ½۲۸ فٹ ہے۔ اس پر مغرب کی سمت متناسب طول و عرض کی مسجد اور مشرق میں اس کا "جواب" REPLICA مہمان خانہ ہے۔

سنگ مرمر کا چبوترہ اور مینار

سنگ سرخ کے عین وسط میں سنگ مرمر کا مربعی چبوترہ ہے جس کا ضلع ۳۲۸ فٹ ہے، اس کی بلندی ۲۰ فٹ ہے۔ سنگ سرخ کے چبوترے سے ۲۱ سیڑھیاں طے کر کے یہاں تک پہنچتے ہیں۔ سیڑھیاں سنگ مرمر کی ہیں۔ سنگ مرمر کے فرش پر جوتے اتار دینے پڑتے ہیں۔

مینار

سنگ مرمر کے چبوترے کے چاروں گوشوں پر چار خوبصورت مینار ہیں۔ سطح باغ سے ان کے کلس تک کی اونچائی ½۱۶۲ فٹ ہے۔

مقبرہ

مقبرہ غیر منتظم مثمن ہے۔ چھوٹے ضلع کا طول ۳۳ فٹ ۶ انچ ہے۔ بڑے ضلع کا طول ۱۳۹ فٹ ۶.۱ انچ ہے۔ سطح باغ سے گنبد کے کلس تک بلندی ½۲۴۳ فٹ ہے۔ اصلی مزار کا کمرہ مثمنی ہے جس کا ضلع ۲۴ فٹ دو انچ، قطر ۵۸ فٹ، بلندی ۸۰ فٹ۔

اس کمرے کے اطراف چار کمرے مربعی اور چار کمرے مثمنی ہیں جن کی منبت کاری حیرتناک ہے۔ گلدستے اور گل بوٹے کی تراشش میں غیر معمولی مہارت کا مظاہرہ کیا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

گیا ہے۔ مسکراتے ہوئے پھول، کھلتی ہوئی کلیوں اور تر و تازہ پتوں کے مزار کی طرف جھکاؤ سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب مودبانہ کورنش بجا لا رہے ہیں۔

سنگ مرمر کی جالی (مجر)

سنگ مرمر کی موجودہ جالی (مجر) دراصل اس سونے کے کٹہرے کا بدل ہے جو ۱۰۵۲ھ/۱۰۴۲ تک مزار کے اطراف نصب کیا گیا تھا۔ یہ کٹہرا شاہجہاں کے حکم سے ۱۰۴۲ھ/۱۶۳۲ء میں بے بدل خاں داروغہ زرگر خانہ شاہی نے اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا۔ اس کٹہرے کی تیاری میں ۴۰ ہزار تولے سونا صرف ہوا تھا اس کو نہایت قیمتی جواہرات سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ کٹہرا ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء تک نصب رہا لیکن بعد میں مصلحتاً نکال دیا گیا۔ اس کی جگہ موجودہ مجر نصب کیا گیا۔ سونے کا کٹہرا ۶ لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا۔

سنگ مرمر کی موجودہ جالی اپنی صنعت کے اعتبار سے کچھ کم اہم نہیں ہے۔ یہ جالی مثمنی ہے جس کا ضلع ۱۲ فٹ ۲۔ ا انچ ہے۔ ہر ضلع میں تین جالیاں ہیں۔ ہر ایک کا طول اور عرض ۴ ۵/۱۲ فٹ اور ۳ ۱/۳ فٹ ہے۔ سرہانے کی طرف جالی بند ہے۔ پائنتی کی طرف کھلی ہے۔ اس کھلے ہوئے حصہ میں پشیب کا دروازہ تھا جس کی قیمت دس ہزار روپئے تھی۔

سنگ مرمر کی یہ جالی پچاس ہزار روپئے میں تیار ہوئی تھی۔ اس جالی میں سنگ طلا کا کام غیر معمولی ہے پھول پتوں اور صراحی کو بڑی نزاکت سے ابھارا گیا ہے۔ یہ گل بوٹے جالی کے وار پار ہیں۔ اس صبر آزما دیدہ ریزی کے کام میں جو عرق ریزی کی گئی ہے اور جس کمالِ فن کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ ہر دور کے زائر سے خراج حاصل کرتا رہیگا۔

مزار

جالی کے عین وسط میں ارجمند بانو ممتاز محل کا مزار ہے۔ اس کے پہلو میں

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بجانب مغرب شاہجہاں کا مزار ہے۔

ارجمند بانو کی قبر کا چبوترہ ۱۰ ۲/۳ × ۶ ۲/۳ × ۱ ۳/۴ مکعب فٹ کا ہے۔ تعویذ کے ابعاد ۶ ۷/۱۲ ، ۷/۱۲ ، ۲ ۲/۱۲ فٹ ہیں۔

کلس

تاج کے گنبد کا کلس بظاہر چھوٹا نظر آتا ہے لیکن کافی بلند قامت ہے۔ کلس کی بلندی ۳۰ ۱/۲ فٹ، چاند کا قاعدہ ۸ ۱/۲ فٹ، اس پر کے لٹو کا قطر ۴ ۱/۳ فٹ، لٹو پر کی صراحی ۵ ۲/۳ فٹ، صراحی پر کا لٹو ۳ ۳/۴ فٹ، چاند کا بیرونی دور ۹ ۲/۳ اور قطر ۵ فٹ ہے۔ کلس کا وزن ۲۲ من ہے۔ کلس کے چاند پر کلمۂ طیبہ لکھا ہے۔ عمارت اور مزار پر جو قرآنی سورتیں کندہ ہیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔[۳۴]

کلس کا زیادہ سے زیادہ محیط ۲۷ فٹ ۴ انچ

کنول کی تزئین کے حصہ کا عرض ۴۰ فٹ ۶ انچ

گنبد کا قطر (بیرونی) ۹۱ فٹ ۶ انچ

گنبد کے نچلے DRUM کا محیط ۲۷۴ فٹ ۹ انچ

بیرونی گنبد کی قوسی بلندی ۶۱ فٹ

DRUM (اندرونی) کا عرض ۶۰ فٹ ۹ انچ

گنبد کے بیرونی خول کا اندرونی محیط ۱۹۰ فٹ ۴٫۱۱ انچ

گنبد کے بیرونی خول کا بیرونی محیط ۲۸۷ فٹ ۸٫۶۰ انچ

اندرونی گنبد کا قطر ۶۰ فٹ ۹ انچ

اندرونی گنبد کی بلندی ۲۹ فٹ ۱ انچ

سنگ مرمر کے چبوترے سے عمارت کی پہلی منزل کی بلندی ۳۶ فٹ ۸ انچ

سنگ مرمر کے چبوترے سے عمارت کی دوسری منزل کی بلندی ۷۱ فٹ ۲ انچ۔[۳۵]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل کی بنیاد

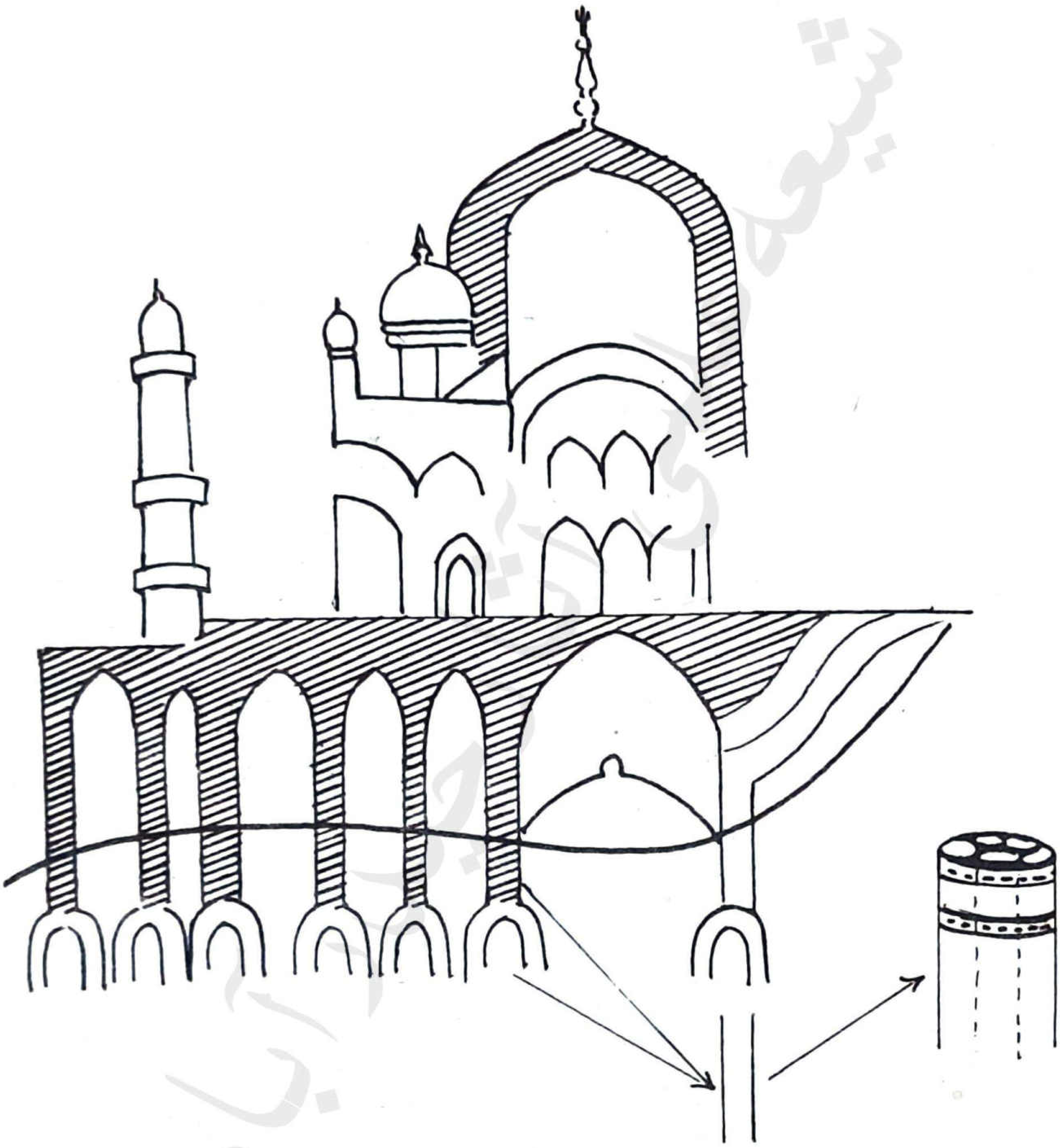

بنیاد کے کنویں :۔ ہر کنویں میں پانچ پانچ گٹھوں والے اٹھارہ لٹھوں کو ایک بڑے لٹھے میں کس کر اس کو اتارا گیا اس طرح چالیس کنوؤں میں ۳۶۰۰ لٹھے اتارے گئے۔

یہ نقشہ ۱۔ THE TAJ MAHAL کے صفحہ ۷۹ پر شائع ہوا ہے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس موقع پر اس چوکھنڈی کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جہاں ممتاز محل کی لاش آگرہ میں لائی جاکر کچھ عرصہ کے لئے تاج محل کی زمین پر عارضی طور سے محفوظ کی گئی تھی۔ چوکھنڈی مغرب کی سمت مسجد سے کچھ فاصلہ پر آج تک قائم ہے۔ اس کے ابعاد ۱۹ × ۱۶ × ۶½ ہیں۔

مسجد

تاج محل کے مغرب کی سمت سنگ سرخ کے چبوترے کے ایک سرے پر خوبصورت مسجد اور دوسرے مشرقی سرے پر مہمان خانہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ روضۂ تاج کے ابعاد کے اعتبار سے ان عمارتوں کے طول، عرض اور بلندی کو متعین کیا گیا ہے۔ یہ دونوں عمارتیں اصل عمارت سے اتنے فاصلے پر بنائی گئی ہیں جن کو دیکھنے سے پہلی ہی نظر میں محسوس ہوتا ہے کہ یہ فاصلہ اتنا ہی موزوں ہے جتنا صحت مند انسان کی قامت کے اعتبار سے اس کے ہاتھ ہوتے ہیں۔ دونوں جانب صحن میں خوبصورت حوض ہیں۔

مسجد کا چبوترہ ۱۸۹ × ۱۵¾ مربع فٹ ہے۔ چبوترے سے منبر تک کا فاصلہ ۸۹ فٹ ہے۔ مسجد کا طول ۱۸۶ فٹ ہے۔ مسجد کے طول، عرض اور بلندی کے تناسب سے منبر بنایا گیا ہے۔ منبر کا حجم ۵¼ × ۳¼ × ۳⅔ مکعب فٹ ہے۔ محراب میں سورۂ والشمس کندہ ہے۔ محراب کے عین وسط میں شفاف سنگ مرمر لگایا گیا ہے۔ اس سنگ مرمر میں تاج کا عکس نظر آتا ہے۔ اس پتھر کی چمک آج بھی قائم ہے اور تاج آج بھی صاف نظر آتا ہے۔

اس مسجد میں ۵۳۹ مصلے ہیں۔ مسجد میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ کا طغرا بہت عمدہ ہے اس طغرا میں اللہ کو درمیان میں رکھا گیا ہے۔ اسی طول و عرض کا مہمان خانہ ہے جو دراصل مسجد کا جواب ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

چوبینہ اور قیمتی پتھر شاہجہاں نے تاج کی تعمیر میں مصارف کی کوئی پرواہ نہیں کی اسی طرح اس کی تزئین اور آرائش و زیبائش میں کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ اس کا ذوقِ تعمیر فطری تھا اس کے علاوہ یہی ذوق اسے ورثہ میں بھی ملا تھا۔ بابر سے لے کر جہانگیر تک سبھی تعمیر کے دلدادہ تھے۔ پینٹنگ اور آرٹ سے جہانگیر کو فطری دلچسپی تھی۔ یہ ورثہ باپ سے اسے ملی تھی۔ اس لئے شاہجہاں نے ان دونوں پہلوؤں پر نظر رکھی۔ دیدہ ور بادشاہ ان فنون میں بہت باریک بیں تھا۔ چونکہ ارجمند کی وصیّت تھی کہ اس کا روضہ کمال لطیف اور نایاب ہو اس لئے شاہجہاں نے اس عمارت کو پائیداری کے ساتھ کمال لطیف اور نایاب بنانے کے سارے جتن کئے۔ چوبی نمونہ کی تیاری کے ساتھ تزئین کے سارے پہلوؤں کو قطعیت دے دی گئی جیسا کہ مغل بیگ کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ:

"بعد از انتقال بیگم صاحب را ششماہ کہ بیرون روضہ
ہر دروازۂ چوک دیگر زمیں کہ افتادہ است امانت داشتند
و کاغذات نقشہ ہای مقبرہ ہر اک استادمی آوردند و می دادند،
چوں یکے نقشہ پسند شاہ آمد بموجب آن نقشہ لطیف روضہ
چوبی تیار شد من بعد نقشہ روضہ از سنگ عجائب و غرائب
یافتہ آراستہ شد ...."[36]

ذیل کے چوبینہ میں مختلف قسم کی لکڑی شامل ہے جو مختلف مقاصد کی تکمیل کرتی ہے

سال ۔ ۵۰۳۴ ، شیشم ۔ ۱۰۰۷۷ ، آبنوس ۔ نامعلوم ، اگر ۔ ۷۷ ، صندل ۔ ۷۰۳۰[27] ، مختلف اقسام کی لکڑی ۔ ۵۹۵۷.... ، غالباً منجان کے لئے استعمال کی گئی ہو۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پتھر	مقام	تعداد	پتھر	مقام	تعداد
عقیق	بغداد	۵۴۰	پنکھنی	بلخ	۸۷
فیروزہ	تبت کلاں	۶۷۰	گوڈر	گوالیار	۱۶۰۰
مونگہ	دریائے شور	۱۴۲	مرمر	جے پور	۹۲
لاجورد	لنکا	۲۴۲	سماق	نامعلوم	۵۷۵
سلیمانی	جنوب	۵۵۹	کھٹو	جیسلمیر	۳۴۰
پتونیہ	نامعلوم	۴۵۹	یاقوت	نامعلوم	۱۴۲
طلائی	نامعلوم	بے شمار	بانسی	نامعلوم	۳۴
موسیٰ	جھاڑی	۱۰۷۵	گلابی جدوار	〃 〃	۷۶ ۹۵
عجوبہ	سورت	بے شمار	یشیب	کھماج	۹۴
ریگ	چنبل	۲۷	نیلم زمرد	نامعلوم نامعلوم	۷۴ ۴۲
رخام	مکرانہ	بے شمار	ابری	گوالیار	۴۲۷
نخود	سیل گڑھ	۸۲۰	دھات فرنگ	نامعلوم	۶۱۴
مقناطیس	گوالیار	۷۷	ہیرا	نامعلوم	۶۲۵
غوری	کھماج	بے شمار	سنکھ	دریائے کلاں	۴۴
تانبڑہ	دریائے گنگ	۵۲	مروارید	نامعلوم	۵۰
لعل یمنی	یمن	۲۳۰	سیپ	نامعلوم	۱ لاکھ
پائے زہر	گوہ کماوں	۶۱۶	سرخ	گوالیار	۶۴۹
لہسینہ	دریائے نیل	بے شمار	غار	نامعلوم	بے شمار
خارا	دریائے جمنا	۶۷۷	بادل	〃	۶۵
بلور	نامعلوم	۷۴	پکھراج (۳۸)	〃	۹۷

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱ SOME ASPECTS OF MOGHAL ARCHITECTURE ص ۱۵۳

۲ ایضاً ص ۸۵۳ SOME ASPECTS OF MOGHAL ARCHITECTURE

۳ ماہنامہ نشانِ منزل بھوپال فروری ۱۹۷۸ء ص ۱۴۶

۴ ISLAMIC ARCHITECTURE AND CULTURE ص ۱۸۰

اسی دن ایک اور فرمان کے ذریعہ ۴ حویلیوں کی صراحت کر دی گئی۔ وہ حویلیاں یہ ہیں: (۱) حویلی بھگوان داس (۲) حویلی مادھوسنگھ (۳) حویلی روپ سنگھ (۴) حویلی چاند سنگھ ابن سروپ سنگھ

۵ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۹۳

۶ ہندوستان میں مسلمانوں کے تمدنی جلوے ص ۱۸۴

۷ تاریخ تاج محل ص ۴۷

۸ اسلامک کلچر اکتوبر ۱۹۷۵ء ص ۲۰۱

۹ ایضاً

۱۰ تاریخ تاج محل ص ۵۳

۱۱ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۱۸۰

۱۲ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۸۷

۱۳ تاریخ تاج محل ص ۵۳

۱۴ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۱۸۰

۱۵ ISLAMIC ARCHITECTURE AND CULTURE ص ۱۷۹

۱۶ ایضاً ص ۱۷۹

۱۷ ایضاً ص ۱۸۰

۱۸ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۹۴

۱۹ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۷۹

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۲۰ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۹۵

۲۱ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۷۹

۲۲ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۹۵

۲۳ SHADOW FROM INDIA ص ۶۷

۲۴ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۸۰

۲۵ ایضاً ص ۸۰

۲۶ اسلامک کلچر جولائی ۱۹۷۴ء ص ۱۶۰

۲۷ ایضاً ص ۱۷۲

۲۸ اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۱۰۰ ، ۱۰۱

۲۹ ایضاً ص ۹۶

۳۰ ISLAMIC ARCHITECTURE AND CULTURE ص ۸۲

۳۱ ARCHITECTURE OF INDIA ص ۲۰۰

۳۲ ایضاً ص ۲۰۹

۳۳ تاریخ تاج محل ص ۶۲ سے آگے

۳۴ اسلامی کلچر جنوری ۱۹۷۵ء ص ۶ ، ۷

۳۵ تاریخ تاج محل مع مصارف آں مخطوطہ مغل بیگ ورق ۶

۳۶ تاریخ تاج محل ص ۶۴

۳۷ ایضاً ص ۶۳

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل کا حسن

زمین اور آسمان کے درمیان پھیلی ہوئی بیکراں کائنات میں پائی جانے والی ا
جاندار اور بے جان اشیا کے گہرے مشاہدے کے بعد ہر ذی عقل اور صاحبِ فکر اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قدرت نے ہر چیز کی تخلیق میں ایسے تناسب ابعاد سے کام لیا ہے جس سے کائنات کی ہر شے حسین ہوگئی ہے۔ یہ تناسب ابعاد کسی شے میں بالذات بھی موجود ہے اور دوسری چیزوں سے ان کی نسبت بھی برقرار ہے۔ وسیع مرغزار میں چرند اور پرند چاہے وہ کسی قد و قامت کے ہوں حسین و خوبصورت نظر آتے ہیں۔ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ قدرت نے اس تناسب کو ہمارے تناظر میں بھی برقرار رکھا ہے۔
دراصل ابعاد کا یہی تناسب حسن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چوتھی پانچویں صدی قبل مسیح کے مشہور مفکر اور فلسفی افلاطون نے مظاہر قدرت کے عمیق مشاہدے اور مطالعہ کے بعد کہا تھا کہ "قدرت کی تخمین ہمیشہ ہندسی ہوتی ہے۔" کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ ابعاد ثلاثہ میں مقید ہیں چاہے یہ ابعاد کروی ہوں، مثمنی ہوں یا خط مستقیم میں ہوں بہر حال آپس میں مخصوص نسبت رکھتے ہیں اسی سے وہ حسین ہیں۔

کائنات میں کوئی شے بدہیئت یا بدصورت نہیں۔ اگر ہم کسی چیز پر بدہیئتی کا الزام عائد کرتے ہیں تو وہ الزام پلٹ کر ہمیں کو مجرم فکر و نظر ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ ہم کسی شے کے ابعاد میں عدم تناسب کو دیکھ کر اسے بدہیئت کہتے ہیں۔ یہ عدم تناسب

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

جسے ہم کسی شے میں بظاہر پاتے ہیں دراصل یا تو ہماری نظر کی کمزوری کی وجہ سے ہے یا پھر اس کی ابیج صحت مند فطری ماحول میں نہیں ہوئی ہے۔ کوئی بیمار عارضی طور پر اپنا تناسب کھو دے تو الزام فطرت پر عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح کم نظری یا کور چشمی کے سبب خوبصورت مظہر خوبصورت نظر نہ آئے تو اس کے قصوروار دیکھنے والے ہوں گے نہ کہ قدرت۔

خالق کائنات نے حسن تناسب جس طرح اشیا میں رکھا ہے اسی طرح یہ صلاحیت ہر ذہن و نگاہ کو بھی عطا کی ہے۔ ویسے قدرت کا فیضان عام ہے لیکن خدا جس کو چاہتا ہے اس کو بے اندازہ جمالیاتی حسن سے نوازتا ہے۔ یہی لوگ وہ ہوتے ہیں جو قدرت کی اس عطا سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں اور مختلف میدانوں میں اس جوہر کی مدد سے ایسا کارنامہ انجام دیتے ہیں جو رہتی دنیا تک ہر دور سے خراج حاصل ~~کرتا چلا جاتا ہے~~ کرتے چلے جاتے ہیں

انھیں گنے چنے لوگوں میں تاج کے تخلیق کار بھی ہیں۔ قدرت نے ان میں سے ہر ایک کو تناسب ابعاد کے بے پناہ شعور سے سرفراز کیا تھا۔ معمار، پچیکار، منبت کار، کلس ساز، پنجرہ ساز اور ماہر باغبانی وغیرہ سبھی اس دولت سے مالا مال تھے شاہجہاں کی تخئیل کی پیکر تراشی میں ان تمام یکساں شعور رکھنے والوں نے متحدہ طور پر مساوی حصہ لیا اور وہ کارنامہ انجام دیا کہ سینۂ ارض پر آج بھی تاج سے زیادہ خوبصورت عمارت کوئی نہیں ہے۔ اس عمارت کا حسن بھی اس کے ابعاد کے انتہاہی متناسب ہونے میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر دور کے زائرین سے برابر خراج حاصل کرتا چلا آرہا ہے۔ اب تک ایک کھسلے ہی ایسا شخص نظر آیا جس نے تاج میں بے تکے سے نقص کو منسوب کرکے اپنی بیمار نگاہی کا ثبوت دیا ہے۔

اس نے تاج کے سنگ مرمر کے چبوترے پر استادہ چاروں میناروں کو بد وضع

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کا گنبد

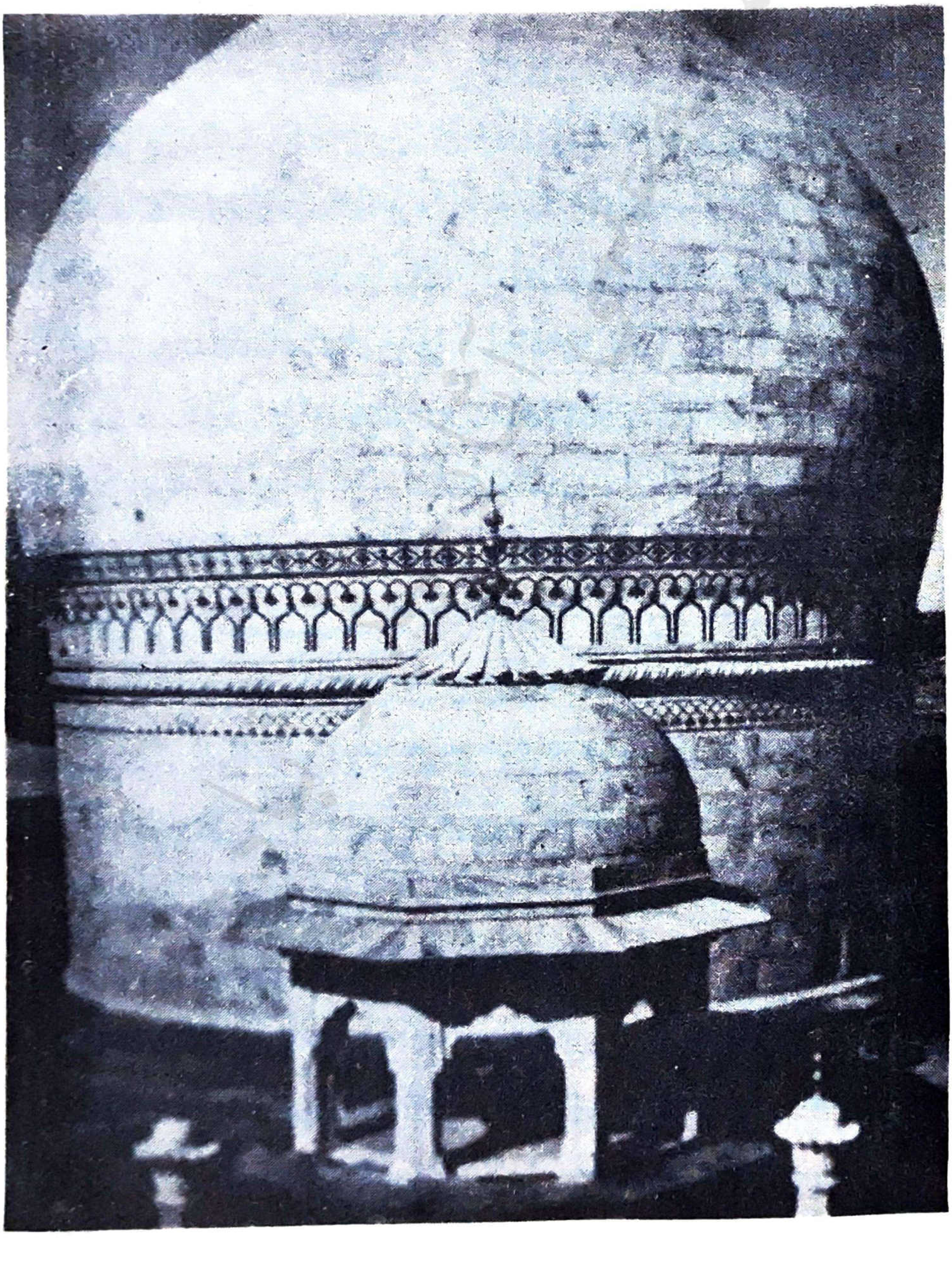

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کہا ہے۔ جب کہ فرگوسن جیسے فن تعمیر کے نقاد اور مورخ نے انہی میناروں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ مینار اتنے حسین اور خوبصورت ہیں اور اتنے متناسب ہیں جو شاید ہندوستان کی کسی عمارت کو نصیب نہیں۔

ابعاد کا تناسب

تاج محل فنِ تعمیر کی تاریخ کا وہ تاثر پارہ ہے جس کو دیکھ کر ہر قلب و ذہن ایک وجدانی کیفیت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے تخلیق کاروں نے جزئیات کے بظاہر اوجھل گوشوں پر بھی گہری نظر رکھی تھی۔ ایک مہین ڈالی کے پیچ و خم اور نازک پھول کی ایک ایک پنکھڑی کی فطری ساخت کو اس کی اصلی شکل میں ابھارنے کے لئے کمال دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ تاج کے جس حصہ کو جتنا غور سے دیکھتے جائیے اس میں چھپی ہوئی نزاکتیں اتنی ہی جلوہ سامانیوں کے ساتھ نگاہوں کے سامنے آتی جاتی ہیں۔ صدر دروازے سے داخل ہو کر کمرے کی چھت پر "غالب" کے کام کو دیکھو تو حیرت ہوتی ہے۔ سارے پیچیدہ خطوط ایک دوسرے میں سے اس خوبصورتی سے گزرے ہیں کہ تناسب کا سلسلہ کہیں ٹوٹتا نظر نہیں آتا۔ آڑے ترچھے خطوط مناسب فاصلوں پر حسین پھول بناتے ہوئے ایک دوسرے میں سے گزرتے ہیں ان کے جوڑ اس طرح ملائے گئے ہیں کہ جوڑ کہیں نہیں دکھائی دیتا۔ صدر دروازے پر قرآنی سورۃ کے ہر لفظ کی باٹنی پر کمال مہارت کا ایسا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ ہر اہل نظر انگشت بدنداں ہو جاتا ہے۔ ۸۰ فٹ کی بلندی پر بھی لفظ کی جسامت اتنی ہی نظر آتی ہے جتنی نچلے حصہ میں دکھائی دیتی ہے۔ تاج کی تعمیر میں حصہ لینے والے ہر باکمال فن کار نے اپنی مہارت کا بھرپور مظاہر کیا ہے۔

تاج کے معمار نے ڈھانچہ کی تیاری میں اس کے طول عرض اور بلندی کے تعین کے لئے علم ہندسہ کے ضوابط سے استفادہ کیا ہے اور تناسب ابعاد کے حصول میں کمال

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سمت کا خاص خیال رکھا ہے۔ یہی تناسب ابعاد متحد ہو کر خاص تاثر کا مرکز بن گئے ہیں۔

تاج کی محصورہ زمین کو اس طرح مناسب قطعات میں تقسیم کیا گیا ہے کہ ہر قطعہ بجائے خود مستقل حسین اکائی بن گیا ہے جس کا اپنا ایک تاثر ہے۔ یہ تمام اکائیاں مخصوص ربط و اتحاد کے ساتھ ایک وسیع کل میں تحلیل ہو کر جنت اثر بن گئی ہیں۔ دیوان خاص کا یہ شعر تاج کے لئے زیادہ برجستہ ہو جاتا ہے

اگر فردوس بر روئے زمیں است ﴿ ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

مسلمان آرکیٹیکٹ تناسب ابعاد کے اس راز سے واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ کسی عمارت میں کس قسم کا تناسب کیا تاثر پیدا کرتا ہے۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ابعاد کی نسبتوں کے تعین میں دائرے کے محیط اور قطر کی نسبت سے جسے حیط (π) کہتے ہیں کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ علم ہندسہ کے ماہر ہوتے تھے۔ تناسب ابعاد کے تعمیری رازوں کو یہ ماہرین اپنی اولاد اور اپنے شاگردوں کو سینہ بہ سینہ منتقل کرتے تھے۔[۲]

ہندوستانی مسلمان معمار تعمیر کے ان اسرار سے واقف تھے۔ چنانچہ عبد الرحیم خانخاناں اور ہمایوں کے مقبروں میں اس نسبت سے کام لیا گیا ہے۔ یہ دونوں مقبرے تاج کی تعمیر میں خاص اہمیت رکھتے ہیں خصوصاً عبد الرحیم خانخاناں کے مقبرہ کا مثمنی ڈھانچہ تاج کی تعمیر میں بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔[۴]

تاج کی تعمیر میں دوسرے اور مقبروں کے مقابلہ میں بہت احتیاط برتی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاہجہاں کی نظر خود فن تعمیر پر بہت گہری تھی وہ ہر پہلو کو بہت غور اور احتیاط سے دیکھتا تھا۔ اس کے پیش نظر کسی عمارت کی افادیت اور اس کا استحکام ہی نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ عمارت کے حسن کو بھی خاص اہمیت دیتا تھا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس لئے ہر ماہر تعمیر کو کسی عمارت کا نقشہ پیش کرتے وقت ان تمام نزاکتوں کو اپنے سامنے رکھنا پڑتا تھا۔ اس کی تصدیق مغل بیگ کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ تاج کے نقشے بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوتے رہے مگر ان میں سے ایک منظور ہوا۔

"کاغذات نقشہ ہائے مقبرہ ہر اک استادمی اوردندومی دادند۔

.....چوں یکے نقشہ پسند شاہ آمد بموجب آن نقشہ لطیفہ روضہ چوبی تیار شد"[5]

بادشاہ کو نقشہ پسند آنے کے ساتھ ہی دوسرے کٹھن مرحلے سامنے آئے۔ ان میں سب سے اہم مرحلہ تناسب ابعاد کی تلاش کا تھا۔ سب سے پہلے چوبی نمونہ تیار کیا گیا۔ تمام مراحل ترتیب وار نمونہ ہی پر طے کئے گئے۔ آخری نتیجہ کے حصول تک کئی چوبی نمونے بنائے گئے[6]۔ مقصد یہ تھا کہ عمارت کی تعمیر کے دوران مزید کسی تبدیلی کی ضرورت کا مسئلہ پیش نہ آئے۔ بالآخر چوبی نمونہ ہی کی مدد سے انچوں کی کسر تک صحیح اور متناسب ابعاد حاصل کئے گئے۔ تزئین اور آرائش وزیبائش کے مرحلے طے کئے گئے، عمارت کے ہر حصے کی تزئین کے ڈیزائن متعین کئے گئے۔ عمارت کے حسن کی معراج تک پہنچنے کے لئے تمام فنکاروں نے ایک طرح کا ایسا انقلابی انداز اختیار کیا کہ شاید دنیا کی کسی عمارت کو معماروں کی یہ توجہ نصیب نہیں ہوئی۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان تمام مراحل کے طے کرنے میں شاہجہاں کی توجہ ہر پہلو پر مرکوز رہی ہے۔

عمارت کے ڈھانچہ اور اس کے ہر حصہ میں حسن کا عروج ظاہر کرتا ہے کہ تاج کی تخلیق کسی ایک ذہن کی کوشش نہیں ہے بلکہ ایک سے زائد دماغ اس کے خالق ہیں۔ تاریخ تعمیر کے اس تاثر پارے میں ہر فن کار نے اپنے کمال فن کو سمو کر اس کو دوسرے فن کار کے حوالے کر دیا ہے۔ اس طرح تاج مرحلہ بہ مرحلہ اپنے ارتقائی سفر کو طے کرتے ہوئے نقطۂ عروج پر پہنچا ہے۔ عمارت کو دیکھ کر یقین ہوتا ہے کہ معماروں اور فنکاروں

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کا شدت اخلاص، ان کے کمال کے مظاہرہ کے ساتھ ساتھ رہا ہے۔ انھوں نے اپنے دیانتِ فن کے اظہار پر ضرور دعا بھی کی ہوگی کہ ان کے اس تاثر پارے کو زمانہ کی نظر نہ لگے۔ ان کے اسی خلوص کا اثر ہے کہ ہر زائر کی یہی تمنا رہتی کہ تاج کی عمر دراز ہو۔

تاج کا پہلا مرحلہ اس کے ڈھانچہ کی تیاری کا تھا۔ یہ منزل بہت سخت تھی کیونکہ خوبصورتی کا سارا انحصار قامت زیبا پر ہوتا ہے۔ خوش لباسی اور سنگھار حسن کے نکھار کا سبب ہوتے ہیں لیکن ان کی اہمیت بھی قامت زیبا سے کم نہیں ہوتی۔ غیر متناسب وجود کو بھی سنوارا جائے تو کافی حد تک بھلا لگتا ہے۔

ایک کامیاب اور تجربہ کار آرکیٹکٹ کا ذہن کسی عمارت کے خاکے کی تیاری کے وقت تین اہم مرحلوں سے گزرتا ہے اور اگر آرٹسٹ بھی ہو تو وہ اور زیادہ سخت منزل میں آجاتا ہے۔ پہلی منزل میں عمارت کی افادیت اس کے پیش نظر رہتی ہے پھر وہ اس کے استحکام پر توجہ دیتا ہے چونکہ کوئی عمارت محض اینٹ، پتھر، چونے اور گچ کے تودہ کا نام نہیں ہے اس لئے وہ اس کو دلفریب بنانے پر اپنی پوری توجہ صرف کرتا ہے۔

تاج کے تناسب ابعاد کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے کہ اس کا معمار آرٹسٹ بھی ہوگا یا اس کا جمالیاتی ذوق فطری ہوگا کیونکہ اس نے ابعاد کا تعین اس خوبصورتی سے کیا ہے کہ حسن کی تمام جلوہ سامانیاں انھی میں سمٹ کر مجتمع ہوگئی ہیں۔

تاج کے معمار نے ڈھانچہ کی تیاری میں علم ہندسہ کے اصولوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ عمارت کو مثمنی بنانے کا خیال ممکن ہے اس نے خانخاناں کے مقبرے سے لیا ہو۔ تعین ابعاد میں دائرے کی تقسیم در تقسیم سے کام لیا ہے اور ہر طول کو بہت صحت سے حاصل کیا گیا ہے۔ مثمن بنانے کا ہندسی طریقہ آسان ہے اور اس سے بہت درست ابعاد حاصل ہوتے ہیں۔ مقررہ قطر کا دائرہ کھینچ کر قطروں کی عمودی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تنصیف سے دائرہ چار مساوی رقبہ والے ربع دائروں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ان کی مزید عمودی تنصیف سے دائرے پر مساوی الفاصلہ ایسے نقاط حاصل ہو جاتے ہیں جن کو ملانے سے مثمن کے مساوی طول والے اضلاع حاصل ہو جاتے ہیں۔ تاج کے ابعاد کے حصول میں اسی عمل سے استفادہ کیا گیا ہے ان پر مثلثی پیمائش کا عمل کیا گیا۔ ابعاد کے تعین میں اس ہندسی عمل کے علاوہ آرٹ کے ایک اور کلیہ سے فائدہ اٹھایا گیا ہے جس کو عام طور پر "آرٹ کا ہندسی قانون" کہا جاتا ہے۔[۵]

علم ہندسہ میں دائرے کا عام مسئلہ یہ ہے کہ اس کے محیط اور قطر میں ایک نسبت ہوتی ہے۔ یہ نسبت مستقل ہے جس کو حیط کہتے ہیں اور اس کو (π) علامت سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس کی عددی قیمت $\frac{22}{7}$ ہوتی ہے یعنی محیط اور قطر کی نسبت (۲۲ : ۷) ہے۔ تاج کے ابعاد کو اسی نسبت اور اس کی کسروں وغیرہ سے حاصل کیا گیا ہے۔ ابعاد میں مخصوص نسبت کو برقرار رکھنے کے لئے "آرٹ کا ہندسی قانون" سے مدد لی گئی ہے۔ سادہ لفظوں میں اس قانون کی صراحت اس طرح ہو سکتی ہے کہ خط کی مخصوص نسبت کو برقرار رکھ کر اسکی تقسیم کی جاتی ہے یعنی کسی خط کو ۵ : ۸ اکائیوں میں تقسیم کیا جائے تو ۸ سے بڑا خط ۸ اور ۵ کے مجموعہ کے برابر یعنی ۱۳ اکائیاں ہو گا۔ یہ قانون عمل حسن کاری میں کثرت سے استعمال ہوتا چلا آ رہا ہے۔ تاج کے معمار نے بھی اس کلیہ یا قانون کا استعمال کیا ہے۔ اس نے معین کردہ ابعاد میں ۵ : ۸ کی نسبت کو استعمال کیا ہے۔

تاج کے معمار نے سب سے پہلے ممتاز محل کی قبر کے کمرے کے ابعاد متعین کئے اسی کمرے کو مرکز قرار دیا۔ کمرے کے قطر، مثمنی ضلع کو لے کر (π) حیط اور اس کی کوئی مناسب کسری قیمت سے روضہ کے ابعاد متعین کئے۔

قبر کے مثمنی کمرے کا اندرونی ضلع = ۲۴ فٹ ۱ انچ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

قبر کے مثمنی کمرے کا اندرونی قطر = ۵۸ فٹ ۲ انچ

" " " بیرونی قطر = ۶۲ فٹ ۵ء۱۱ انچ

" " " اندرونی احاطہ = ۱۹۲ فٹ ۸ انچ = {۸ × (۱″-۲۴′)}

ابعاد	نتیجہ
(ا) سنگ مرمر کے چبوترے سے گنبد کی بلندی ۱۹۳ فٹ	مثمنی کمرے کا احاطہ ۸ × (۱″ - ۲۴′) = ۱۹۲′ - ۸″
(ب) بیرونی گنبد بڑا قطر ۹۱′ - ۶″	حیط (π = ۲۲/۷) مثمنی کمرے کا قطر × ۱/۲ × ۲۲/۷ (۵۸′-۲″) × ۲۲/۷ × ۱/۲ = ۹۱′ - ۴ء۸۵۷″
(ج) گنبد کے گلے کا قطر DRUM ۸۷′ - ۵″	مثمنی کمرے کے قطر کا ۱½ گنا (۵۸′-۲″) × ۳/۲ = ۸۷′ - ۳″
(د) گنبد کے گلے کی بلندی ۳۶′ - ۶″	مثمنی کمرے کے قطر کا ۲۲/۷ × ۱/۲ (۵۸′-۲″) × ۲۲/۷ × ۱/۲ = ۳۶′ - ۶ء۲۸۵″
(ع) کلس کی بلندی ۳۰′ - ۵ء۹″	کلس کے قدم (قاعدے) کا قطر × ۲۲/۷ (۹′-۸ء۵″) ۲۲/۷ = ۳۰′ - ۶″
(ف) روضہ کے غیر منتظم مثمن کا بڑا ضلع ۱۳۸′ - ۶″	مثمنی کمرے کے قطر کا ۲۲/۷ × ۳/۴ (۵۸′-۲″) × ۳/۴ × ۲۲/۷ = ۱۳۷′ - ۱ء۳″
(ق) غیر منتظم مثمن کا چھوٹا ضلع ۳۳′ - ۶″	غیر منتظم مثمن کے بڑے ضلع ۲۲/۷ × ۳/۴ (۱۳۸′-۶″) × ۳/۴ ÷ ۲۲/۷ = ۳۳′ - ۶ء۰″
(ک) سنگ مرمر کے مربعی چبوترے کا ضلع ۳۱۳′	سنگ سرخ کے شرقاً غرباً طول کا ۲۲/۷ (۹۸۳′-۶″) × ۲۲/۷ = ۳۱۲′ - ۱۱ء۷۲۴″

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

(گ) سنگ سرخ کے چبوترے کا عرض

۳۶۶ – ۸″

(ل) سنگ سرخ کے چبوترے کا طول

۹۳۸ – ۶″

(م) تاج محل کا کل طول بشمول جلوخانہ

۱۸۴۲ – ۲″

مثمنی کمرے کے قطر کا $\frac{۲۲}{۷}$×۲

۳۶۵ – ۷۰۴″ = $\frac{۲×۲۲}{۷}$ × (۵۸ – ۲″)

سنگ مرمر کے چبوترے ضلع کا $\frac{۲۲}{۷}$

۹۸۳ – ۸۰۵″ = $\frac{۲۲}{۷}$ × (۳۱۳)

سنگ سرخ کے عرض کا $\frac{۲۲}{۷}$×۵

۱۸۳۳ – ۴″ = $\frac{۵×۲۲}{۷}$ × (۳۶۶ – ۸″)

تاج محل میں علم ہندسہ کے علاوہ "ارٹ کا ہندسی قانون" سے بھی استفادہ کیا گیا ہے تاکہ ہر رخ سے تناسب صحت مند رہے اور حسن مثالی بن سکے۔ ابعاد میں اس نسبت کی چند مثالیں دیکھئے۔

روضہ کے طول و عرض کے تعین کے لئے سب سے پہلے بڑا دائرہ کھینچا گیا جس کا قطر ۹۳ فٹ تھا۔ پھر اندرونی دائرہ کھینچا گیا جس پر قبر کا مثمنی کمرہ تعمیر کیا گیا۔

(۱) ان دونوں دائروں کے قطروں میں ۸ : ۵ کی نسبت ہے۔ بیرونی دائرے کا قطر ۹۳ فٹ، اندرونی دائرے کا قطر ۵۸ – ۲″

۸:۵ = (۵۸ – ۲″) : (۹۳)

(۲) روضہ کی کمان کے طول اور عرض میں ۸ : ۵ کی نسبت ہے

۸:۵ = (۲۶ – ۵″) عرض : (۴۲ – ۳″) طول

(۳) جلوخانے کے طول اور عرض میں ۸ : ۵ کی نسبت ہے۔

۸:۵ = (۳۳۷ – ۸) عرض : (۵۴۰ – ۴″) طول

(۴) روضہ کی بلندی : صدر دروازے کی بلندی میں ۸ : ۵ کی نسبت ہے۔

۸:۵ = (۱۰۳ – ۶″) دروازے کی بلندی : (۱۶۳ – ۳″) روضہ کی بلندی۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

داخلہ کا دروازہ

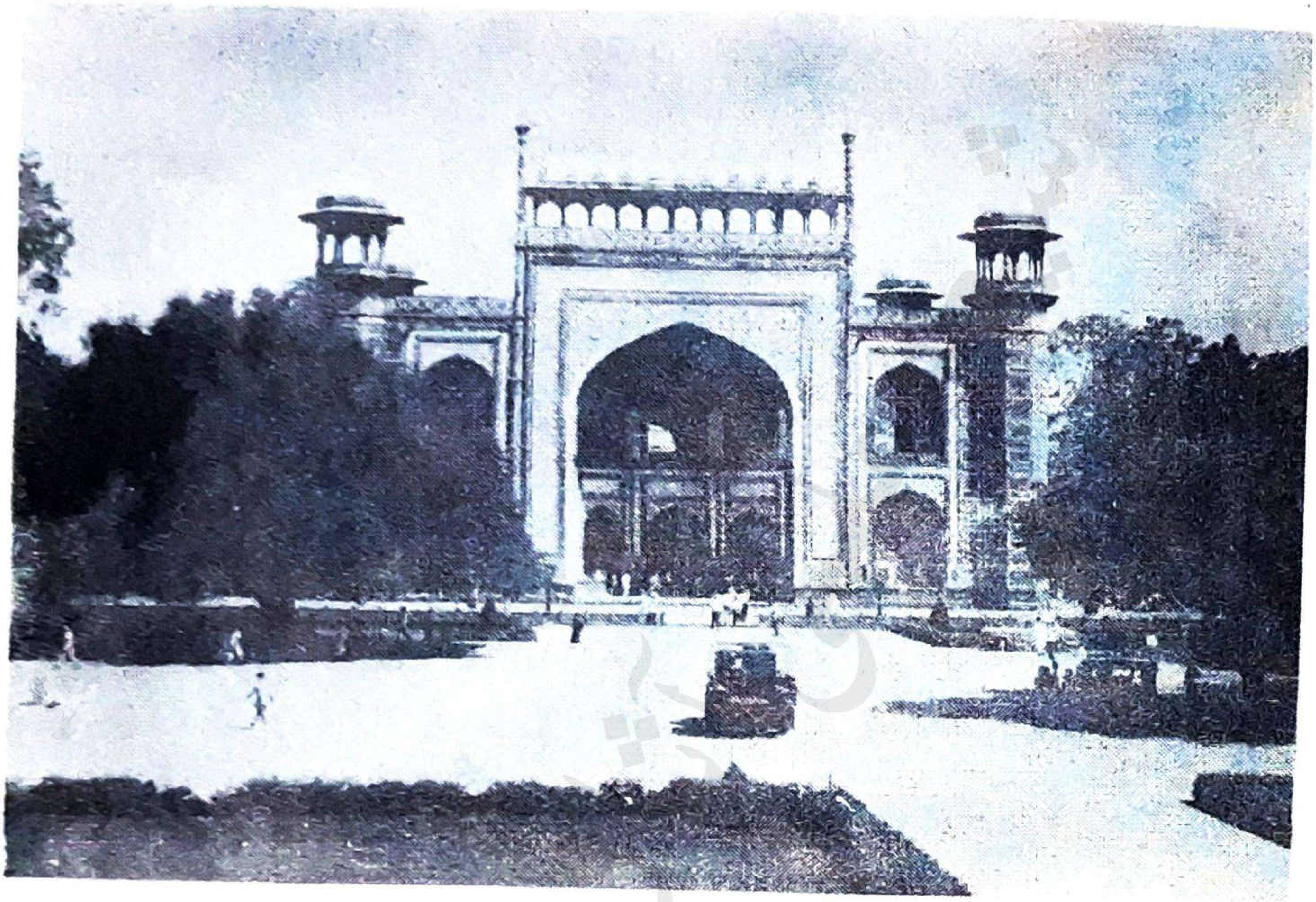

بہ تشکر محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند

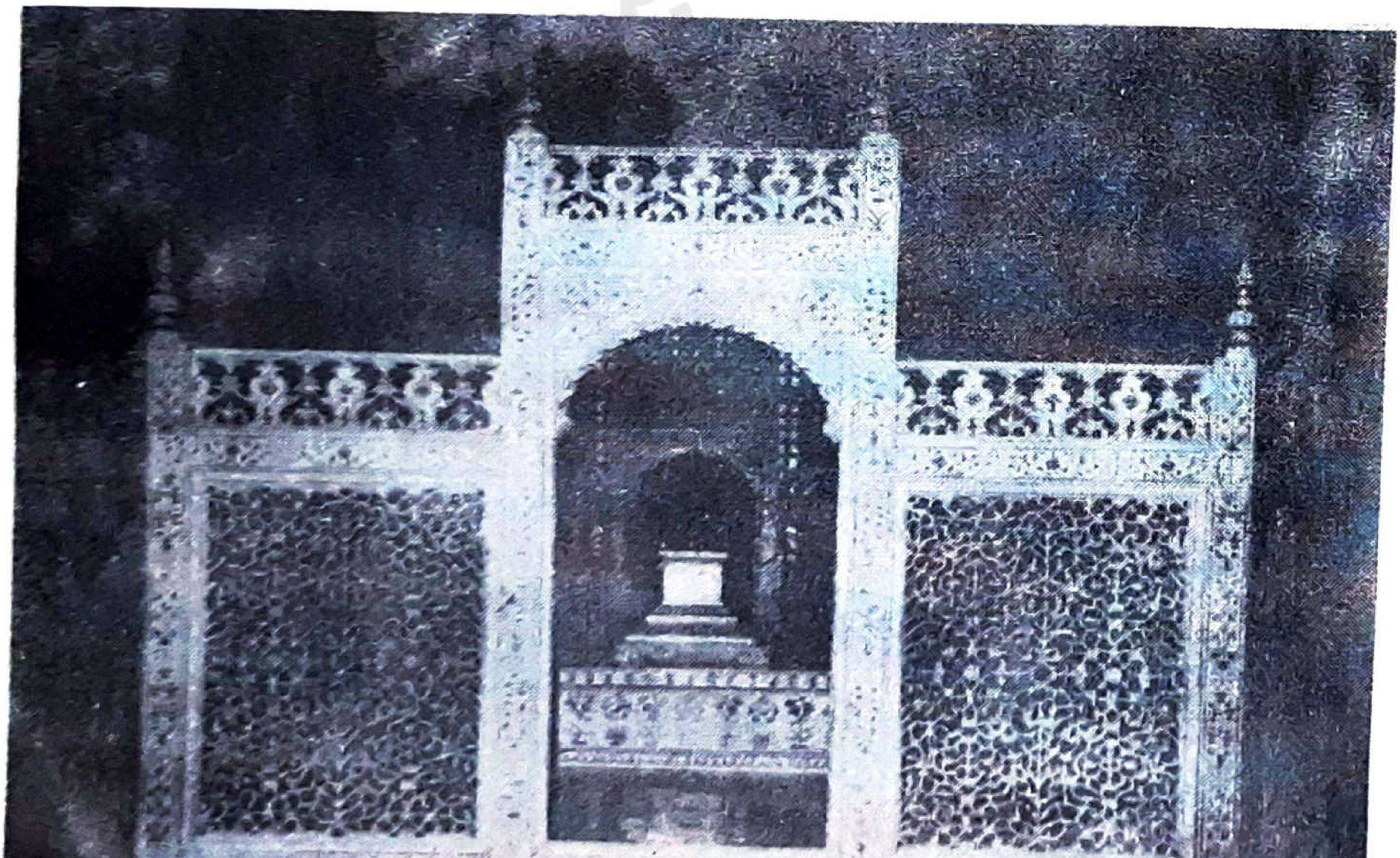

تاج محل کا اندرونی منظر نازک اور دلکش جالی کا نمونہ (بہ تشکر محکمہ آثار قدیمہ حکومت ہند)

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

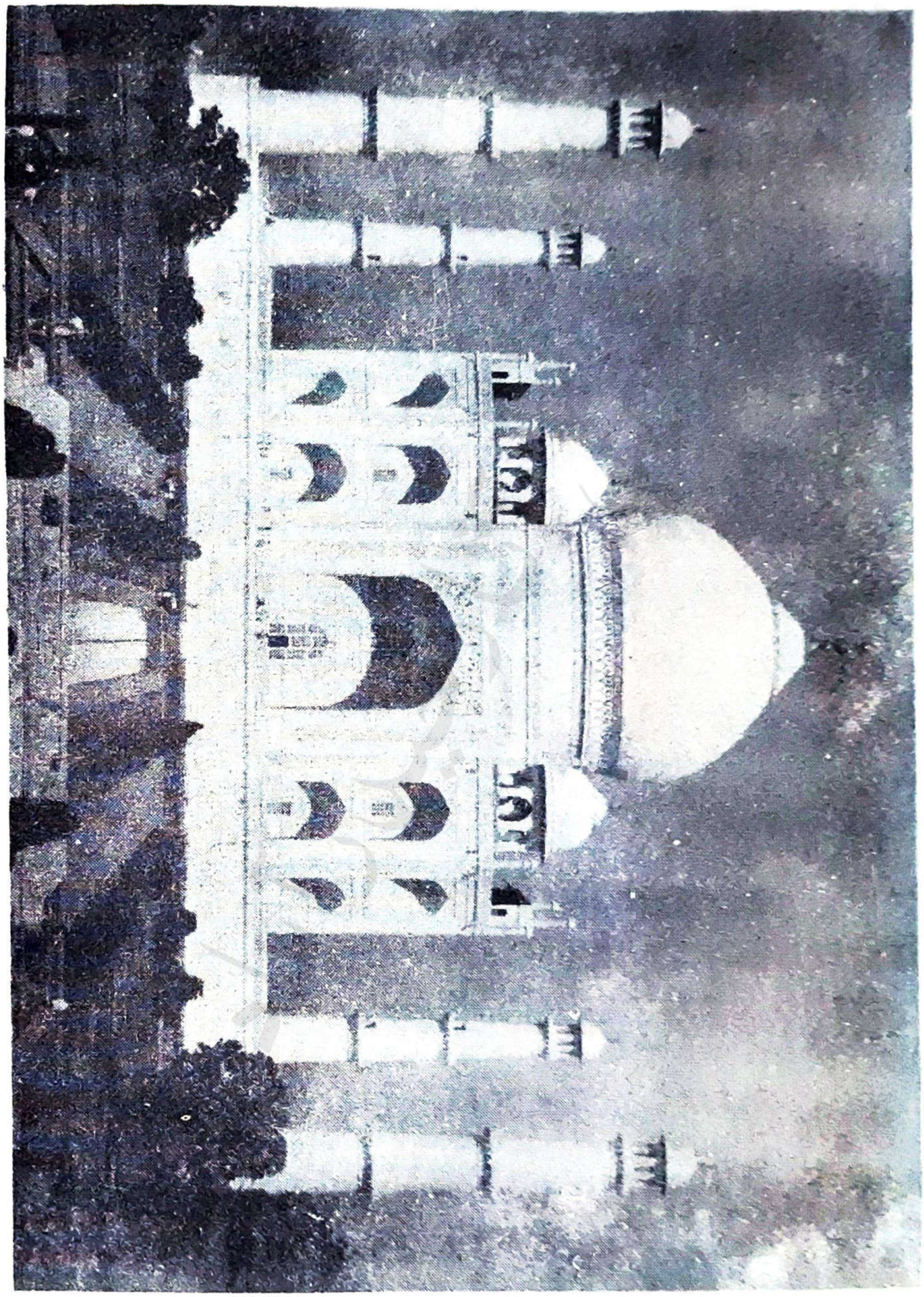

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اس تفصیل سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تاج کے معمار نے تناسب ابعاد کو حاصل کرنے کی غرض سے کیا کیا جتن کئے۔ اصل روضہ کے طول، عرض اور ارتفاع کی مناسبت سے معمار نے مغربی سمت مسجد اور مشرقی سمت اس کا جواب مہمان خانہ کے روضہ سے فاصلہ اور ان کے ابعاد کو متعین کیا۔ اس طرح مسجد، مہمان خانہ (جماعت خانہ) باغ، درمیانی چبوترہ، حوض، صدر دروازہ، جلو خانہ اور باغ کے مشرق اور مغرب میں واقع پویلین ان سب کے درمیان کسی نہ کسی طرح ہندسی تناسب کا حسن موجود ہے۔

تزئین

حسن کا کمال تناسب کی نزاکت میں پوشیدہ ہے۔ اس راز کے عارف معمار نے تاج کے ڈھانچہ کو تیار کیا۔ تاج کا معمار تاریخ تعمیر کا غالباً وہ پہلا معمار ہے جس نے اینٹ پتھر کی عمارت کو نسوانی پیکر عطا کیا۔ تاج کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے جب ڈھانچہ تیار ہو چکا تو اس نے بڑے خلوص سے دوسرے تزئین کاروں کے حوالے کیا اس طرح تعمیر مرحلہ بہ مرحلہ تکمیل کی طرف بڑھتی رہی۔ سنگ مرمر کے لباس اور سنگھار کے جواہرات کی سجاوٹ کو فن کی معراج تک لانے کا کام آسان نہ تھا۔ سنگ مرمر کے سینہ پر جاگتے گلستان کو مہکا دینا اور سنگ موسی کے سینہ سے آیات قرآنی کو نکال کر سنگ مرمر کے دل میں اتار دینا خون تھوکنے سے کم نہ تھا۔ یہ صبر آزما کام چوبی نمونہ کو قطعیت دینے کے ساتھ ہی شروع ہو چکا تھا۔

تزئین میں سب سے اہم کام نازک پھول پتّوں اور خوبصورت پودوں کی پچیکاری اور منبت کاری کا تھا جو عمارت میں ہر طرف اور اندرونی و بیرونی کرسی کے اطراف بنائے گئے ہیں۔ یہ کام سنگ سرخ پر بھی کیا گیا ہے۔ تاج میں جو بیل بوٹے اور پھول پتے نظر آتے ہیں اسی قسم کے پھول پتے جہانگیر کے ایک مخطوطہ میں دیکھے گئے ہیں۔ آر۔ اسکلٹن کا خیال ہے کہ شاہجہاں نے وہیں سے یہ ڈیزائن لیا ہوگا کیونکہ یہی خاکہ بعد میں دہلی اور

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

آگرے کے قلعوں میں استعمال ہوا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ مسلمانوں میں باغِ جنت کا تصور بھی ہے۔ مقبرہ کو جنتِ ارضی کی شکل دینا بھی بادشاہ کے پیش نظر رہا ہو اسی لئے اس نے خاص ڈھنگ سے عمارت میں گل بوٹے بنائے اور مخصوص انداز میں گلستان مہکایا۔ شاہجہاں کی جو نظم تاج پر ہے اس سے بھی اس خیال کی توثیق ہوتی ہے۔

سنگ مرمر کا استعمال

باضابطہ منصوبے کے تحت سنگ مرمر کے استعمال میں انتہائی باریک بینی سے کام لیا گیا ہے۔ سنگ مرمر کے جوہر کو چمکانے کے لئے بہترین پالش پر پورا زور صرف کیا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی سنگ مرمر کی آب و تاب ابھارے ہوئے پھول پتوں، پودوں اور ڈالیوں کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا (اب ریفائنری سے اس کی آب تاب متاثر ہونے لگی ہے) تزئین کو طویل زندگی کی آب و تاب دینے کے لئے فنکاروں کو یوں بھی دقت نظر سے کام لینا پڑا کہ خود شاہجہاں کی باریک بیں نگاہوں سے کوئی معمولی فروگزاشت چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس سلسلے میں دو باتوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ پہلی بات یہ کہ ایک مربع انچ سنگ مرمر بھی ضائع نہ ہونے پائے اور جوڑ اس طرح ملائے جائیں کہ کہیں جوڑ دکھائی نہ دیں۔ دوسری بات یہ کہ کمان اور ستون اس عنوان سے سجائے جائیں کہ ان میں تناسب، حسن، پائیداری برقرار رہے اور ان پر آراستہ پھول پتے ایک دوسرے سے بے ربط نہ ہونے پائیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ خوبصورت ستون عمارت کے وزن کو اپنے کندھوں پر لے کر زمین کی طرف منتقل کر سکیں۔ اس عمل کے لئے چوڑے پتوں سے کام لیا گیا ہے اس عنوان سے اخلاقی آرٹ اور فن تعمیر کو باہم متحد کر دیا گیا ہے یہ بات عمارت کے ہر حصہ میں نمایاں ہے۔ عمارت کے کسی حصہ کو ناقص نہیں چھوڑا گیا ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سنگ مرمر کا جوہر

سنگ مرمر پر ابھارے گئے پھول پتے جن کا جھکاؤ ممتاز محل کی قبر کی طرف ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

چھتوں اور دیواروں کی سجاوٹ

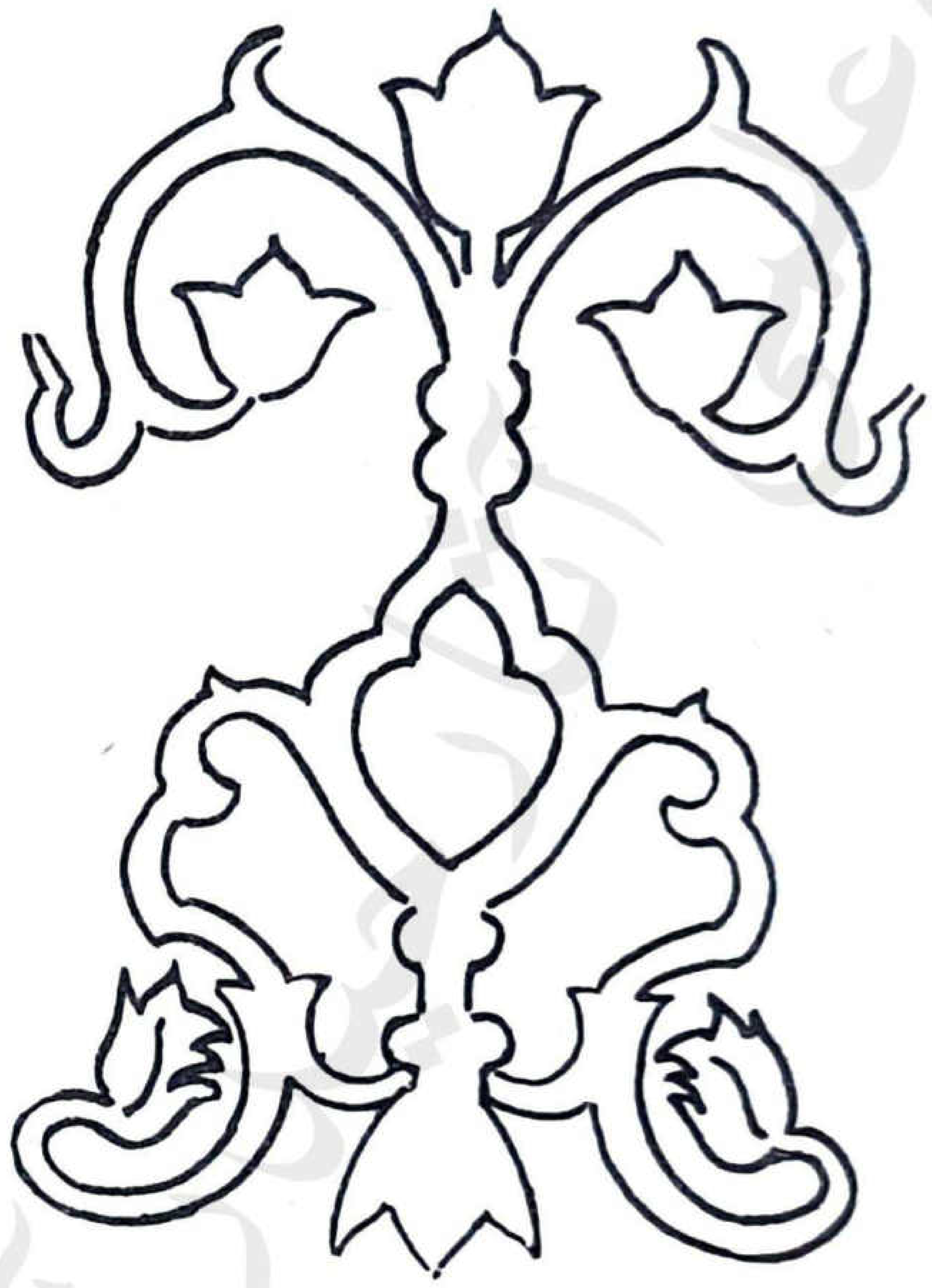

شاہجہاں کے عہد میں دیواروں اور چھتوں کو اس طرح نقوش سے ابھارا جاتا تھا۔

انڈو اسلامک آرکیٹکچر مصنف ضیاء الدین ڈیسائی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل کے مینار

تاج محل کے چاروں گوشوں پر استادہ چار مینار بظاہر اکیلے دکھائی دیتے ہیں لیکن دوہرا کام انجام دیتے ہیں۔ یہ چاروں مینار ایک ایسا چوکھٹا بناتے ہیں جس کے بیچ میں تاج محفوظ کیا گیا ہے دوسرے تناظر تلاثہ کا کام بھی انجام دیتے ہیں اس کے علاوہ یہ چاروں مینار اس قدر وزنی عمارت کو بے ہنگم اور غیر متوازن ہونے سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ فنی نقطۂ نظر سے جہاں مینار عمارت کے محافظ ہیں وہاں اسکے حسن میں اضافہ کا سبب بھی ہیں۔ صدر دروازے کے اندر داخل ہونے کے بعد ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں سے تاج کو دیکھو تو یہ چاروں مینار نظر نہیں آتے اور تاج ایک ایسی سراسیمہ بیوہ نظر آتا ہے جو تنہا ہو اور راستہ بھٹک گئی ہو۔ دوسرے ہی قدم پر چاروں مینار دکھائی دیتے ہیں۔ اب دیکھو تو یہی تاج وہ ملکۂ حسن دکھائی دیتا ہے جو کسی کے خیال میں مستغرق ہو اور چار خادمائیں اپنے اپنے مقام پر ادب کے ساتھ کھڑی حکم کے تعمیل کی منتظر ہوں۔

اسی طرح روضہ کے پھول پتوں پر غور سے نظر ڈالئے، ان کی ڈالیوں کے جھکاؤ کو دیکھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان سب کا جھکاؤ مزار کی طرف ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سارے پھول اپنی محبوب ملکہ کے قدمبوس ہو رہے ہوں۔

تاج ایسی عمارت ہے جس کو جتنی مرتبہ دیکھو اتنی ہی مرتبہ پھر دیکھنے کی آرزو دل کو بے تاب کر دیتی ہے۔ نہ دل سیر ہوتا ہے نہ نگاہیں سیر ہوتی ہیں۔ تاج میں جو سنگ مرمر استعمال ہوا ہے اس کی چند ایسی خاصیتیں ہیں جو عام سنگ مرمر میں نہیں پائی جاتیں وہ ہر گھنٹہ اپنا رنگ بدلتا رہتا ہے، موسم کی تبدیلی کے ساتھ اس کی کیفیت بھی بدل جاتی ہے۔ سحر کی نرم شعاعوں میں تاج حسن خوابیدہ نظر آتا ہے۔ دوپہر میں دیکھو تو اس کی چمک دمک سے نظریں خیرہ ہونے لگتی ہیں، ڈوبتے سورج کی وداعی کرنوں

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کی آغوش میں خوبصورت مگر مرجھایا ہوا زرد گلاب نظر آتا ہے اور چاندنی میں تاج کا حسن اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کو صرف محسوس کیا جا سکتا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یونہی بارش میں، کہر کی گود میں، ستاروں کی چھاؤں میں جمنا کی لہروں کے درمیان درختوں کے جھنڈ سے تاج کو کسی وقت اور کسی رخ سے دیکھو قلب و دماغ ایک ایسے کیف سے شرابور ہو جاتے ہیں جس کا خمار پہروں نہیں اترتا۔ تاج وہ پہلی عمارت ہے جو دور سے بھی اتنی ہی دلکش ہے جتنی دلفریب نزدیک سے ہے۔ بقول ٹیگور "تاج رخسار ابدیت پر ایک گہرا اشک ہے"۔

باغ

مغل طرز تعمیر میں ہمیشہ عمارت کو وسط میں رکھا جاتا تھا اور چاروں طرف مربعی شکل میں باغ لگایا جاتا اس کے علاوہ چار دروازوں سے روشیں سیدھے عمارت پر آکر ختم ہوتیں۔ شاہجہاں نے پہلی مرتبہ تاج کے باغ میں اس طرز سے انحراف کیا۔ تاج کے معمار اور باغبان اس بات پر متفق تھے کہ عمارت جمنا کے کنارے بنائی جائے، خلا اس کا پس منظر ہو جو ہمیشہ بدل بدل کر نیا پس منظر فراہم کرتا رہے۔

چنانچہ تاج کے باغبان رام لعل نے باغ کا نقشہ اس طرح بنایا کہ صدر دروازے سے روضہ تک درمیان میں صرف نہر اور سرو کے درخت ہیں اس پٹی کو حسن سادہ دے کر اتنا دل آویز بنا دیا کہ ناظر کی نگاہ راست روضہ پر ٹکی رہے اور شرقی و غربی رخوں کی طرف رخ نہ کرے۔ یہی باغبان کا کمال ہے۔ باغبان کو اندازہ تھا کہ اگر اس نے باغ کے دوسرے پہلوؤں کو دلفریب بنا دیا تو دیکھنے والی نظریں مختلف رخوں سے حسن سے متاثر ہوں گی۔ اس طرح توجہ تقسیم ہو کر تاج کا بے پناہ حسن اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ ناظر کی نگاہوں میں ابھر نہ سکے گا اور مجموعی تاثر مجروح ہو گا۔

باغبان نے پودوں اور درختوں کو اس ترکیب سے لگایا ہے کہ روضہ کے قریب

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

پھول کھلتے رہیں اور اطراف میں میووں کی بہار ہو۔ کیاریوں، روشوں اور دوب کی چوڑی پٹیوں کی آراستگی میں جمالیاتی ذوق کی تسکین کے سامان فراہم کئے ہیں اونچے درختوں کو حصار کے اطراف شرقاً غرباً رکھا گیا ہے۔ جب سورج اور چاند کی کرنیں چھن چھن کر تاج پر پڑتی ہیں تو عجب سماں بندھ جاتا ہے، عاشق بے تاب اور شاعر گم ہو جاتا ہے۔ جب پودوں سے پھول جھڑتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے فطرت گلہائے عقیدت تاج پر نچھاور کر رہی ہے۔ دو رویہ سرو نہر کے دونوں جانب اس طرح لگائے گئے ہیں جیسے ممتاز چاندنی کے اس قالین پر سے گزرنے ہی والی ہے اور یہ حبشی غلام سلامی کے لئے مؤدب کھڑے ہیں۔[۱]

مقبرے کے اندر یعنی مزار کے اطراف طہران اور قسطنطنیہ کے اعلیٰ درجہ کے قالین بچھائے گئے تھے۔ خوبصورت قندیلوں جھاڑ اور فانوس سے مزار کو منور اور آراستہ کیا گیا تھا۔[۱۱]

مزار پر عورتوں اور خواجہ سراؤں کا پہرہ تھا۔ ہمیشہ چلمن چھٹی رہتی تھیں کسی مرد کو مزار تک جانے کی اجازت نہ تھی۔

شاہجہاں نے صرف مزار کی زینت کے لئے موتیوں کی چادر بنوائی تھی جو ہر جمعہ کو مزار پر ڈالی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ مزار کے اطراف ایک سونے کا کٹہرا بنوایا تھا جس میں چالیس ہزار تولہ سونا صرف ہوا تھا۔ کٹہرے میں جواہرات جڑے تھے۔ اس کو بے بدل خاں نے چھ لاکھ کی لاگت سے اپنی نگرانی میں تیار کروایا تھا۔

۱۰۵۲ھ میں سونے کا کٹہرا ہٹا لیا گیا۔ اس کی جگہ سنگ مرمر کا مجر لگا دیا گیا۔ یہ مجحر دس برس میں پچاس ہزار کی لاگت سے تیار ہوا یہ مجحر آج بھی موجود ہے جس کا ضلع ۱۲ فٹ ۲ انچ ہے جس کے ہر ضلع میں تین جالیاں ہیں۔ جالی کا سرہانہ بند اور پائینتی کا حصہ کھلا ہے۔ کسی وقت اس میں یشب کا دروازہ لگا تھا جس کی لاگت ۱۰ ہزار روپئے تھی۔[۱۲] مجحر میں سنگ طلا کا نازک کام، مہین بیل بوٹوں کی شکل میں وار یار قابل دید ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱ THE TAJ ص ۶۵

۲ ایضاً ص ۶۵

۳ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۷۵ء ص ۱۲، ۱۳

۴ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۴۷

۵ تاریخ تاج محل معہ مصارف آن ورق ۶ (مخطوطہ)

۶ SOME ASPECTS OF MOGHAL ARCHITECTURE ص ۱۵۳

۷ ایضاً ص ۱۵۰

۸ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۷۵ء ص ۱۲ سے آگے

۹ HISTORY OF WORLD ARCHITECTURE ص ۳۸۰

۱۰ THE ARCHITECTURE OF INDIA ص ۲۰۵، ۲۰۶

۱۱ بادشاہ نامہ ج ۱ ص ۴۸۷

۱۲ ایضاً ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۶

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

قرآن کی سورتیں اور آیتیں

شاہجہاں نے تاج محل کو "نایاب" بنانے کے لئے جہاں سارے جتن کئے ہیں وہاں وہ سامان مغفرت کے مہیا کرنے میں بھی اتنا ہی مستعد رہا ہے۔ وہ عربی کا ماہر تھا۔ اس کو قرآن پر بڑا عبور حاصل تھا۔ اس کی تعلیم کا آغاز ہی قرآن کی تعلیم سے ہوا تھا اس نے قرآن کی سورتوں اور آیتوں کے انتخاب میں بہت سی باتوں کو ملحوظ رکھا۔ اس نے صدر دروازے کے لئے "والفجر" اور اندرونی پھاٹک کے لئے "والضحیٰ، الم نشرح اور والتین والزیتون" کی سورتوں کو منتخب کیا۔ خاص روضہ کے لئے چار بڑی سورتیں اور پانچ چھوٹی سورتیں منتخب کیں۔ مزار کے تعویذ کے لئے انہی مختلف سورتوں سے کی خاص خاص آیتوں کا انتخاب کیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

بڑی سورتیں۔ یٰسین، تبارک الذی، انا فتحنا اور الدہر۔

چھوٹی سورتیں۔ التکویر، انفطار، الانشقاق، البیّنہ اور نطفیف

باقی حٰم سجدہ، مؤمن، حشر اور آل عمران کی مخصوص آیتیں۔

شاہجہاں نے سورتوں اور آیتوں کے انتخاب کے وقت غالباً ممتاز محل کے مذہبی عقیدے کو ملحوظ رکھا ہے۔ شیعہ مذہب کو ماننے والے والفجر کو سورۂ حسینؑ بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح الدہر کو جناب امیر حضرت علیؑ کا سورہ سمجھتے ہیں جس میں اہل بیت کی فضیلت خاص طور پر بیان کی گئی ہے۔ یہ قیاس شاہجہاں کے رواداری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سے بعید بھی نہیں ہے۔ منتخب سورتیں اور آیتیں مغفرت اور تخفیف عذاب کے لئے مخصوص اور موثر ہیں۔

قرآن کی یہ سورتیں اور آیتیں جہاں صاحب قبر کی مغفرت کا سبب ہیں وہاں اس کے خواب کی تعبیر یعنی تاج کی تزئین میں بھی اہم حصہ ادا کر رہی ہیں۔ شاہجہاں نے باکمال فنکاروں اور معماروں کی طرح باکمال خطاطوں کو بھی چن چن کر آگرے میں اکٹھا کیا تھا۔ یہ خطاط بجا طور پر اپنے وقت کے عماد تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ خطاطوں کا انتخاب بھی اسی نے کیا تھا کیونکہ جس طرح وہ ایک ارکیٹکٹ بادشاہ تھا اسی طرح اعلیٰ درجہ کا خطاط بھی تھا۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی راقم دہلوی اپنی کتاب "تذکرۂ خوش نویساں" کے صفحہ ۹۱ پر لکھتے ہیں کہ:

"شہزادہ خرم یعنی شاہجہاں بادشاہ در تحصیل عربی و فارسی و خط نستعلیق نہایت مہارت داشتند"

شاہجہاں نے تاج کی تزئین کے لئے آیتوں اور سورتوں کو خط ثلث میں ترشوایا خط ثلث کا انتخاب غالباً اس لئے کیا گیا کہ اس میں حرفوں کی کشش اور ان کا خم دوسرے بیل بوٹوں سے مربوط ہو کر حسن میں اضافہ اور تاثر میں شدت کا سبب بنتا ہے۔ حروف کو سنگ موسی میں ترشوایا گیا اور ان کو سنگ مرمر میں منبت کیا گیا۔ سیاہ و سفید کا اتحاد جو تاثر پیدا کرتا ہے وہ ظاہر ہے۔

خطاطوں میں جس حسن کار خطاط نے نمایاں خدمت انجام دی ہے وہ عبدالحق امانت خاں شیرازی ہے۔ یہ خطاط بے شک عماد وقت تھا۔ صدر دروازے پر والفجر کا سورہ اسی کا شاہکار ہے۔ امانت خاں نے خط ثلث میں سنگ موسیٰ میں سے حروف تراش کر سنگ مرمر میں جڑ دیئے۔ صدر دروازے کے اس سورہ کو غور سے دیکھئے، فن کا عجیب کمال نظر آتا ہے اور عقل حیران رہ جاتی ہے۔ حروف

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نچلے حصہ میں جس دبازت اور جسامت کے نظر آتے ہیں ۸۰ فٹ کی بلندی پر بھی اتنے ہی دبیز اور جسیم دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح اندرونی پھاٹک کی سورتوں میں پیشانی پر لکھی گئی سورہ کی یہ آیت رفعنا لک ذکرک اس مقام پر لائی گئی ہے کہ اگر وہاں سے خط مستقیم کھینچا جائے تو وہ سیدھا مزار تک پہنچتا ہے، اس کی بلاغت واضح ہے۔ تاج کی قرآنی آیتوں میں اس قسم کی صنعتوں کو خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

قرآن کی سورتوں اور آیتوں میں مغفرت اور کمی عذاب کے ساتھ ساتھ اس کے مذہبی عقیدے کو بھی غالباً ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ممتاز محل امامیہ عقائد رکھتی تھی۔ شیعہ فرقہ سورہ والفجر کو سورۂ حسینؑ بھی کہتا ہے اس سورہ کے انتخاب میں یہ مصلحت بھی غالباً رہی ہے۔ شیعہ فرقہ چودہ معصومین کا قائل ہے۔ وہ بارہ اماموں کو پیغمبرؐ اطہر کا جانشین مانتا ہے۔ سورہ والضحٰی میں جناب فاطمہؑ دختر رسول کی فضیلت بیان کی گئی ہے التزام واضح ہے۔ الم نشرح اور والتین والزیتون میں ترتیب وار ذکر کی رفعت و بلندی اور اچھے کام کرنے والوں کے لئے بے انتہا اجر و ثواب کا تذکرہ ہے۔ یہ سب سورتیں ممتاز کی روح کی تسکین اور اس کی مغفرت کا سبب ہیں۔

جب ہم اصل مزار کی طرف آتے ہیں تو جنوبی پھاٹک پر سورہ یٰسین شروع ہوتی ہے جو مغربی دروازے سے ہوتی ہوئی شمالی دروازے سے آگے بڑھ کر مشرقی دروازے پر آکر ختم ہوتی ہے۔

صدر دروازے کے بیش طاق پر سورۂ التکویر (اذا الشمس کورت)، غربی دروازے کے بیش طاق پر سورۂ انفطار (اذا السماء انفطرت)، شمالی دروازے کے بیش طاق پر سورہ الانشقاق (اذا السماء انشقت) اور جنوبی دروازے کے بیش طاق پر سورہ البینہ (لم یکن الذی کفروا) تحریر ہے۔ یہ چاروں سورتیں پارہ عمّ یعنی قرآن کے آخری پارے میں ہیں۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اندرونی عمارت یعنی مزار والے کمرے میں اوپر کی طرف دو حلقے ہیں اُوپری حلقہ میں سورہ الملک (تبارک اللہ) پارہ ۲۹، تحریر ہے جو مشرق کی سمت نچلے حلقہ میں آکر ختم ہوتی ہے۔ یہیں سے سورہ فتح (انا فتحنا) پارہ ۲۶ شروع ہوکر چوتھے در پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد سورہ الدہر (ہل اتی علی الانسان) پارہ ۲۹ شروع ہوکر صدر دروازے پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے بعد سورہ زمر ع۵ پارہ ۲۴ کی دو آیتوں سے پہلے قال تبارک وتعالیٰ لکھا گیا ہے پھر آیت اس طرح شروع ہوتی ہے قُل یاعبادیَ الّذی .... ثم لا تنصرون (آیت ۵۳ اور ۵۴)۔ " (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اے میرے (ایماندار) بندو جنھوں نے (گناہ کرکے) اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم لوگ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، بے شک خدا (تمہارے) کل گناہوں کو بخش دے گا۔ وہ بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اسی کے فرمانبردار بن جاؤ (مگر) اس وقت سے قبل ہی کہ تم پر عذاب نازل ہو پھر تمہاری مدد نہ کی جاسکے"۔ (ترجمہ سیّد فرمان علی)۔ اس کے بعد لکھا ہے امانت خاں شیرازی ۱۰۴۸ھ ۱۶۳۸ء ہزار وچہل وہشت ہجری ۱۲ھ دوازدہم بجلوس مبارک"، لوحِ مزار کے سنگ مرمر پر سنگ موسلے سے یہ آیتیں کندہ کی گئی ہیں۔ کتبہ خطِ نسخ میں ہے۔

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یا حیّ یا قیوّم .... پھر حٰم سجدہ کی آیت نشان (۳۰) ہے جو کنتم توعدون پر ختم ہوتی ہے۔ " لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا پروردگار تو (بس) خدا ہے۔ پھر اسی پر قائم بھی رہے۔ ان پر موت کے وقت (رحمت کے) فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے) کہ کچھ خوف نہ کرو اور نہ غم کھاؤ اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کی خوشیاں مناؤ"۔ (ترجمہ سیّد فرمان علی) اس کے بعد

۲۔ سورہ مومن کی دو آیتیں (۷ اور ۸) کندہ کی گئی ہیں۔ آیت نشان ۷ درمیان سے شروع ہوئی ہے یعنی ربّنا وسعت .... انت العزیز الحکیم۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

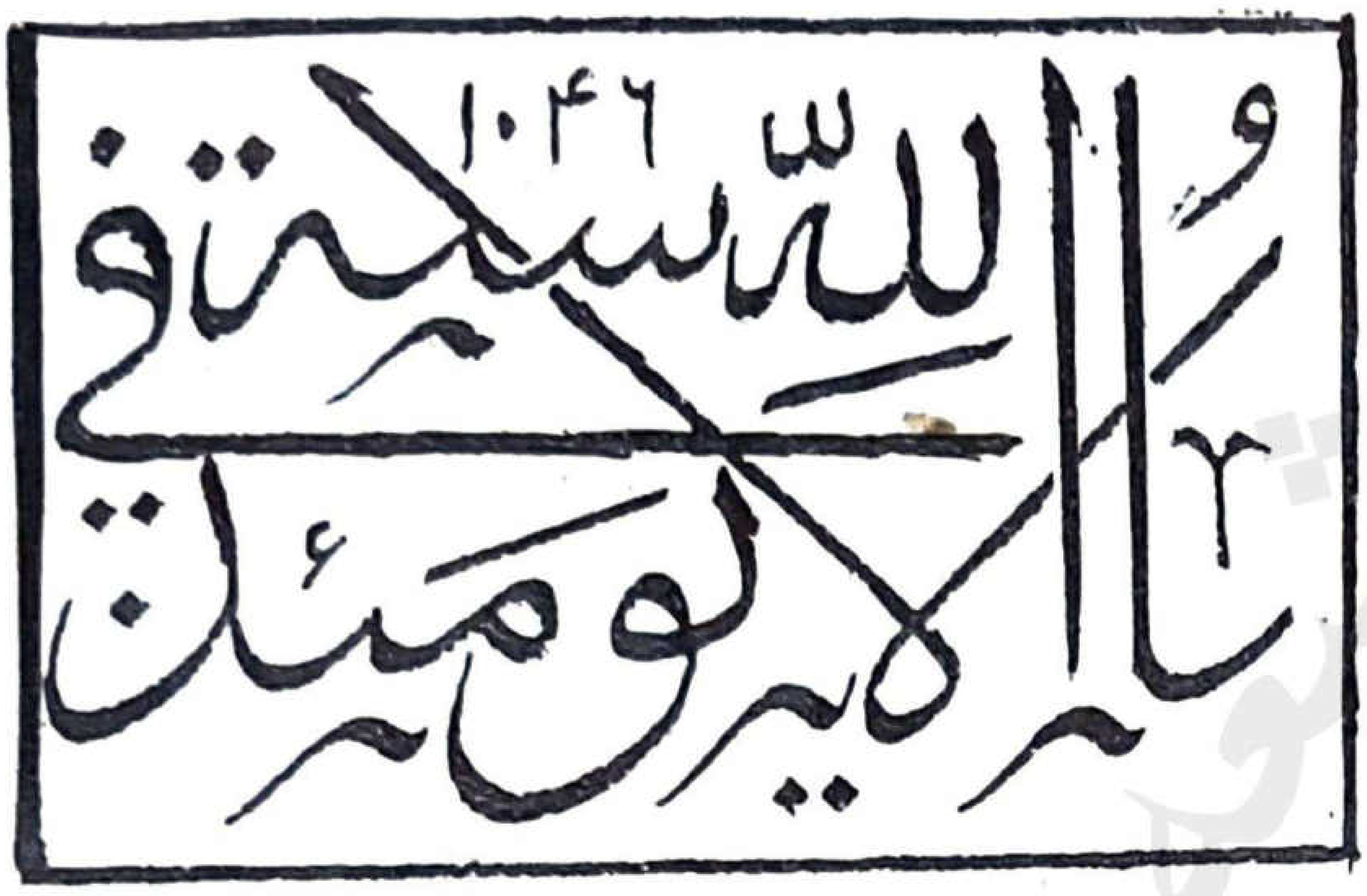

تاج کے مغربی رخ سے ۱۰۴۶ھ

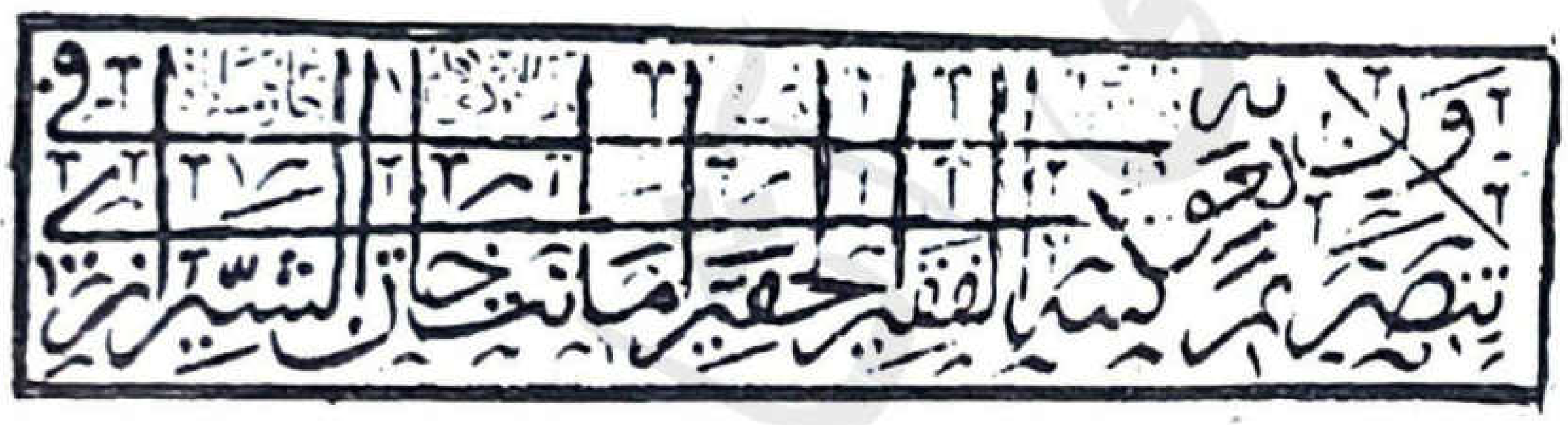

اندرون گنبد تاج محل کاتب امانت خاں شیرازی نے
۱۲ جلوس شاہجہاں ۱۰۴۸ھ میں لکھا اس کا اصل
نام عبدالحق تھا۔

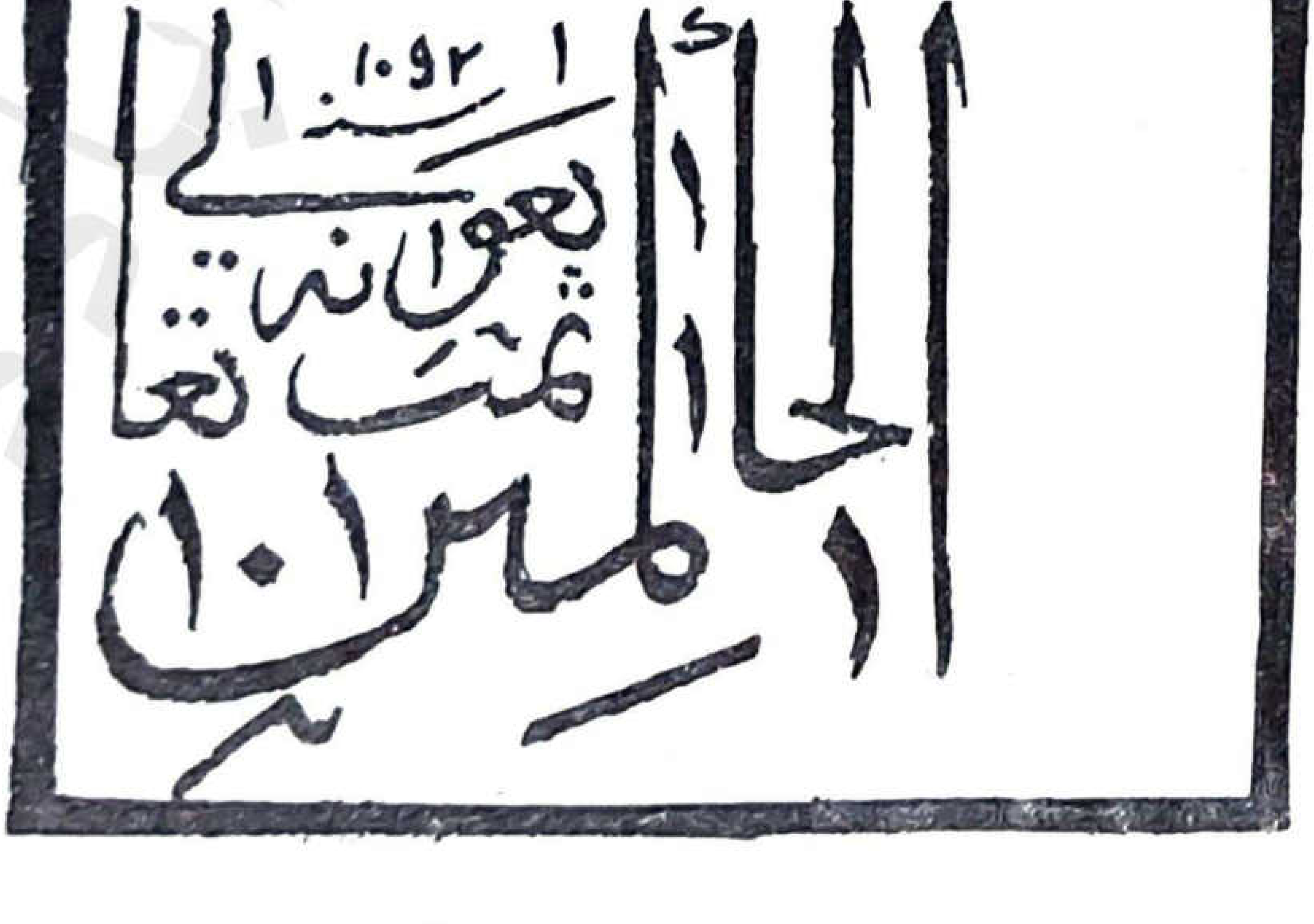

تاج کے دروازہ کے اندرونی ماتھے سے ۱۰۵۷ھ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

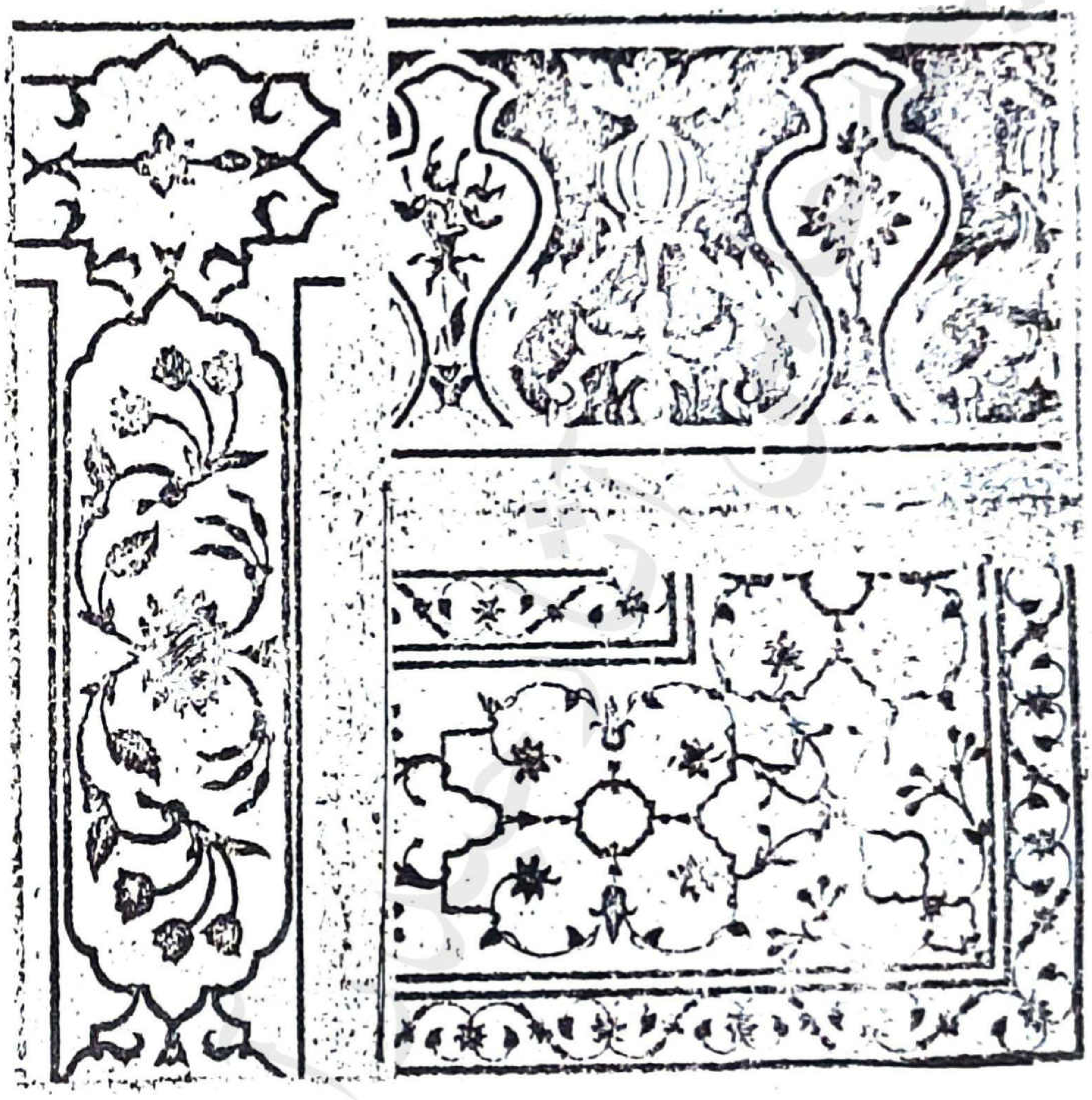

تاج محل میں پرچین کاری کے رنگین نمونے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

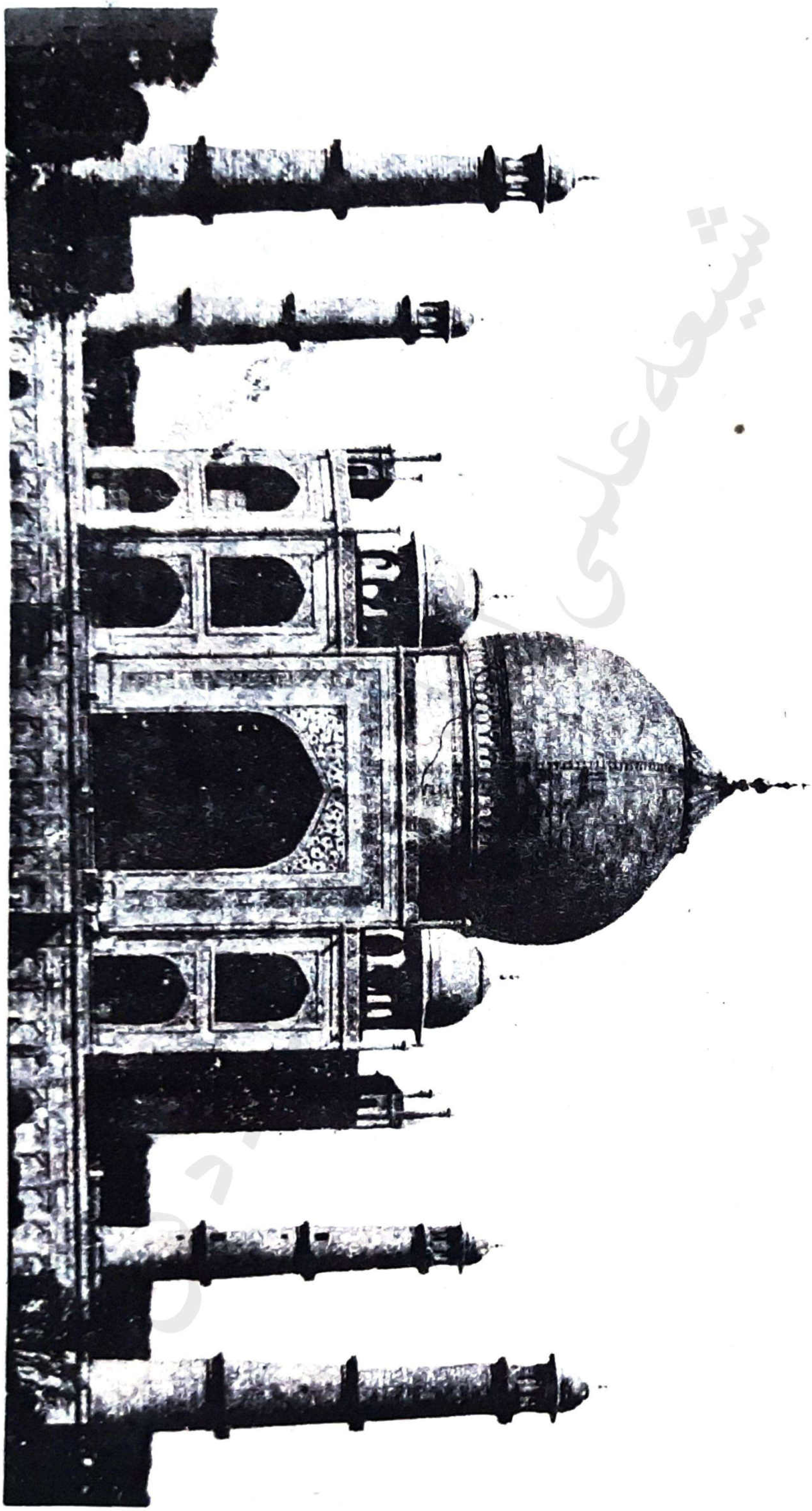

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"پروردگارا! تری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تو جن لوگوں نے (سچے) دل سے توبہ کرلی اور تیرے راستہ پر چلے ان کو بخش دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔ اے ہمارے پالنے والے ان کو سدا بہار باغوں میں جن کا تونے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر۔ اور ان کے باپ داداؤں اور ان کی بیبیوں اور ان کی اولاد میں سے جو لوگ نیک ہوں ان کو بھی بخش دے، بے شک تو ہی زبردست بخشنے والا ہے"۔ (ترجمہ سیّد فرمان علی)۔

۳۔ سورہ مطففین کی آیت (۲۲ تا ۲۸) کے آغاز سے پہلے قال تبارک وتعالے ہے۔ اِنَّ الابرار .... بہا المقربون "بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے تختوں پر بیٹھے نظارے کریں گے۔ تم ان کے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کرو گے ان کو سربمہر خالص شراب پلائی جائے گی جس کی مہر مشک کی ہو گی اور اس کی طرف شائقین کو رغبت کرنی چاہیئے اور اس (شراب) میں تسنیم (کے پانی کی) آمیزش ہو گی۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں مقربین پئیں گے"۔ (ترجمہ سیّد فرمان علی)۔

۴۔ یہاں پھر حم سجدہ کی سابقہ آیت کی تکرار ہوئی ہے اس کے بعد

۵۔ سورہ بقرہ کی آخری آیت کندہ ہے جو درمیان سے یعنی ربّنا ولا تحمّلنا سے شروع ہو کر علی القوم الکٰفرین پر ختم ہوئی۔ "اے ہمارے پروردگار! اتنا بوجھ جس کے اٹھانے کی ہمیں طاقت نہ ہو ہم سے نہ اٹھوا اور ہمارے قصوروں سے درگزر کر اور ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا مالک ہے۔ تو ہی کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کر۔ (ترجمہ سید فرمان علی)

۶۔ اس کے بعد سورہ حشر کی آیات (۲۳ اور ۲۴) کندہ ہیں۔

تہ خانہ کے اصلی مزار پر بخطِ نسخ سورہ زمر ع[۵]، سورہ آل عمران ع[۱۹] اور سورہ حشر کی سابقہ آیات کندہ ہیں اور پائنتی کندہ ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

"مرقد منور ارجمند بانو بیگم مخاطب بہ ممتاز محل توفیت فی سنہ ۱۰۴۰ھ ۱۶۳۰ء"

کسی وقت مزار بیش قیمت جواہرات سے مزین تھا۔ بعد میں جواہرات ٹھگی نذر ہو گئے۔

جس طرح اندرونی پھاٹک پر رفعنا لک ذکرک کی صنعت صرف ہوئی ہے اسی طرح مزار کے روبرو سورہ یٰسین کی یہ آیت ہے۔ فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم۔

اوپر درج کی ہوئی آیتوں کے ترجمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان آیتوں کے اثر رحمت سے ممتاز محل کی بخشائش کے سامان مہیا کئے گئے ہیں۔ آیتیں جس ڈھنگ سے کندہ ہوئی ہیں ان سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ممتاز محل کے گرد رحمت کا حصار ہے اور وہ بہ کمال سکون و آسودگی محوِ خواب ہے۔ مزار کے گرداگرد منقش در و دیوار ہر زائر پر ایسی فرحت بخش کیفیت طاری کر دیتے ہیں کہ وہ اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

تاج کے مصارفِ تعمیر

تاج محل کی تعمیر پر جو لاگت آئی ہے اس کی تفصیل تاریخ تاج محل کے مؤلف معین الدین اکبر آبادی نے ایک قلمی نسخہ کے حوالے سے اپنی تالیف میں درج کی ہے۔
ان کی تحقیق کے مطابق تاج محل پر تقریباً چار کروڑ اٹھارہ لاکھ روپئے سے زیادہ رقم صرف ہوئی۔ شاہجہاں کے سرکاری مورخ عبدالحمید لاہوری نے جو رقم بادشاہ نامہ جلد دوم صفحہ ۳۳۰ پر درج کی ہے وہ رقم صرف ۵۰،۰۰،۰۰۰ روپئے ہے۔ لاہوری نے غالباً صرف اصل "روضہ ممتاز محل" کے تعمیری مصارف کی حد تک یہ رقم درج کی ہے۔
معین الدین نے رودر داس کے قلمی نسخہ کے حوالہ سے جو لاگت بتائی ہے وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تفصیل ابواب	پائی	آنہ	روپیہ
مسجد، حوض، صحن، کلس، پائے	۰	۷	۸۲۵۸۲۱
روضہ ممتاز محل مع چار مینار و کرسی بیرونی	۰	۷	۵۱۷۷۶۷۴
تعویذ سنگ رخام مع پچپیکاری	۰	۲	۵۵۸۱۱
روضہ ممتاز محل اندرونی	۰	۱۰	۵۳۴۵۹۶۱
تعویذ قبر ممتاز محل	۰	۴	۴۵۶۷۲
" " " "	۰	۴	۱۹۷۹۴
تعویذ پائے بالا	۰	۱۰	۵۶۱۵۲
اندرونی تہ خانہ مرقد	۰	۹	۱۹۶۹۱
تہ خانہ	۰	۱۰	۲۲۹۹۰
یک جفت کواڑ شیب مع جواہرات	۰	۱۰	۲۱۴۸۲
مجبر حجر جالی یک جفت نقرہ یک جفت طلائی برائے تہ خانہ	۰	۱۴	۴۵۶۸۷
مجبری سنگ مرمر مع پچپیکاری	۰	۲	۴۶۸۸۵۵
کواڑ چوب صندل	۰	۶	۴۵۲۴۵
کواڑ برنجی مینار ہائے روضہ چہار جفت	۰	۳	۲۵۹۳۷
کواڑ ہائے آبنوس	۰	۱۰	۴۵۴۱۸
زنجیر ہائے برنجی	۰	۱۴	۷۵۲۱۵
بروج شرق رویہ	۰	۶	۱۶۵۴۲۷
بروج غرب رویہ	۰	۶	۱۶۵۴۲۷

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تفصیل ابواب	پائی	آنہ	روپیہ
دیگر بروج	۰	۲	۱۴۲۵۱۰
	۰	۱۴	۱۱۳۹۱۸
	۰	۱۲	۱۴۵۵۴۵
	۰	۱۱	۱۸۲۶۳۹
	۰	۱۳	۵۲۶۷۵
مختلف دیواریں	۰	۱۳	۵۸۷۷۷
	۰	۱۲	۸۷۸۸۵
	۰	۱۲	۱۲۲۲۱۲
ایوان کلاں شرق	۰	۸	۱۹۶۳۵
ایوان کلاں غرب	۰	۱۰	۱۶۳۷۳
خیاباں مع حوض	۰	۱۴	۵۳۶۵۳
جلوخانہ	۰	۱۵	۵۵۴۲۴
کٹھرہ بیرونی	۰	۱۱	۴۲۱۱۴
گادخانہ	۰	۱۰	۲۱۹۱۵
مسافرخانہ	۰	۱۱	۱۵۲۲۴
شترخانہ	۰	۱	۱۱۱۲۲
پالکی خانہ	۰	۲	۷۷۶۱۸
کٹھرہ پالکی خانہ	۰	۱	۲۵۴۵۵
تعویذ چوب صندل مع صندوق	۰	۳	۴۱۵۲

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تفصیل ابواب	پائی	آنہ	روپیہ
بازار شرق رویہ	۰	۲	۱۱۲۲۷
بازار غرب رویہ	۰	۶	۱۲۲۱۲
دروازہ شرق رویہ	۰	۲	۵۴۲۸۰
دروازہ غرب رویہ	۰	۱۳	۷۴۶۰۵
دروازہ جنوب رویہ	۰	۲	۱۱۲۸۱
کلید خانہ	۰	۲	۱۸۹۱۵
حوض بیرون شرق رویہ	۰	۲	۱۳۹۱۷
خواص پورہ	۰	۱۰	۱۹۱۱۳
خواص پورہ	۰	۵	۱۶۱۰۵
خواص پورہ جنوب	۰	۱۰	۴۵۱۰۵
ماہانہ داراں	۰	۶	۵۶۵۱۳
عملہ پچیکاری	۰	۷	۱۳۶۲۷۷
عملہ سنگ تراشاں	۰	۹	۱۲۹۷۳۶
عملہ سنگ برآمدہا	۰	۱۰	۱۲۹۸۶۶
گنبد برنجی یعنی کلس کلاں تک عدد ۲ ۳۲ من	۰	۱۳	۱۳۶۸۸
دفتر خانہ بادشاہی	۹	۳	۹۷۵۵۹۲۶
خزانہ عامرہ صوبہ اکبر آباد	۰	۷	۵۳۶۱۱۱۶
جملہ میزان	۹	۷	۴۱۸۴۸۸۲۶

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ایچ۔ آئی۔ ایس کنور نے ایک تفصیلی مضمون بعنوان "مصارف تاج محل" اسلامک کلچر اپریل ۱۹۷۶ء میں سپرد قلم کیا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے عہد شاہجہانی کی عام اشیا کے نرخ اور کام کی اوسط اجرتوں کی روشنی میں تاج کی لاگت کی تفصیل لکھی ہے۔ ان کے اندازے کے مطابق تاج کی لاگت لگ بھگ ۳ کروڑ روپئے سے زیادہ ہوتی ہے۔

کنور صاحب نے تعمیر کے حسب ذیل اہم مدات قائم کئے ہیں۔

(۱) زمین برائے تعمیر تاج محل

(۲) سنگ مرمر اور دیگر اشیائے تعمیر

(۳) جواہرات (قیمتی پتھر)

(۴) انجینئروں اور دیگر تزئین کاروں کی تنخواہیں

(۵) تزئین کاری کے مصارف

ان مذکورہ بالا مدات پر معقول تخمینی رقومات کی صراحت کے بعد ہر مد پر جس رقم کی تخمینی کی گئی ہے وہ عہد شاہجہاں کے عام نرخوں اور مزدوریوں کے مطابق ہے۔ کنور صاحب نے ہر مد پر اپنی بحث کو امکانی حد تک مدلّل رکھا ہے۔ آخر میں خلاصہ دیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱	خریداری زمین		۵۰،۰۰۰
۲	اشیائے تعمیر		
	ا۔ مضبوط بنیاد	۳۰۰،۰۰۰	
	ب۔ سنگ سرخ اور اینٹ	۲۷۱۲۰۰	
	ج۔ سنگ مرمر	۴۰،۰۰۰،۰۰۰	
	د۔ منچان	۵۰،۰۰۰،۰۰۰	
	میزان	۱،۲۰،۱۲۰۰۰	

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

			۱٬۲۰٬۱۲٬۰۰۰
۳	قیمتی پتھر	→	۱٬۲۶٬۰۰٬۰۰۰
۴	تنخواہیں	→	۵۴٬۱۸٬۰۰۰
۵		→	۱٬۹۸٬۰۰۰
	کل میزان		۳٬۰۲٬۲۸٬۰۰۰

تاج کے تزئین کار

مورخین کے درمیان تاج کے معمار کی طرح اس کے تزئین کاروں میں بھی اختلاف رہا ہے۔ مختلف مورخین نے الگ الگ فہرستیں مرتب کی ہیں۔ ان فہرستوں میں ویسے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اکثر نام، ان کا پیشہ اور ان کی تنخواہ مشترک ہیں کہیں کہیں اختلاف بھی ہے۔ معماروں اور تزئین کاروں کی سب سے طویل فہرست رودر داس خزانچی کی ہے جس نے تفصیل سے اخراجات تعمیر بھی بیان کئے ہیں اور تاج کی مختلف عمارتوں باغ، حوض، صدر دروازے وغیرہ پر تعمیری اخراجات کی رقومات کی بھی صراحت کی ہے۔ تاج محل کے معماروں کی مختصر فہرست مشہور مورخ سرکار نے دی ہے۔ ہیول نے اپنی فہرست میں سرکار کے مقابلہ میں کچھ معماروں کا اضافہ کیا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے یہاں سرکار، ہیول، رودر داس، مرزا مغل بیگ کی فہرستیں درج کی جاتی ہیں۔

سرکار کی فہرست

سرکار نے اپنی فہرست میں، معمار کا نام، خدمت اور سکونت کی صراحت کی ہے۔ لیکن تنخواہ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔

	نام	خدمت	سکونت	کیفیت
۱	امانت خاں شیرازی	طغرا نویس	قندھار	
۲	استاد عیسیٰ	معمار	آگرہ	
۳	استاد پیرا	کارپینٹر	دہلی	
۴	منوہر			
۵	جاٹ مل	پچیکار	دہلی	
۶	زور آور			
۷	اسماعیل خاں رومی	گنبد ساز	قسطنطنیہ یا ایشیائے کوچک	
۸	رام لعل	باغبان	کشمیر	

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

	نام	خدمت	سکونت	تنخواہ
۱	محمد حنیف	معمار	قندھار	۱۰۰۰
۲	محمد سعید	"	ملتان	۵۰۰
۳	ابوطرہ	"	"	۵۰۰
۴	اسماعیل خاں رومی	گنبد ساز	روم	۵۰۰
۵	محمد شریف	کلس ساز	سمرقند	۵۰۰
۶	کاظم خاں	"	لاہور	۲۵۰
۷	پیرا	کارپینٹر	دہلی	نامعلوم
۸،۹،۱۰	نامعلوم	معمار	دہلی	۳۷۵ تا ۵۰۰
۱۱	امانت خان شیرازی	طغرا نویس	شیراز	۱۰۰۰
۱۲	قادر زماں	"	نامعلوم	۸۰۰
۱۳	محمد خان	"	بغداد	۵۰۰
۱۴	روشن خاں	"	سیریا	۳۰۰
۱۵	چرنجی لال	پچیکار	قنوج	۸۰۰
۱۶	چھوٹے لعل	"	"	۲۰۰
۱۷	منو لعل	"	"	
۱۸	منوہر سنگھ	"	"	۳۸۰
۱۹	عطا محمد	گل کار	بخارا	۵۰۰
۲۰	شکر محمد	"	"	۴۰۰
۲۱	منوہر	"	"	نامعلوم
۲۲،۲۳	شاہ مل، زور آور	گل کار	بخارا	نامعلوم
۲۴	رام لعل	باغبان	کشمیر	"
۲۵	استاد عیسیٰ	معمار	شیراز	۱۰۰۰

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

رودر داس کی فہرست (تاریخ تاج محل ص ۵۰ تا ۵۲)

	نام	خدمت	سکونت	تنخواہ
۱	استاد عیسیٰ افندی	نقشہ نویس	روم	۱۰۰۰
۲	ستار خاں	خوش نویس	"	۱۰۰۰
۳	محمد شریف	نقشہ نویس	سمرقند	۱۰۰۰
۴	محمد حنیف	کارفرمائے معماران	اکبرآباد	۱۰۰۰
۵	امانت خاں	طغرا نویس	شیراز	۱۰۰۰
۶	قادر زماں خاں	ہرفن مولا	عرب	۸۰۰
۷	چرنجی لعل	پچیکار	دہلی	۸۰۰
۸	بلدیو داس	گل تراش	ملتان	۶۹۰
۹	منو لعل	پچیکار	لاہور	۶۸۰
۱۰	جمنا داس	"	دہلی	"
۱۱	عبد اللہ	معمار	دہلی	۶۷۵
۱۲	بشارت علی	پچیکار	"	۶۳۲
۱۳	بھگوان داس	"	ملتان	۶۳۰
۱۴	محمد یوسف خاں	"	دہلی	۶۰۰
۱۵	چھوٹے لعل	"	ملتان	"
۱۶	جھومر لعل	"	"	"
۱۷	عبد الغفار	خوش نویس	"	"
۱۸	محمد کاظم	"	طہران	۵۹۰
۱۹	محمد سجاد	معمار	بلخ	"

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱۹	امیر علی	گل تراش	ملتان	۶۰۰
۲۰	محمد سجاد	معمار	بلخ	۵۹۰
۲۱	اسماعیل خاں	گنبد ساز	روم	۵۰۰
۲۲	محمد خاں	خوشنویس	بغداد	۵۰۰
۲۳	محمد صدیق	معمار	دہلی	۵۰۰
۲۴	عطا محمد	سنگ تراش	بخارا	۵۰۰
۲۵	ابو یوسف	پچیکار	دہلی	۵۰۰
۲۶	ابو تراب خاں	معمار	ملتان	۵۰۰
۲۷	شکر اللہ	گل تراش	"	۴۷۵
۲۸	محمد ایوب	خوشنویس	شام	۴۰۰
۲۹	شاکر محمد	گل تراش	بخارا	۴۰۰
۳۰	شیو جی لعل	پچیکار	ملتان	۳۴۲
۳۱	منوہر داس	"	"	۲۹۵
۳۲	کاظم خاں	کلس ساز	لاہور	۲۹۵
۳۳	مادھو رام	پچیکار	"	۲۹۵
۳۴	چنتا من	"	ملتان	۲۵۲
۳۵	بنسی دھر	"	"	۲۴۴
۳۶	ہیرا من	"	"	۲۳۴
۳۷	منوہر سنگھ	"	لاہور	۲۰۰
۳۸	موہن لعل	"	قنوج	۲۰۰

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مرزا مغل بیگ کی فہرست ۔ مخطوطہ ورق ۱۸ ، ۱۹

	نام	خدمت	سکونت	تنخواہ	کیفیت
۱	استاد عیسیٰ نادر العصر	نقشہ نویس	روم	الس"	۱۰۰۰ روپیہ
۲	امانت خاں	طغرا نویس	شیراز	یک ہزار	۱۰۰۰ "
۳	محمد حنیف	کارفرمائے معماران	اکبر آباد	پانصد	۵۰۰ "
۴	محمد شریف	"	"	پانصد	۵۰۰ "
۵	اسمٰعیل خاں	گنبد ساز	روم	"	" "
۶	محمد خاں	خوشنویس	بغداد	نہہ صد	۹۰۰ "
۷	موہن لعل	پچیکار	روم	پانصد	۵۰۰ "
۸	منوہر سنگھ	"	لاہور	پانصد	۵۰۰ "
۹	منو لعل	"	"		۳۸۰ "
۱۰	کاظم خاں	کلس ساز	لاہور		۲۰۰ "

ان معماروں اور تزئین کاروں کے علاوہ ہم کو دو نام اور ملتے ہیں جنھوں نے تعمیرِ تاج محل کی نگرانی کی ہے۔ شاہجہاں نے تاج محل کی تعمیر کے لئے سرکاری محکمۂ تعمیرات (بیوتات شاہی) سے بالکل الگ مستقل ایک محکمہ قائم کر دیا تھا۔ اس محکمہ کے افسر اعلیٰ عبدالکریم خان اور مکرمت خان تھے۔ ان میں ہر ایک کی تنخواہ ایک ہزار روپے تھی۔

شاہجہاں نے تمام معماروں اور تزئین کاروں کو دل کھول کر نوازا۔ ان فنکاروں کی تنخواہوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شہنشاہ نے تاج کی تعمیر میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا تھا کہ اجرت معیارِ فن کے مطابق ہو بلکہ اتنی ہو کہ کسی فنکار کو محنت کے معاوضہ میں اجرت

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کی کمی کا احساس نہ ہو۔ اس دور کے نرخ نامے کو سامنے رکھ کر مشاہروں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا روپیہ کس کشادہ دلی سے صرف ہوا ہے۔

آئین اکبری کے نرخنامے، مختلف مزدوریوں اور کاموں کی اجرتوں کے مطالعہ سے عام زندگی میں خوش حالی کا اندازہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً معمولی مزدور روزانہ کم سے کم ۳ دام کماتا تھا اور اعلیٰ فنکار جیسے شیشہ تراش، شیشہ تراش کر ۱۰۰ دام کما سکتا تھا ایک سنگ تراش ایک من پتھر کاٹ کر ۲۲ دام حاصل کرتا تھا۔

اسی طرح اشیائے مایحتاج بہت کم دام میں زیادہ مقدار میں مل سکتی تھیں۔ چند ضروری چیزوں کے نرخ حسب ذیل تھے۔

گیہوں ۱۲ دام فی من۔ باجرہ ۶ دام فی من (ایک من = ۴۰ سیر)

دال مسور ۱۲ دام فی من۔ مونگ ۱۸ دام فی من (۴۰ دام = ایک روپیہ)

مٹر ۱۲ دام فی من۔ چاول مختلف اقسام ۹۰ دام فی من تا ۲۰ دام فی من

دال چنا ½۱۶ دام فی من۔ لوبیا ۱۲ دام فی من

ادرک ½۲ دام فی من۔ پیاز ۶ دام فی من

گھی ۱۰۵ دام فی من۔ تیل ۸۰ دام فی من

دودھ ۲۵ دام فی من۔ بکری کا گوشت ۶۵ دام فی من۔ بکرا ۵۴ دام فی من۔

جیسا کہ شری ایس کنور نے خیال ظاہر کیا ہے کہ عہد شاہجہانی میں بھی کم وبیش یہی نرخ اور اجرتیں تھیں۔ اگر ایک مزدور کی ماہانہ اوسط آمدنی ۱۰۰ دام بھی ہو تو وہ بڑی آسانی سے اشیائے مایحتاج وافر مقدار میں فراہم کر کے پرسکون زندگی بسر کر سکتا تھا۔

فنکاروں کو دی گئی تنخواہوں کو دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ شاہجہاں نے تاج کی تعمیر میں بخل سے کام لیا ہے۔ اس نے فنکاروں، تزئین کاروں اور معماروں کو نہ صرف دل کھول کر معاوضہ دیا بلکہ ایسی سرپرستی کی کہ فن کا شباب اور اس کا حسن پوری طرح

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بھبھک کر نکھر آیا اور ارتقاء کی ممکن بلندی کو چھو سکا۔

شاہجہاں تاج کے معاملہ میں کسی کوتاہی کا روادار نہیں رہا۔ اس نے جہاں تعمیر پر بے دریغ روپیہ صرف کیا وہیں اس کی حفاظت کے لئے بھی پورا بندوبست کیا۔ اس نے سالانہ دو لاکھ روپئے کی جائداد وقف کی۔ اس کے علاوہ برسی کے موقع پر الگ ایک بھاری رقم خزانہ شاہی سے دی جاتی تھی جس کی تفصیل بادشاہ نامہ میں موجود ہے۔

بادشاہ نامہ میں تاج محل کے لئے موقوفہ گاؤں ان کی آمدنی کے ساتھ درج کی گئی ہے۔ گاؤں کی مد سے ایک لاکھ اور تاج بازار سے سالانہ ایک لاکھ کی آمدنی ہوا کرتی تھی۔

عبدالحمید لاہوری کے بادشاہ نامہ ص ۳۳۰ پر ہے کہ اکبر آباد، نگر چند اور اس کے ملحقہ مواضعات کی آمدنی تاج محل کے مصارف کے لئے وقف کی گئی تھی۔ آمدنی سکۂ رائج الوقت میں درج ہے جس کو روپیوں میں تبدیل کر کے درج کیا جاتا ہے۔

	نام موضع	آمدنی روپیوں میں		نام موضع	آمدنی روپیوں میں	کیفیت
۱	دھنولی	۸ ہزار	۱۶	اونچا	۲ ہزار ۵ سو	
۲	اوہالی	۷ ہزار ۵ سو	۱۷	کرمنہ	۲ ہزار ۵ سو	
۳	رنائی	۷ ہزار ۵ سو	۱۸	دینتورہ	۲ ہزار ۵ سو	
۴	کگنتھلا	۶ ہزار ۲ سو پچاس	۱۹	اتوس	۲ ہزار ۵ سو	
۵	دھمری	۶ ہزار	۲۰	اوسرا	۲ ہزار	
۶	دگروتہ	۵ ہزار	۲۱	سدہرین	۲ ہزار	
۷	بودھانہ	۴ ہزار ۲ سو پچاس	۲۲	بچپری	ایک ہزار ۵ سو	
۸	سامو	۵ ہزار	۲۳	بسہی بزرگ	ایک ہزار ۵ سو	

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۹	پتھولی	۴ ہزار	۲۴	مدینہ	ایک ہزار ۵ سو	
۱۰	تھیری	۳ ہزار ۷ سو پچاس	۲۵	دھاندپور	ایک ہزار ۵ سو	
۱۱	آتورا	۳ ہزار ۷ سو پچاس	۲۶	شیخ پور	ایک ہزار ۲ سو پچاس	
۱۲	ملہہ پور	۳ ہزار ۵ سو	۲۷	ست ہندی	ایک ہزار	
۱۳	لراؤندہ	۳ ہزار	۲۸	نور پورہ	۷ سو پچاس	
۱۴	جوہینی	۳ ہزار	۲۹	رائے پور	ایک ہزار	
۱۵	چارواخرد	۲ ہزار ۵ سو	۳۰	نگر چند	۳ ہزار	

شاہجہاں کے عہد میں ۴۰ دام کا ایک روپیہ ہوتا تھا بادشاہ نامہ میں موضعوں کی آمدنی دام کی شکل میں لکھی گئی ہے۔ اس تفصیل میں نگر چند کی آمدنی کی صراحت نہیں ہے لیکن چونکہ مجموعی آمدنی ۴۰ لاکھ دام بیان کی گئی ہے اس لئے جملہ آمدنی میں سے ۲۹ مواضعات کی آمدنی منہا کر کے موضع نگر چند کی آمدنی معلوم کی گئی ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نادر العصر
ستاد احمد
جس
نے
تاج محل
تعمیر
کیا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

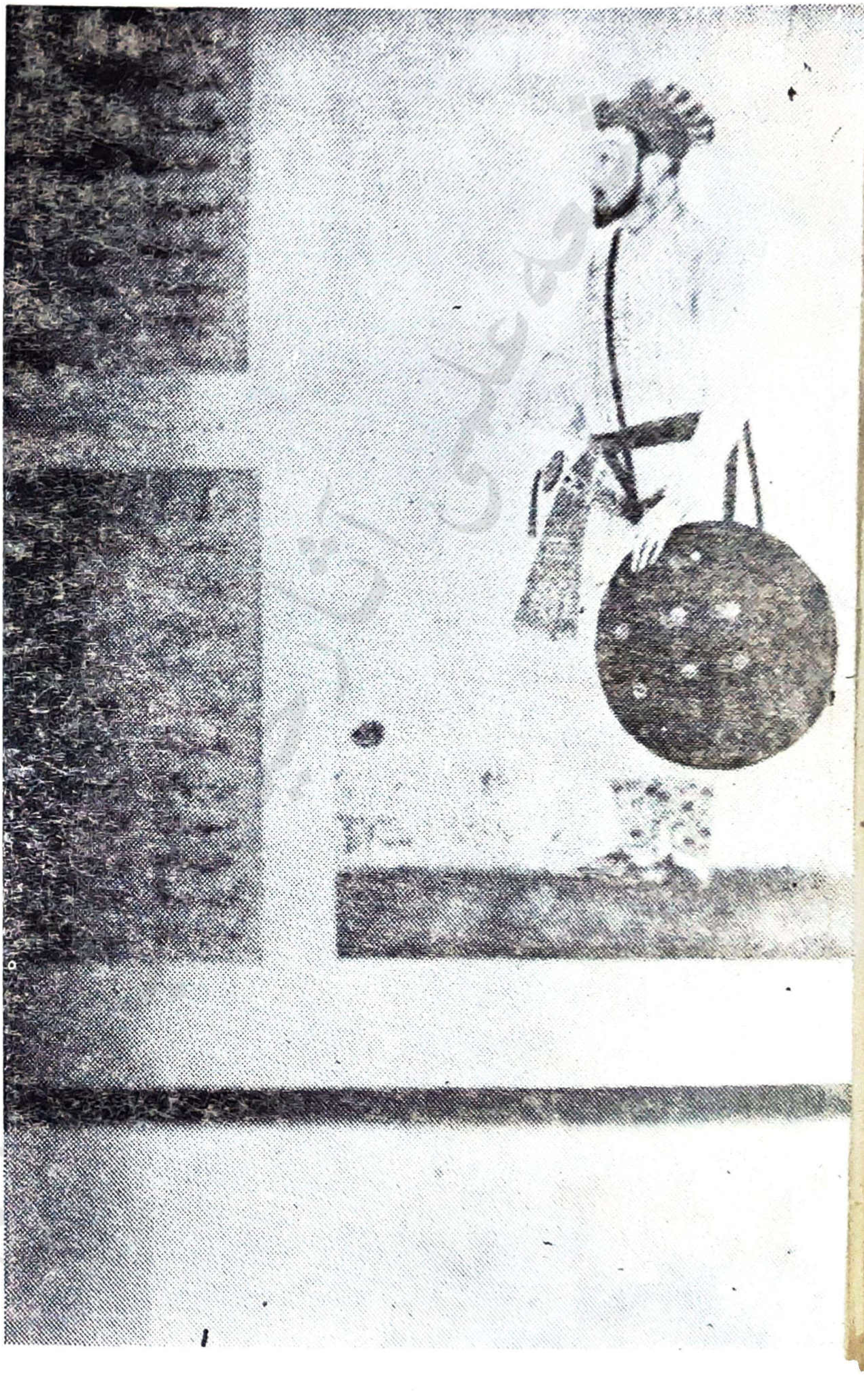

حافظ لطف اللہ
مہندس جسکے دیوان
نے جس کا عکس تصویر
کے پہلو میں ہے اس
راز کا انکشاف کیا کہ
نادر العصر استاد احمد
تاج محل کا معمار ہے
اس نے رابعہ درانی
زوجہ اورنگ زیب
عالمگیر کا مقبرہ بھی
اورنگ آباد میں
تعمیر کیا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المھدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کا معمار

تاج محل کا معمار تاج محل دنیا کی خوبصورت ترین عمارت ہے۔ اس عمارت کو سات عجائبات میں سے ایک مانا گیا ہے۔ اس عمارت کو ہر سطح اور ہر زاویہ سے دیکھا اور اس کے حسن کے اسرار پر سیر حاصل بحثیں کی گئیں اور وافر ذخیرۂ معلومات فراہم کیا گیا لیکن جو بات اب تک نزاعی ہے وہ اس حسین عمارت کا معمار ہے۔ ایک عرصہ تک استاد عیسیٰ کو تاج کا معمار مانا جاتا رہا۔

سترہویں صدی عیسوی سے معمار کا مسئلہ نزاعی بن گیا اور یہ اختلاف ہنوز باقی ہے کیونکہ تازہ ترین تحقیقات کے بعد جس شخصیت کو تاج محل کا معمار مانا گیا ہے وہ تمام محقق مورخین کے لئے قابلِ قبول نہیں بن سکا ہے۔ اگرچہ کہ ماہرین تاریخ کے بہت بڑے گروہ نے اس شخصیت کو تاج کا معمار تسلیم کر لیا ہے۔

۱۸۴۴ء میں ولیم سلیمن WILLIAM SLEEMAN نے اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے آسٹین بارڈے AUSTIN de BORDEAUX کو تاج کا معمار تسلیم کیا اس کے ساتھ ہی اس موضوع پر بحث کے دروازے کھل گئے۔ ۱۹۰۳ء میں ای۔ بی ہیول E.B. HAVELL نے عیسیٰ آفندی کو تاج کا معمار ثابت کیا جبکہ ۱۹۱۰ء میں رورینڈ ایچ ہوسٹن نے ایک اطالوی جوہری جرونیمو ورو یو GERONIMO VERONEO کو تاج کا معمار بتایا ہے۔ فن تعمیر کے مستند مورخ اور محقق جیمس فرگوسن JAMES FERGUSSON نے علی مردان خاں کو تاج کا نقشہ نویس اور معمار ہونے پر اصرار کیا ہے۔[1]

ہوگ HOAG نے کسی تصفیہ کے بغیر تین نام پیش کئے ہیں۔ پہلا نام نادر العصر استاد احمد کا ہے جس کے بارے میں بعد میں عرض کیا جائے گا۔ دوسرا نام میر عبدالکریم

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کا ہے جو معمور خاں کے خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا۔ اس نے عہد جہانگیری میں منڈو میں عمارتیں بنائی تھیں۔ شاہجہاں نے اپنے عہد میں لاہور کے قلعہ کی تعمیر کی خدمت اس کے سپرد کی تھی۔ ۱۶۳۱ء میں آگرے بلوا لیا گیا۔ اس کا انتقال ۱۶۴۸ء میں ہوا۔ تیسرا نام ملا مرشد شیرازی کا ہے جس کا خطاب مکرمت خاں تھا، جس نے دہلی کے محلات کی تعمیر کا کام انجام دیا تھا۔ اسی کے ساتھ ہوگ اپنے ایک قیاس کو یقین کی سطح پر لاکر یوں پیش کرتا ہے کہ تاج کا ڈیزائن یا نقشہ خود شاہجہاں ہی کا تجویز کردہ ہو، جسے ماہرین تعمیر نے اصلاح کے بعد یہ صورت بخشی ہو کیونکہ اس نے مختلف ماہرین تعمیر سے مشورہ کیا تھا۔[۲]

مکرمت خاں اور عبدالکریم خاں یہ دو نام ایسے ہیں جو تمام مورخوں کے درمیان تاج کے دفتر تعمیرات کے ناظم مانے گئے ہیں۔ تاج کی تعمیر کا کام انہی کی نگرانی میں انجام پایا۔ عبدالکریم کے بارے میں جہانگیر نے اپنی تزک میں لکھا ہے کہ

"جب میں نے دکن جانے کا مصمم ارادہ کر لیا تو میں نے عبدالکریم کو حکم دیا کہ وہ منڈو جائے اور میری خانگی رہائش کے لئے محل تعمیر کرے اور قدیم بادشاہوں کی عمارتوں کی مرمت کرے"۔

مارچ ۱۶۱۱ء میں یہ محل تیار رہا۔ دو سال بعد جہانگیر منڈو پہنچا۔ اس نے محل کی آرائش و زیبائش دیکھ کر نہ صرف مسرت کا اظہار کیا بلکہ اس کے صلہ میں عبدالکریم کی تنخواہ ۸۰۰ روپئے ۴۰۰ سوار سرفراز کئے اور معمور خان کا خطاب دیا۔ اسی معمور خاں نے لاہور میں دولت خانہ اور دیوان عام وغیرہ بھی بنایا۔[۳]

آج کل نادر العصر استاد احمد کو تاج کا معمار مانا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں مورخین دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ شاہجہاں کے عہد کے مورخین اور اس عہد کے بعد کے تاریخ لکھنے والوں نے تاج کے معمار کے نام کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ صرف مہندس یا معمار کا لفظ لکھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ کسی مخطوطہ یا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

مطبوعہ تصنیف و تالیف میں استاد احمد کا نام نہیں ملتا ہے۔ قزوینی، لاہوری، وارث کمبوہ اور عنایت خان وغیرہ میں سے کسی نے بھی استاد احمد کا نام نہیں لیا ہے، یہ لوگ شاہجہاں کے عہد ہی کے ہیں۔ مغربی مورخین کو تو آج بھی مغرب ہی کے کسی نہ کسی نام پر اصرار ہے۔ وہ جب بھی تاج پر کچھ لکھتے ہیں اس کے معمار کو مغرب ہی کا آدمی بتاتے ہیں۔ حالانکہ مغرب کے سارے نام قطعی طور پر مسترد ہو چکے ہیں۔ تاج ہی پر کیا موقوف ہے اجنتا سے لے کر پٹھان دور تک عمارتیں بنتی رہیں لیکن معماروں کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا۔ مغل دور میں بھی عام طور پر معمار کا ذکر نہیں ملتا۔[۴]

دوسرے گروہ نے نادر العصر استاد احمد کو تاج کا نقشہ ساز یا معمار تسلیم کیا ہے یہ وہی استاد احمد ہے جس نے شاہجہاں آباد دہلی کا قلعہ اور اس کی عمارتیں بنائیں جیسا کہ محمد وارث نے اپنے بادشاہ نامہ میں لکھا ہے:

"چوں رقم سنجاہ ہندسہ کارگاہان عمارت بعد از جستجوے بسیار و گفتگوے بے شمار......... برائے این کار مقرر نمودند، بحکم اشرف بعد از پنج ساعت از شب جمعہ بست و پنجم ذی الحجہ ....سال دوازدہم از جلوس اقدس موافق سنہ ہزار و چہل و ہشت ہجری کہ مختار و دانشوران انجم و افلاک بود استاد احمد و استاد حامد کہ معماران ماہر بودند در کار عمارت سرآمد۔"

مورخین کا ایک بڑا طبقہ جو عہد وسطی کی تاریخ پر استناد کا درجہ رکھتا ہے بعض ٹھوس بنیادوں پر استاد احمد کو تاج محل کا نقشہ ساز اور معمار مانتا ہے اور استاد عیسیٰ کو فرضی شخصیت قرار دے کر مسترد کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر سلیمان ندوی نے طویل مقالہ سپرد قلم کیا ہے جسمیں ثابت کیا گیا ہے کہ استاد احمد تاج کا معمار ہے۔ چونکہ آج کے مستند مورخین کے ایک بڑے طبقہ نے نادر العصر استاد احمد کے سر

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کی نقشہ سازی اور تعمیر کا سہرا باندھا ہے۔ اسی لئے اس خصوص میں تھوڑی تفصیل دی جاتی ہے۔

۲۶-۱۶۲۵ء میں بابر ہندوستان آیا۔ اس کے ساتھ مختلف فنکاروں اور معماروں کی ایک جماعت بھی آئی۔ یہ جماعت اپنے شہنشاہ کے ذوق کی تکمیل کے لئے ہمیشہ مستعد اور تیار رہتی تھی۔ انہی میں استاد یوسف معمار بھی تھا۔ استاد یوسف ترکستان کے عظیم تعمیر کار" سنان" کا خاص شاگرد تھا (جس کے شاہکار تعمیری کارنامے استنبول میں پھیلے ہوئے ہیں) یوسف نے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ استاد احمد اور استاد حامد اسی کی اولاد تھے۔ استاد احمد فلکیات کا زبردست ماہر، ریاضیات کا عالم اور مستند معمار تھا۔ اس کا جمالیاتی ذوق سب سے اونچا تھا۔ اس نے مروجہ علوم پر کافی دستگاہ حاصل کی تھی۔ اس نے نہ صرف لال قلعہ دہلی اور اس کی عمارتیں تعمیر کیں بلکہ جوگی داس کے ہمراہ سوری کی شاہراہ بھی بنائی۔ اسی نے ممتاز محل کے باپ آصف خاں کا محل بھی تعمیر کیا۔[۶] سر سید لکھتے ہیں۔

"استاد احمد اور استاد حامد اپنے فن میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور ہندسہ و ہیئت میں ثانی اقلیدس اور رشک ارشمیدس تھے۔"[۷]

استاد احمد، عبدالکریم اور ملا مرشد شیرازی المخاطب بہ مکرمت خاں نظمائے محکمۂ تعمیرات تاج محل کا دوست تھا بلکہ مکرمت خاں کے لڑکے عطاؤاللہ کا استاد بھی تھا۔

استاد احمد جہانگیر کے انتقال کے بعد آگرے ہی میں ٹھہر گیا تھا کیونکہ شہر کو خوبصورت بنانے کے لئے شاہی حکم ملا تھا۔ جب تاج محل کی تعمیر کی بات چلی تو شاہجہاں نے سارے ملک سے ماہرین تعمیر کو کھنگال کر دارالخلافہ میں جمع کیا۔ ماہرین تعمیر کی مشاورتی کمیٹی میں استاد احمد بھی تھا اس نے بھی دیگر نقشہ سازوں کی طرح اپنا نقشہ پیش کیا۔ شاہجہاں نے اس کے نقشہ کو منظور کر لیا۔ اسی نقشہ کے مطابق چوبی نمونہ بنانے کا حکم دیا اور نقشہ سے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

خوش ہو کر "نادر العصر" کا خطاب عطا کیا۔[8]

لال قلعہ اور اس کی عمارتیں ۱۰۴۸ھ سے شروع ہو کر ۱۰۵۸ھ میں مکمل ہوئیں اس تکمیل کے ایک سال بعد ۱۰۵۹ھ میں استاد احمد کا انتقال ہوا۔ شعرا نے وفات کے قطعات تاریخ لکھے:

در زمانِ سعید شاہجہاں ٭ شاہِ عالم پناہِ جم مقدار
نادر العصر رفت وگفت خرد ٭ شد بفردوس احمد معمار
۱۰۵۹ھ

—

آن نادر عصر زینت دہر ٭ چوں رفت بسوے ملکِ سرمد
تاریخِ وفات او خرد گفت ٭ محمود العاقبت شد احمد
۱۰۵۹ھ

نادر العصر استاد احمد کے تین بیٹے تھے اور تینوں قابل تھے۔ (۱) عطاء اللہ رشیدی ریاضیات کا ماہر تھا۔ اسی نے بھاسکر چاریہ کی سنسکرت میں لکھی ہوئی ریاضی کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ کیا اس کے علاوہ اس نے شاہجہاں کی سرہندی بیگم کی چھوٹی بہن یعنی شاہنواز کی بیٹی دلرس بیگم معروف بہ رابعہ درانی کا مقبرہ تعمیر کیا۔[9]

(۲) لطف اللہ مہندس شاعر بھی تھا اور ماہر علم ریاضی بھی تھا۔ مخزن الغرائب میں ہے:

"موصوف لطف اللہ مہندس بودہ است ایشاں بگفتند اشعار میل تمام داشتند و مہندس تخلص می کردند و در علم ریاضی مثل این ہر دو پسر و پدر در بلاد ہند نہ بودند"[10]

اس نے اپنے دیوان سمیت چھ کتابیں تصنیف کیں۔

(۳) نور اللہ معمار ماہر تعمیر ہونے کے علاوہ بہترین خطاط بھی تھا۔ اس کو مروجہ خطاطی کے ساتوں قلموں پر عبور حاصل تھا۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کے معمار کے بارے میں ۱۸۴۷ء سے بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور ۱۹۳۰ء تک جاری رہا۔ ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر سلیمان ندوی کے مقالہ "تاج محل اور لال قلعہ دہلی کے معمار کا خاندان" کے بعد مباحث کا سلسلہ دوسرے راستہ پر پڑ گیا۔ یعنی مورخین نے اور ناموں پر سے اپنے ارتکازِ فکر کو ہٹا کر صرف استاد احمد پر مرکوز کر دیا۔ تھوڑی سی ردو قدح کے بعد استاد احمد کو تاج کا معمار ماننے کا میلان اور رجحان عام ہونے لگا اور آج بھی یہی خیال عام ہے کہ استاد احمد ہی تاج کا معمار مانا جائے۔

اس رجحان کی قوی ترین بنیاد ایک مثنوی "دیوان مہندس" ہے۔ ۱۹۳۰ء میں "دیوان مہندس" کے نام کا ایک مخطوطہ ایک محقق سید محمود کو بنگلور میں دستیاب ہوا۔ یہ فارسی مخطوطہ چھوٹی تختی کا ہے۔ اس کے جملہ صفحات ۹۶ ہیں۔ ۱ تا ۸ صفحات پر حمد، نعت، قصیدے اور غزلیں ہیں۔ اس کے بعد آخر تک وہ معرکۃ الآراء مثنوی ہے جس نے ایک طویل بحث کو ایک حد تک ختم کر دیا ہے۔ اس مخطوطہ کا مصنف لطف اللہ مہندس ہے اس نے اپنی مثنوی میں یہ راز منکشف کیا کہ تاج محل کا معمار اس کا باپ استاد احمد تھا۔ لطف اللہ مہندس نے اپنے بھائیوں کا ذکر بھی اس مثنوی میں کیا ہے جس سے اس کے خاندان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ اس مثنوی نے تاریخ کے ماہرین کو قیاس آرائیوں کی جنگ گاہ سے نکال کر یقین کے راستہ پر ڈال دیا ہے۔ ویسے تحقیق کے دروازے تو کبھی بند نہیں ہوتے لیکن قابل قبول ثبوت کی موجودگی میں فی الحال خیال کے دریچے خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔

لطف اللہ کا خاندان دراصل داراشکوہ کا دست گرفتہ تھا۔ اورنگ زیب کے اقتدار پر آنے کے بعد یہ خاندان حالات سے گھبرا کر روپوش ہو گیا کیونکہ داراشکوہ اور اورنگ زیب کی کشمکش نے خطرناک صورت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ یہ مثنوی بھی راز میں رہی۔[11] اس مثنوی کے اہم اشعار ملاحظہ ہوں ؎

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

منتخب اشعار

شاہ جہاں داور گیتی پناہ ؛ روشنیٔ دودۂ صاحب قراں
عرش بریں قبۂ خرگاہ اوست ؛ رشک فلک سدہ درگاہ اوست
احمد معمار کہ در فن خویش ؛ صد قدم از اہل ہنر بود بیش
واقف تحریر[۱۲] مقالات آن ؛ آگہ اشکال و حوالات آن
حال کواکب شدہ معلوم او ؛ سر "محیطی" شدہ معلوم او
از طرف داور گیتی جناب ؛ "نادر عصر" آمدہ اورا خطاب
بود عمارت گر آن بادشاہ ؛ داشت دران حضرت فرخندہ راہ
کرد بحکم شہ کشور کشا ؛ روضۂ ممتاز محل را بنا
باز بحکم شہ انجم پناہ ؛ شاہ جہاں داور گیتی پناہ
قلعہ دہلی کہ ندارد نظیر ؛ کرد بنا احمد روشن ضمیر
این دو عمارت کہ بیاں کردہ ام ؛ در صفتش خامہ روان کردہ ام
یک ہنر از گنج ہنرہائے اوست ؛ یک گہر از کان گہر ہائے اوست
چوں نہ بود عالم فانی مفر ؛ کرد سوئے عالم باقی سفر

چونکہ مخطوطہ کے غیر مصدقہ ہونے کا کوئی معقول اور ٹھوس ثبوت فراہم نہیں ہوا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مخطوطہ کو شک کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ اس کے علاوہ لطف اللہ نے اپنے باپ کے تعارف میں کسی شاعرانہ مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے بلکہ اس کے اسی مقام کا ذکر کیا جس پر وہ فائز تھا۔ اس لئے ہمارے خط کشیدہ شعر کو شک کی نظر سے دیکھنا درست نہیں معلوم ہوتا۔ اگر کسی دور میں تاریخ لکھنے والوں کا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

یہ رویہ رہا ہو کہ وہ محلات اور تاریخی عمارتوں کے معماروں کے نام نہ لکھتے ہوں تو ہو سکتا ہے لطف اللہ نے اس رجحان سے ہٹ کر یہ راہ نکالی ہو اور سعادت مندی سمجھ کر تاج کے معمار کی صراحت کر دی ہو تاکہ مستقبل کے زائر اس کے باپ کے اس شاہکار کو دیکھ کر اسے داد دیں۔

۱ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۷۴ء ص ۱۱

۲ ISLAMIC ARCHITECTURE از ہوگ ص ۳۸۲

۳ ISLAMIC ARCHITECTURE AND CULTURE از ڈاکٹر ناتھ ص ۱۷۰

۴ ایضاً ص ۱۷۰، ۱۷۱

۵ بادشاہ نامہ محمد وارث ورق ۳۰ ب ۳۱ الف

۶ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۷۴ء ص ۲۹، ۳۰

۷ بحوالہ مقالات سلیمانی ص ۳۰۱

۸ اسلامک کلچر جنوری ۱۹۷۴ء ص ۳۰

۹ مقالات سلیمانی ص ۳۰۸ اور اس سے آگے

۱۰ ایضاً ص ۳۱۰

۱۱ تفصیل کے لئے دیکھئے ص ۲۹۳ تا ۳۴۷

۱۲ "تحریر اقلیدس" خواجہ نصیر الدین طوسی کی ریاضیات کی اونچی کتاب

۱۳ "محیطی" یونانی فلکیات کی اونچی کتاب

استاد احمد ان دونوں کتابوں پر پوری طرح دسترس رکھتا تھا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج ـــ دانشور اور شاعر

فنِ تعمیر کے مستند مورخ اور نقاد فرگیوسن نے تاج کے بارے میں جس خیال کا اظہار کیا ہے وہ کئی جہتوں سے بہت اہم اور قابل قدر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تاج کا حسن کئی خوبصورتیوں کا مجموعہ ہے۔ اس کا ہر حصہ اس کی خوبصورتی کا باعث بنتا چلا گیا ہے۔ ان تمام حصوں نے ایک دوسرے کے تابع اور ایک دوسرے سے مربوط ہو کر مجموعی طور پر حسن کا وہ پیکر تخلیق کر دیا ہے جو ساری دنیا میں آپ اپنا جواب ہے۔ حد یہ ہے کہ وہ افراد جن پر تعمیری خوبصورتی کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

یوں تو تاج کی تاریخ تعمیر سے آج تک سینکڑوں ہزاروں دانشوروں اور شاعروں نے اس شاہکار کو دیکھ کر اپنے تاثرات پیش کئے ہیں۔ یہاں چند دانشوروں اور شاعروں کے احساسات و تاثرات کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ تاج کی عظمت واضح ہو۔ اردو ادب میں تو تاج حسن و عشق کی علامت بن گیا ہے۔

۱۔ ڈبلیو۔ ایچ گولڈ اسٹون سالمن کہتا ہے کہ تاج زبان حال سے صرف محبت کی کہانی ہی نہیں سناتا ہے بلکہ ہر دور کے دھڑکتے دلوں کی علامت بن گیا ہے۔ آج بھی تاج کے ہر زائر کو اس کے معمار کی یہ صدا سنائی دیتی ہے کہ اے میرے شاہکار کو دیکھنے والے غور سے دیکھ محبت کی کیسی لاثانی یادگار ہے۔

۲۔ ٹیگور کا کہنا ہے کہ تاج محل وقت کے رخسار پر آنسو کا دمکتا موتی ہے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۳۔ رسل کہتا ہے کہ تاج ـــ

سنگ مرمر کا حسین خواب ہے

تخئیل و تصور کی نزاکت کا عروج ہے

محبّت اور سپردگی کی ایک آہ سرد ہے

۴۔ پرسی براون تاج کو دیکھ کر اتنا حیران ہوا کہ خود آئینہ حیرت بن کر صرف اتنا کہہ سکا کہ یہ (تاج) حسن و جمال کا مادی پیکر ہے۔

۵۔ بی۔ ٹیلر اتھاہ جذبات عقیدت میں ڈوب کر کہتا ہے:

تاج اتنا خوبصورت، اتنا نازک، اتنا مکمل اور اس قدر پاکیزہ ہے کہ میں اس کے نزدیک جانے سے ڈرتا ہوں کہیں یہ قربت اسے مجروح نہ کر دے۔

۶۔ ڈاکٹر آر۔ ناتھ:

تاج ایک نظم ہے جو شاہجہاں کے غم محبّت کے سیلاب میں ڈوب کر سنگ مرمر میں جذب ہو گئی ہے۔

۷۔ فرگیوسن نے ایک اور مقام پر تاج کے حسن کو اس طرح بیان کیا ہے کہ جن لوگوں نے اس کو (تاج کو) نہیں دیکھا ہے ان تک اس کے حسین تخیل کو پہنچانا ناممکن ہے۔

۸۔ برنیر کہتا ہے کہ میرا قطعی فیصلہ یہی ہے کہ دنیا کے عجائبات میں بے ڈول اہرام مصر کو جو مقام حاصل ہے تاج کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔

۹۔ بشپ کی بلند نگاہی نے جس مقام سے تاج کو دیکھا وہ اس کو اس طرح سے بیان کرتا ہے کہ تاج کے بارے میں اتنا کہنا کافی ہے کہ اس کا حسن، حسن کے ہر بلند ترین تصور سے بلند ہے۔

۱۰۔ لارڈ رابرٹ نے اپنے تاثرات اس طرح بیان کئے ہیں کہ میں اس ناقابل بیان کو بیان کرنے کی ہرگز کوشش نہیں کروں گا جس کے حسن کو نہ الفاظ بیان کر سکتے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ہیں نہ پنسل اس کو ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ وہ لوگ جنھوں نے تاج نہیں دیکھا ہے میں ان سے صرف اتنا ہی کہوں گا کہ وہ ہندوستان جائیں۔ تاج کے لئے ان کا یہ سفر کامیاب سفر ہو گا۔ ایڈورڈ کرزن کہتے ہیں کہ میرے الفاظ آپ کے ذہن میں تاج کا کوئی تصور قائم نہیں کر سکتے۔ سطح ارض پر وہ ماورائی تخلیق ہے جس کو دیکھ کر نگاہیں کبھی سیر نہیں ہوتیں۔

۱۲۔ مارگریٹ مارڈ کا کہنا ہے کہ اس کی (تاج کی) تعریف میں الفاظ کا سارا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے پھر کس طرح تاج کو بیان کیا جائے۔

۱۳۔ مسز ڈیٹس کہتی ہیں کہ تاج ۔۔۔

ہر انداز اظہار سے ماوراء ہے۔
ہر حسین ترین سے زیادہ حسین ہے۔
وہ ملکہ ہے جس کے گرد مینار وفادار خادماؤں کی طرح مؤدب استادہ ہیں۔
انسانی ہاتھوں کا تخلیق کردہ پاکیزہ ترین مقدس پیکر ہے۔
اے فرشتو اس کو شیشہ کے فانوس سے ڈھانک دو کہیں فضا کی سانس اسے صدمہ نہ پہنچا دے۔

شاعر تو حسن کا شیدائی ہوتا ہے۔ وہ تاج کو دیکھ کر کس طرح متاثر نہیں ہوتا۔ اردو ادب میں تو تاج حسن و عشق کی علامت بن چکا ہے۔ ہر دور کا شاعر تاج کو دیکھ کر متاثر ہوا ہے۔ اس نے اپنے تاثرات نظم بھی کئے ہیں۔ شعری تخلیقات میں تاج پر پہلی نظم خود شاہجہاں نے کہی جس کے منتخب اشعار درج ذیل ہیں ؎

زہے مرقدِ پاک بالقیس عہد ٭ کہ بانوے آفاق راگشتہ مہد
منور مقامی چو باغ بہشت ٭ معطر چو فردوس عنبر سرشت
جواہر نگار است دیوار و در ٭ ہوا تازہ و ترز آبِ گہر

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

عمارت گہِ ایں مقدس جناب ؛ زسرِ چشمۂ فیض آوردہ آب
بریں بقعہ پاک والا مقام ؛ ترشح کنان ابر رحمت مدام
شگفتہ گل مغفرت باغ باغ ؛ زبوئے گل قدسیاں تر دماغ
زرقت بنظّارۂ ایں مزار ؛ شود چشم خورشید و مہ اشکبار
جو دست بقا این بنا رنگ ریخت ؛ خرابی ز وحشت بصحرا گریخت

تاج گنج کا روضہ

نظیر اکبر آبادی

روئے زمیں پہ یوں تو مکاں خوب ہیں یہاں
پر اس مکاں کی خوبیاں کیا کیا کروں بیاں
سنگ سفید سے جو بنا ہے قمر نشاں
ایسا چمک رہا ہے تجلّی سے یہ مکاں
جس سے بلور کی بھی چمک شرمسار ہے

وہ تاجدار شاہجہاں صاحبِ سریر
بنوایا تھا انھوں نے لگا سیم و زر کثیر
جو دیکھتا ہے اس کے یہ ہوتا ہے دل پذیر
تعریف اس مکاں کی میں کیا کیا کروں نظیرؔ
اس کی صفت تو مشتہرِ روزگار ہے

تاج محل

سیماب اکبر آبادی

یہ مصور کا تخیل اور خواب مرمریں
روح میں ہوتا ہے جس کو دیکھ کر ہیجان دیکھ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

دیکھ اس کے فرش پر ہیں عرش کتنے جلوہ گر
دیکھ اک افسانۂ ممتاز کا عنوان دیکھ
سبزہ در سبزہ گل اندر گل بہار اندر بہار
کر نظر ماحول پر اس کے پھر اسکی شان دیکھ
تکملہ صنعت کا ہے اس کا ہر اک نقش و نگار
آ گیا ہے کھنچ کے اک نقطہ میں ہندوستان دیکھ
کیا متاع دو جہاں سے یہ گراں قیمت نہیں
پوچھتا ہوں میں کہ یہ کیا ہے اگر جنّت نہیں

تاج محل

جگن ناتھ آزاد

جنت کی اک تصویر ہے، یا تاج کی تعمیر ہے
اک موجۂ تنویر ہے
کس بادشاہِ فکر کے، خوابوں کی یہ تعبیر ہے
حسنِ تخیل کے جہاں، اونچا رہے تیرا نشاں
اے کشور ہندوستاں

تاج محل

اختر اورینوی

جلوۂ رعنا تر اک جلوۂ خاموش ہے
یہ تری رنگیں ادای بادہ سر جوش ہے
تیرے گلشن کی ہوا بھی میکدہ بردوش ہے
تیرے میخانہ میں جسکو دیکھئے مدہوش ہے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

چودھویں کی چاندنی میں تو ہے سحر دلفریب
محشر نور و ضیا غارت گر صبر و شکیب

تاج محل

وارث کرمانی

شہ سواران سمرقند کا خونریز جلال
ڈھل گیا الفت و اخلاص کے پیمانوں میں
سو گیا وادیٔ جمنا کے خیابانوں میں
ایک نقاش نے مرمر کا سفینہ لے کر
جانے کس تازگیٔ فکر کا اظہار کیا
وقت کے حسن گریزاں کو گرفتار کیا

تاج محل

مہدی نظمی

تاج کیا ہے فنِ تعمیرات میں میرا کمال
تاج کیا ہے شاہکار بے مثال و لازوال
تاج کیا ہے حسن تعمیری کی پرواز خیال
تاج کیا ہے میرے فنکاروں کا معیارِ جمال
جو اثاثہ فن کا ہے ورثہ بنی آدم کا ہے
تاج جتنا میرا ہے اتنا ہی کل عالم کا ہے

تاج جیسے سنگ مرمر کا کنول کھِلتا ہوا
جیسے برگِ گل سے ہیرے کا محل ترشا ہوا
جیسے آنسو عارضِ ممتاز پہ ڈھلکا ہوا
حسن جیسے عشق کی آغوش میں سویا ہوا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

گنبد و مینار، جیسے جام ہو مینا کے پاس
جس طرح صحرا میں مجنوں محملِ لیلا کے پاس

تاج سرتاج عماراتِ جہاں ہے آج تک
ملکوں ملکوں شہرتِ شاہِ جہاں ہے آج تک
تاج وجہِ نازشِ ہندوستاں ہے آج تک
حسنِ ماضی سنگِ مرمر میں جواں ہے آج تک

عام تھا تہذیب میں میری محبت کا مذاق
شاہ کی دولت اڑاتی کس کی غربت کا مذاق

تاج محل

طالب جکوالی

یادگارِ الفتِ شاہِ جہاں
روضۂ ممتاز فردوس آشیاں
فن تعمیرات کی تکمیل تاج
درد و احساسات کی تشکیل تاج

پتھر کا جہاں

پریم پال

اک حسن کا بہتا دریا ہے
سنگیت کا امڈا ساگر ہے
عاشق کی آنکھ کا آنسو ہے
محبوب کے رخ کا تبسم ہے

جینے کی ادا
مرنے کی لگن

وہ تاج محل
وہ حسن عمل

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج محل

محمد حسن عسکری سروش طباطبائی

جاں گسل ہجر کا دل دوز فسانہ کہئے
چاہنے والی نگاہوں کا تقاضہ کہئے
شوق وحسرت میں بسائی ہوئی دنیا کہئے
مرمریں خواب محبّت تجھے کیا کیا کہئے

حسن کے ذہن کی رعنائیِ تخئیل ہے تو
سنگ میں عشق فسوں ساز کی تکمیل ہے تو

تاج محل

شمس غازی آبادی

کس چیز سے تشبیہ دوں کیا کیا تجھے کہدوں
جتنی بھی ترے حسن کی تعریف ہو کم ہے
اے موسیِٰ عمراںِ وطن کے یدِ بیضاء
تو واقعی دنیائے محبّت کا حرم ہے

تاج محل

سعادت نظیر

نظر فریب ہے جمنا میں عکس تاج محل
جو دور سے نظر آتا ہے اک سفید کنول
بساطِ ارض پہ سیماب جم گیا تو نہیں
فضائے شب میں ستارہ کوئی گرا تو نہیں
نہیں نہیں یہ سحر کی ضیا مجسّم ہے
شباب حسن کی انگڑائیوں کا عالم ہے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

جمالیات کا آئینہ ہے یہ تاج محل
نگاہ شاعر فطرت میں ہے حریم غزل
کمال حسن و محبّت کا شاہکار ہے یہ
کبھی جو مٹ نہ سکے گی وہ یادگار ہے یہ

میکش حیدرآبادی

تاج محل

خدا معلوم تیرے مرمریں قالب میں کیا کیا ہے
مصور کی نظر، شاعر کا دل مطرب کا نغمہ ہے
خمار چشم میکش ہے فرشتوں کا تبسم ہے
سکوت آب جو ہے موج رقصاں کا ترنم ہے
خموشی میں تری سوئے ہوئے کافر کی رعنائی
اداؤں میں تری دوشیزۂ مشرق کی انگڑائی

ڈاکٹر عنوان چشتی

تاج محل

زندگی جھوم کے جب ساز اٹھا لیتی ہے
کیف ہی کیف برستا ہے غزل کی صورت
خون دل اس میں تاثر کو بڑھا دیتا ہے
بولنے لگتا ہے فن تاج محل کی صورت

دست جمنا میں محبّت کے کنول کی صورت
خواب ممتاز کی تعبیر مجسّم کی قسم
ہند و ایران کی تہذیب کا سنگم ہے یہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کتنا بیدار نظر آتا ہے احساس جمال
عشق کا راز ہے یہ حسن کا محرم ہے یہ
اے میری مونس و دل ساز اسے غور سے دیکھ
اک شہنشاہ کے خوابوں کا جزیرہ ہے یہ
فن کی معراج ہے یہ پیار کی معراج کے ساتھ
حسن دل، حسن نظر، حسن تمنا ہے یہ
عشق کی بارگہِ حسن میں سجدہ ہے یہ

تاج محل

وامق اندروی

تاج یہ دودھ سے دھویا ہوا ممتاز کا خواب
اک حسیں خواب جو خود بن گیا اپنی تعبیر
اک شہنشاہ کے وعدوں کی مکمل تصویر
فنِ نقاشی و تعمیر کی روشن قندیل
مانی و آذر و بہزاد کا اک نقش جمال
اک مصور کے تصور کی مکمل تشکیل
ذہن شاعر میں ابھرتا ہوا معصوم خیال
حسن کی سطوت و جبروت کا پرزور ثبوت
قیس و فرہاد کے بعد عشق کا اک اور ثبوت

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com +91-6302383399

علامہ اختر زیدی

تاج محل

(۱)

تاج کو چاندنی راتوں میں کبھی دیکھا تھا
کفِ قدرت میں کوئی پھول کھِلا ہو جیسے
ورقِ گل پہ ہو جس طرح سے شبنم کی چمک
کسی دوشیزہ کی شرمیلی ادا ہو جیسے

(۲)

زرد کرنوں سے گزرتی ہوئی وہ سرد ہوا
راگ اور رنگ کا بہتا ہوا دریا جیسے
عشق کی آنکھ میں ٹھہرا ہوا اِک نقشِ جمال
پیار کے گیت کا ہنستا ہوا مکھڑا جیسے

(۳)

دھیمی آواز میں جیسے کوئی ملہار کا گیت
گنگناتی ہوئی جیسے کوئی شہنائی ہو
جیسے دو پیار کے پیاسوں نے ملاقات کے بعد
پھر کبھی دور نہ رہنے کی قسم کھائی ہو

(۴)

سوچتے سوچتے احساس نے کروٹ بدلی
یہ ہے تعبیر تو پھر خواب یہ کس کا ہوگا
دلکشی اور اداسی کا کوئی گلدستہ
یہ عمارت ہے تو کس ذہن کا نقشہ ہوگا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

(۵)

وہ نہ مزدور تھا کوئی نہ کوئی شاہجہاں
جس نے چاہا کہ غم عشق کا حاصل رکھدے
وہ اِک انسان تھا اور اس کی تمنا یہ تھی
وقت کے موڑ پہ اک پیار کی منزل رکھدے

(۶)

کون ہوگا جو سمندر کی خبر لائے گا
اس کی خواہش تھی کہ موتی لب ساحل رکھدے
بس وہ عاشق تھا یہ سوچا کہ نشانی کے لئے
یہی اچھا ہے عمارت کی جگہ دل رکھدے

تاج محل

علی رفیعؔ

فرقِ زمیں پہ تاج محل ہے وفا کا تاج
دنیا میں ایسی فن کی جوانی نہیں ملی
الفت کے رنگ سے جو بنائی گئی رفیعؔ
اس طرح عشق کی تو نشانی نہیں ملی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

اردو ادب میں تاج محل حسن وعشق کی علامت بن گیا ہے۔ جدید لہجہ کے شعرا اس علامت کو بہت زیادہ استعمال کر رہے ہیں۔

سنگ مرمر میں ڈھلی کوئی غزل ہو جیسے
رودِ جمنا پہ کوئی تازہ کنول ہو جیسے
ایسے سوتا ہوں میں اوڑھے ہوئے خوابوں کی ردا
میرا مٹی کا مکاں تاج محل ہو جیسے

صادق نقوی

دامن گنگ و جمن لاکھ دل آویز سہی
سامنے تاج محل ہو تو غزل ہوتی ہے

صلاح الدین نیر

اردو ادب کے بعض نامور شعرا نے تاج کی مخالفت میں نظمیں کہی ہیں۔ اس تعلق سے قایم جعفری کی زبان میں اتنا ہی کہا جا سکتا ہے

جو لوگ معرفت عشق سے ہیں بیگانہ
عجیب زاویہ سے دیکھتے ہیں تاج محل

قائم جعفری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کو بچاؤ

بساط کائنات پر آج بھی قدیم زمانہ کی سینکڑوں خوبصورت اور مضبوط عمارتیں موجود ہیں جو فن تعمیر اور حسن کاری کا شاہکار سمجھی جاتی ہیں لیکن ان سینکڑوں عمارتوں میں تاج محل کی حیثیت سب سے جدا اور سب سے الگ ہے وہ ایسا بے نظیر شاہکار ہے جس کو سب سے بہتر کہنا بھی اس کے حسن کو گھٹا کر دیکھنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ کرہ ارض پر اس سے زیادہ تو کیا اس کے برابر بھی خوبصورت اور متاثر کن کوئی عمارت نہیں ہے۔ تاج محل فن تعمیر کی وہ حسین تخلیق ہے جس کو انسان کے ذوق لطیف نے اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ کر پیش کیا ہے۔ عمارت سازی کے اس نادر العصر شاہکار کے بارے میں ایک نقاد فن نے جس انداز میں اظہار خیال کیا ہے غالباً اس سے زیادہ خوبصورت اظہار ممکن نہیں ہے۔

It is impossible to convey an idea of it (Taj) to those who have not seen it

"جن لوگوں نے اس کو (تاج کو) نہیں دیکھا ہے ان تک اس کے حسین تخیّل کو پہنچانا ناممکن ہے"۔ [1]

تاج جس دن سے محبوب خلائق بنا اسی دن سے اسے برے دن بھی دیکھنے پڑے ۱۶۵۲ء میں دنیا کی یہ خوبصورت عمارت تکمیل کے آخری مرحلوں میں تھی کہ بنیاد کے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

ساتویں محراب میں شگاف کا پتہ چلا۔ اورنگ زیب نے ۱۶۵۲ء میں شاہجہاں کو ایک خط کے ذریعہ اس کی اطلاع دی۔ شاہجہاں نے فوراً دراز کی مرمت کروا دی اور نقص دور کر دیا گیا لیکن اصلی سبب نہیں معلوم کیا جا سکا۔[۲]

۱۸۱۰ء اور ۱۸۱۴ء میں کیپٹن جوزف ٹیلر نے تاج کی مرمت پر تین لاکھ روپے صرف کئے۔[۳] ۱۸۷۴ء میں پھر شگاف کا علم ہوا، انگریز حکومت کو اطلاع دی گئی جس پر حکومت نے تعمیرات کے صوبائی ڈویژن کے ایکزیکیٹو انجینئر جے۔ ڈبلیو الگزنڈر کی نگرانی میں شگاف کی مرمت کروا دی۔[۴]

۱۹۳۷ء میں تاج میں پھر تڑخ دیکھی گئی۔ سر زین الدین رکن اسمبلی نے اس مسئلہ میں شخصی دلچسپی لی اور تاج کی صورت حال سے اسمبلی کو واقف کروایا۔ حکومت متوجہ ہوئی اس کی دیکھ بھال اور وقتاً فوقتاً مرمت اور داغدوزی کے لئے ماہرین کی ایک مستقل کمیٹی مقرر کر دی۔ کمیٹی نے تاج کا اعلیٰ سطح پر فنی نقطۂ نظر سے پوری احتیاط کے ساتھ سروے کیا۔ گہری جانچ پڑتال کے بعد بعض خطروں کو معلوم کیا گیا اور (۱۰۴) ایسے بنیادی اصول مرتب کئے جس کی اساس پر تاج محل کی حفاظت کی جانے لگی۔ آج بھی انہی اصولوں پر تاج کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔[۵]

محتاط اور صبر آزما تحقیق و تدقیق کے بعد اتنا معلوم ہو سکا کہ مقبرہ شمالی رخ پر یعنی جمنا کی سمت جنوب کے مقابلہ میں ڈھلوان ہے۔ یہ ڈھلان دریا کی طرف ہموار انداز میں ۳٫۵ سمر ہے۔ اس ڈھلان کی حقیقی وجہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکی البتہ اعلیٰ فنی سطح پر دو اسباب سوچے گئے ہیں (۱) ایک یہ کہ ڈھلان کسی ایسی نازک حسابی غلطی کا نتیجہ ہے جسے تاج کے معماروں نے محسوس نہیں کیا یا پھر (۲) انہی معماروں نے تعمیر کے کسی ناگزیر سبب کے تحت اس ڈھلان کو دریا کی سمت خاص طور پر رکھا جس کو سہارنے کے لئے جمنا اس کے پائے کے پاس ہر سال مٹی کا مناسب تودہ مہیا کر دیا کرتی ہے۔ یہ اندازہ یوں قائم کیا گیا ہے کہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کے باریک بین ماہر انجینئروں کے پیش نظر تعمیر کے دوران ہر ممکن فروگذاشت رہی ہے اور معمولی معمولی بات پر بھی پورا پورا دھیان دیا گیا ہے۔

جہاں تک تنگاف کا تعلق ہے ہمیشہ یہی دیکھا گیا ہے کہ یہ تڑخ بنیاد کے خاص محراب اور عمارت کی دوسری منزل پر نمودار ہوتی رہی۔ ماہرین کا قیاس ہے کہ بنیاد میں دیئے گئے مسالہ میں کوئی خرابی رہی ہو یا پھر دیواروں پر گنبد کا بوجھ بھی اس کا سبب ہو سکتا ہے۔ تاج کی دیواروں پر (۱۲۰۰۰) بارہ ہزار ٹن وزنی گنبد کا بوجھ ہے۔ یہ بوجھ اصولِ تعمیر کے اعتبار سے دگنا ہے۔ جدید تعمیر کے قاعدہ کے لحاظ سے دیوار پر چار ٹن فی مربع فٹ وزن ہونا چاہیے۔ تاج کی دیواروں پر ۹ء۶ ٹن فی مربع فٹ وزن ہے یہ سارے قیاسات ہنوز قیاسات ہی ہیں، اصلی سبب جاننے کی جستجو جاری ہے۔

یہ سارے قیاسات ڈھلان کے ہموار تسلسل کو دیکھتے ہوئے قائم کئے گئے ہیں اگر خدانخواستہ تاج کی اس ڈھلان کا سبب کوئی ارضی تغیر ہے اور عمارت زمین میں دھنس رہی ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ خطرہ بڑھ رہا ہے کیوں کہ دیواروں پر گنبد کا وزن کسی وقت بھی غیر متوازن ہو سکتا ہے جس کا بھیانک نتیجہ ظاہر ہے۔

تاج کے تجربہ کار معماروں کی پر خلوص کوشش اور انہماک میں کوتاہی کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ انھوں نے عمارت کو پائدار بنانے کے سارے جتن کئے ہیں۔ احتیاط کے کسی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا۔ اگر پھر بھی کوئی نقص رہ گیا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ بے عیب خدا کی ذات ہے اور بس۔ کیوں کہ خطا اور غلطی، سہو اور نسیان تو انسان کا مقدر رہے چونکہ مسلسل جستجو کے باوجود کوئی نقص نہیں معلوم ہو سکا اس لئے ابھی تک یہی سمجھا جا رہا ہے کہ تاج کی اس مصیبت کا سبب کوئی زیر زمین ارضیاتی تغیر ہے جس کی وجہ سے بنیاد متاثر ہو رہی ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے کہ بنیاد کی کھدائی بہت گہری ہے، اور سنگ بنیاد زیادہ عمق کے بعد سخت زمین یا چٹان پر رکھا گیا ہے۔ تمام احتیاطوں کے باوجود

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج کو کوئی خطرہ ہو تو وہ فطرت کی ستم ظریفی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

تاج کے معماروں کی کسی فنی غلطی کے بارے میں عدم رسائی کی بنیاد پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ آج کل تاج کے ساتھ فطرت کا مذاق تکلیف دہ ہو چلا ہے۔ کل تک ہی جمنا کی یہی موجیں اس کے قدم چومتی تھیں آج ناگوار چھیڑ چھاڑ پر اتر آئی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ تاج کے معماروں کو اپنی جاں کاہی اور عرق ریزی کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ تاج ہندوستانی تہذیب کی قیمتی میراث اور فنون لطیفہ کے ذخیرہ میں قیمتی سرمایہ ہے حسن تعمیر کے اس شباب کی حفاظت دراصل ایک خوبصورت تہذیب کی حفاظت ہے۔ اگر تاج کو صدمہ پہنچانے میں فطرت کی کارستانی ہے تو ساری دنیا کو اس کے مقابلے کے لئے مستعد اور صف آرا ہونا چاہئے کیونکہ تاج ساری دنیا کی آنکھوں کا تارا ہے۔

حسن کی تقدیر بھی عجب تقدیر ہوتی ہے جہاں وہ ایک عالم کا منظور نظر ہوتا ہے وہاں بہت سوں کی نگاہوں میں کھٹکنے بھی لگتا ہے۔ جہاں وہ محبوب خلائق ہوتا ہے وہاں محسودِ دنیا بھی بن جاتا ہے چنانچہ بعض تخریب پسند دشمن ہاتھوں نے بھی تاج پر بڑے ظلم ڈھائے۔ یہ سلسلہ ابھی رکا نہیں ہے۔

شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد حکومت میں تاج محل پر کوئی آنچ نہیں آئی وہ اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ ہر ایک کے لئے فردوس نظر بنا رہا۔ ویسے آج بھی تاج کئی خراشوں کے باوجود یکساں طور پہ ہر ایک کے لئے جنت نگاہ ہے۔ زمانہ کی کروٹوں کے سبب تاج بہت کچھ کھو کر آج بھی بہت کچھ ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں جاٹوں کے ہاتھوں تاج محل کو سخت صدمہ پہنچا انھوں نے اسے اپنی نگاہ حرص و آز کا نشانہ بنایا۔ اس کے سارے جواہرات نوچ لئے جن کی آب و تاب سے تاج محل قصرِ بہشت کو شرما رہا تھا۔ یہی نہیں اس کے کلسوں کا سارا سونا بھی کھرچ لیا۔ چاندی اور شیشے کے بیش قیمت دروازے اکھاڑ لئے۔ کروڑوں روپیوں کا

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومه قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

سامان لے کر چلتے بنے۔ اس ظلم نے تاج کو بری طرح متاثر کیا۔

۱۱۳۱ھ، ۱۷۱۸ء میں حسین علی خاں امیر الامرا کا آگرہ پر چند دنوں کے لئے قبضہ ہو گیا تھا۔ اس زمانہ میں ممتاز محل کی قبر پہ ہر جمعہ اور عرس کے موقع پر ڈالی جانے والی موتیوں کی چادر جو بہت ہی نایاب اور بیش قیمت تھی غائب ہو گئی۔ ۹

ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد یہاں دو وائسرائے وارن ہیسٹنگز اور لارڈ بینٹنگ آئے۔ انھوں نے اپنے اقتدار کے زمانوں میں تاج کو بالکل تباہ کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ ان کی تجویز تھی کہ تاج محل کا سنگ مرمر بیچ ڈالا جائے لیکن قدرت کو منظور نہ تھا جب انھیں یہ بتایا گیا کہ تاج پر سے سنگ مرمر اتارنے کی لاگت اس کی قیمتِ فروخت سے بہت زیادہ ہوگی تو انھوں نے اپنا خیال ترک کر دیا۔ ۱۰

اسی انگریز قوم میں سے ایک نیک بخت حسن کا شیدائی، آثار قدیمہ کا دلدادہ انگریز لارڈ کرزن اٹھا۔ اس کے زمانے میں " ان جواہر گران بہا کی بجائے جو نہایت بے رحمی سے نکال لئے گئے تھے دیگر خوش قطع پتھر نصب کئے گئے"۔ ۱۱ اس طرح اس نے تاج کی خوبصورتی کو ایک حد تک بحال کرنے کی کوشش کی۔

بھارت آزاد ہوا۔ نئی نسل اپنے سارے تہذیبی آثار کے تحفظ کی طرف متوجہ ہوئی۔ بھارت ماتا نے ماقبل تاریخ زمانہ سے آج تک جس عظیم تاریخی سرمایہ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا اس کی حفاظت و صیانت کو ہم نے اپنا فرض جانا لیکن یہ تاج کی کیسی قسمت ہے کہ آج بھی اس کے سر پر آفتیں ہیں کہ منڈلا رہی ہیں۔

ایک منصوبہ کے تحت آگرہ سے صرف چالیس کلو میٹر دور متھرا کے قریب ۲۰۰ کروڑ روپئے کی کثیر رقم سے ایک ریفائنری قائم کی گئی ہے جو کہا جاتا ہے کہ چھ لاکھ ٹن تیل نکالا کرے گی۔ یہ کسی نے نہیں سوچا کہ یہ ریفائنری تاج کے حق میں عفریت بن جائیگی۔ جہاں تک آمدنی کا سوال ہے عام اندازے کے مطابق ۲۰۰۰ تا ۴۰۰۰ سیّاح روزانہ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تاج دیکھنے کے لئے آتے ہیں، زرِ تبادلہ بھی کافی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ روزانہ کی آمدنی بھی سورج کی طرح روشن ہے۔[12]

اندیشہ یہ ہے کہ اس ریفائنری سے نکلنے والی آلودگی سنگ مرمر کو گھن کی طرح کھا جائیگی تاج محل پتھر کے سرطان کے مہلک اور ناقابل علاج مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ سدھیر یندر شرما SUDHERENDER SHARMA نے خطرہ ظاہر کیا ہے کہ اس ریفائنری سے خارج ہونے والی سب سے مہلک گیس سلفر ڈائی آکسائڈ ہوگی جو تاج کے حق میں مرض سرطان STONE CANCER بن جائے گی۔[13] جب سلفر ڈائی آکسائڈ کا فضا کی رطوبت سے تعامل ہوتا ہے تو سلفیورک ایسڈ تیار ہوتا ہے۔ سلفیورک ایسڈ سنگ مرمر کے لئے مہلک ترشے ہے جس سے یہ پتھر بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور جس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

سنگ مرمر دراصل چونا + کاربن + آکسیجن کا مرکب ہے۔ سائنس کی اصطلاح میں سنگ مرمر کو کیلشیم کاربونیٹ کہتے ہیں اور فارمولے کی شکل میں کیلشیم کاربونیٹ کو $CACO_3$ لکھا جاتا ہے۔ سائنس کی علامتی زبان میں چونا = CA، کاربن = C اور آکسیجن = O ہے۔

سلفر ڈائی آکسائڈ کو SO_2، رطوبت (پانی) کو H_2O، سلفیورک ایسڈ کو H_2SO_4 اور کیلشیم سلفیٹ کو $CASO_4$ لکھا جاتا ہے۔ سنگ مرمر کی تباہی کے خطرے کو سائنس کی روشنی میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ جب ریفائنری سے سلفر ڈائی آکسائڈ SO_2 خارج ہو کر فضا میں پھیلے گی تو اس کا تعامل REACTION فضائی رطوبت (پانی) H_2O سے ہوگا اسی کے ساتھ فوراً سلفیورک ایسڈ H_2SO_4 تیار ہوگا یعنی

$$SO_2 + H_2O + O \longrightarrow H_2SO_4$$

جب یہ سلفیورک ایسڈ H_2SO_4 سنگ مرمر $CACO_3$ سے ملے گا تو فوراً کیمیائی تعامل شروع ہو جائے گا اور پانی H_2O کاربن ڈائی آکسائڈ CO_2 اور کیلشیم سلفیٹ $CASO_4$ تیار ہوں گے۔ اس طرح سنگ مرمر کیلشیم سلفیٹ میں تبدیل ہو جائے گا۔ یعنی

$$H_2SO_4 + CACO_3 \longrightarrow H_2O + CO_2 + CASO_4$$

سنگ مرمر کیلشیم سلفیٹ بن کر ختم ہو جائے گا۔ خدانخواستہ تاج کے لئے یہ وہ حادثہ ہوگا جس کے بعد شاید وہ اپنا وجود کھو دے۔

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

جب حکومت نے ریفائنری کے قیام کی منظوری دے دی اور یقین ہوگیا کہ ۱۹۸۰ئہ میں ریفائنری قائم اور کارکردہو جائے گی (اب مکمل ہو چکی ہے) تو ۱۹۷۶ئہ میں پارلیمنٹ میں تاج محل اور ریفائنری کے تعلق سے سوال اٹھایا گیا۔ پارلیمنٹ کے بہت سے ارکان نے اس مسئلہ میں مثبت دلچسپی لی اور آنے والے خطرے کو قوت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ ادھر محکمۂ آثار قدیمہ حکومت ہند نے بھی ریفائنری کے قیام سے اپنے خوف اور درپیش خطرے کا اظہار کیا اور آثار کو پہنچنے والے خطرے سے حکومت کو آگاہ کیا۔ محکمہ نے یہ بھی وضاحت کی کہ یہ صدمہ صرف تاج ہی کو نہیں پہنچے گا بلکہ قرب و جوار کی دوسری تاریخی عمارتیں بھی سخت متاثر ہوں گی۔ خصوصیت کے ساتھ متھرا کے تاریخی مندر کو شدید نقصان پہنچے گا۔ اس وقت کے پٹرولیم کے مرکزی وزیر کی طرف سے اس مسئلہ کی چھان بین کے لئے ایک کمیشن کے قیام کا تیقن دیا گیا۔ ان کے جانشین شری ایچ۔ این بہوگنا نے انڈین پیٹرو کیمیکل لمیٹڈ INDIAN PETRO CHEMICAL LTD. کے چیرمین ڈاکٹر ایس وارادارجن Dr. S. VARADARAJAN کی صدارت میں ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ریفائنری سے نکلنے والی آلودگی اور گیس وغیرہ سے تاریخی عمارتوں کو لاحق ہونے والے خطرات سے حکومت کو واقف کرائے بلکہ اس کمیٹی کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ حکومت کو یہ بتائے کہ خطرات کہاں تک کم کئے جا سکتے ہیں۔ اسی زمانہ میں اطالوی فرم ٹیکنیکو TECHNICO کا تقرر کیا گیا۔ یہ فرم سنگ مرمر پر آلودگیوں کے اثرات کی چھان بین کرنے کی ماہر سمجھی جاتی ہے۔ ٹیکنیکو نے حیرت ناک طریقہ سے تاج پر ایسی کسی نوعیت کے خطرے کو سرے سے مسترد کر دیا۔ اس کے علاوہ انڈین میٹرولاجیکل ڈپارٹمنٹ نے اپنی تحقیقات میں بتایا کہ ریفائنری سے ۵ ٹن فی گھنٹہ سلفر ڈائی آکسائڈ خارج ہوا کرے گی۔ آگرہ پر اس کا ارتکاز ۱۰۰۰ ایکلو گرام فی مکعب میٹر ہوگا۔ اس ارتکاز سے بہت طویل مدت میں جا کر بہت تھوڑا نقصان ہوگا۔ اِدھر حکومت کے ایوان میں تاج محل اور ریفائنری پر بحث ہوتی رہی اُدھر ریفائنری کی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

تعمیر اپنی معین رفتار سے جاری رہی۔ غالباً اصول یہ ہے کہ نزاعی تعمیر کو تاتصفیہ روک دیا جاتا ہے لیکن تاج کی بربادی اور ریفائنری کا قیام حکومت کی نظر میں نزاعی مسئلہ نہیں تھا اس لئے نہ ایوان میں بحث رکی نہ اس ریفائنری کی تعمیر رکی، یہ بھی جاری رہی اور وہ بھی جاری رہی۔

یونیسکو UNESCO کے ماہر ڈاکٹر ٹوراکو Dr. TORACO نے ان رپورٹوں سے اختلاف کیا اور واضح طور پر بیان کیا کہ سنگ مرمر کو سلفر ڈائی آکسائڈ سے تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی لیکن سرکاری کمیٹی کو اصرار تھا کہ ریفائنری سے تاج محل کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ ڈاکٹر وارا دارجن نے ایک بار پھر یہ بتانے کی کوشش کی کہ ریفائنری سے صرف ایک فیصد سلفر ڈائی آکسائڈ خارج ہوگی اور وہ اطراف کی دوسری ۲۵۰ فیکٹریوں کی آلودگی سے مل کر بھی اتنی نہیں ہوگی جس سے سنگ مرمر کو نقصان پہنچے۔

اس دوران آندھرا یونیورسٹی کے ماحولیاتی انجینئرنگ کے صدر شعبہ ڈاکٹر ٹی شیوجی راو نے Dr. T. SIVJI RAO, HEAD OF THE ENVIRONMENTAL ENGINEERING DEPT جو اس میدان کے ماہر سمجھے جاتے ہیں تاج کے مسئلہ میں دلچسپی لی اور تحقیق کے بعد تفصیل سے بتایا کہ اس ریفائنری سے روزانہ ۱۰۰ ٹن کاربن مانو آکسائڈ، ۴۰ ٹن سلفر ڈائی آکسائڈ ۵۰ ٹن ہائڈروکاربن اور ۱۹ ٹن دوسری گیسیں خارج ہوں گی۔ ان میں سے اکثر گیسیں فضا کی رطوبت سے مل کر مختلف ترشوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ ڈاکٹر راؤ کی تحقیق کے مطابق یہ ترشے آگرے کی طرف سفر کریں گے اور ان تمام آلودگیوں سے صرف مضر اثرات ہی مرتب ہو سکتے ہیں۔

پروفیسر راؤ نے ٹیکنیکو کے ماہرین پر سخت نکتہ چینی کی ان کے دلائل کو اپنی دلیلوں سے مسترد کر دیا۔ انھوں نے ٹیکنیکوں کی تحقیق کا ایک واضح نقص یہ بتایا کہ اس نے فری کوئنسی FREQUENCY کے تسلسل اور سمت پر توجہ نہیں دی دوسرے یہ کہ جمنا کی فضائی رطوبت سے سلفر ڈائی آکسائڈ مل کر جو سلفیورک ایسڈ پیدا کرے گی اور اس سے جو

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نتائج برآمد ہوں گے اسے بھی سرے سے نظر انداز کر دیا گیا۔ پروفیسر راؤ نے اس پر بھی افسوس ظاہر کیا کہ حکومت نے اپنی پسند کے ماہرین کا تقرر کیا اور مسئلہ کی چھان بین میں دوسرے ماہرین سے استفادہ نہیں کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ متھرا، بھرت پور، فتح پور سیکری اور آگرہ آج بھی اہلِ وطن اور بیرونی سیاحوں کی نگاہوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔ ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے ایک مستقل عملہ بھی موجود ہے۔ بیرونی سیاحوں سے کافی زرِمبادلہ بھی مل رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر ان مقامات پر ہمارا قیمتی تہذیبی سرمایہ محفوظ ہے جس کو دست بردِ زمانہ سے بچانا ہر اہل وطن کا اخلاقی فرض ہے۔

البرٹ سوئٹزر ALBERT SCHWITZER نے بڑی معقول بات کہی ہے کہ " انسان اپنے تخلیق کئے ہوئے شیطان کو بہت کم پہچانتا ہے"۔ ہماری تہذیب کی نمائندہ لاقیمت عمارتوں اور دوسرے آثار کے اطراف جو صنعتی مراکز اور کارخانے ہیں وہ ان آثار کے حق میں ہمارے ہی تخلیق کئے ہوئے عفریت ہیں جن کی مسلسل نقصان رسانی سے ہم خود بہت کم واقف ہیں۔ متھرا کی ریفائنری خود متھرا کے مندروں اور تاج کے حق میں شیطان سے کم نہیں ہے۔

حیدرآباد کے ذمہ دار روزنامہ " سیاست" میں ۹ جولائی ۱۹۸۰ء کو حکومت ہند کے وزیر پٹرولیم مسٹر دھیریندر پاٹل کا بیان شائع ہوا جو انھوں نے لوک سبھا میں دیا تھا انھوں نے ڈاکٹر کرن سنگھ کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ " متھرا ریفائنری یا اس کے یونٹوں کی آلودگی سے تاج محل کو بچانے کے لئے ریفائنری کو دوسری جگہ منتقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ انھوں نے کہا کہ تاج محل کی خوبصورتی کو متاثر ہونے سے بچانے کے لئے ماہرین نے جو سفارشات پیش کی ہیں ان پر عمل کیا جائے گا اور ریفائنری سے خارج ہونے والے مادہ کو پائپ کے ذریعہ دور لے جاکر دریا میں بہانے کا انتظام کیا گیا ہے"۔ منسٹر صاحب کے بیان سے

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی Shiailmiaasaar@
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

یہ تو واضح ہو گیا کہ اب تک ریفائنری سے تاج کو نقصان نہ پہنچنے کی جو باتیں کی جاتی رہیں ان میں صداقت نہیں تھی یا جو سائنسی نتائج اخذ کئے جاتے رہے وہ درست نہیں تھے کیونکہ تاج کی "خوبصورتی کو متاثر ہونے سے بچانے کے لئے ماہرین کی سفارشات پر عمل" کرنے کی طمانیت دی گئی ہے۔ جن دانشوروں اور ماحولیات کے ماہرین نے اس خصوص میں حکومت کو متوجہ کیا تھا اور جن اندیشوں کو ظاہر کیا تھا وہ درست تھے۔

اب اس خطرے کے قطعی ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا۔ چنانچہ ۲۳ رجولائی ۱۹۸۰ء کو حیدر آباد کے روزنامہ "سیاست" میں مسٹر رام نواس مردھا صدر انڈین ہیریٹیج سوسائٹی کا بیان شائع ہوا جس میں موصوف نے حکومت ہند کے آگے تاج محل کو آلودگی سے پہنچنے والے نقصان سے بچانے کے لئے مختلف تجاویز پیش کیں۔ مسٹر مردھا صدر انڈین ہیریٹیج رکنِ پارلیمان بھی ہیں۔ انھوں نے ایم۔ جی۔ کے سنن سکریٹری محکمہ سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کو شکایتی خط روانہ کیا ہے اور مطالبہ کیا ہے کہ ریفائنری کی بھٹیوں میں صفائی کے آلات نصب کریں تاکہ سلفر ڈائی آکسائڈ پر کنٹرول کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ ٹھوس اور مائع مادوں کو پائپ کے ذریعہ محفوظ مقامات پر لے جانے کی تجویز بھی رکھی ہے۔ انھوں نے چیف منسٹر اتر پردیش کو بھی خط لکھا ہے کہ وہ تاج محل کے قریب دو برقی اسٹیشنوں کو بند کرنے کا فی الفور اقدام کریں کیونکہ ان اسٹیشنوں سے بجلی کے ساتھ ساتھ آلودگی پیدا کرنے والے مادوں کی بھی بھاری مقدار پیدا ہوتی ہے۔

غالباً انہی مطالبوں کی پیش رفت کے طور پر حکومت اتر پردیش نے بھی حکومتِ ہند سے ربط پیدا کیا اور آگرے کی بہت سی فاؤنڈریوں کو دوسرے مقامات پر منتقل کرنے کی اجازت طلب کی ہے۔ چنانچہ ۳۱ر اگست ۱۹۸۰ء کو روزنامہ "سیاست" حیدر آباد نے یہ خبر شائع کی کہ حکومت اتر پردیش نے حکومت ہند کو آگرے کی فاؤنڈریوں اور پاور ہاؤس کے دھوئیں سے تاج محل کی خوبصورتی کو خطرہ لاحق ہونے سے آگاہ کیا۔ حکومت یوپی

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

نے حکومت ہند سے یہ بھی سفارش کی ہے کہ ریلوے لوکوشید آگرہ کو دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔

حکومت اتر پردیش بھی غالباً عوام کے ساتھ ساتھ تاج محل کو آلودگی سے بچانے کے حق میں ہوگئی ہے لیکن عملی اقدامات کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوسکی ہے۔ یہ تاخیر تاج کو خطرے سے قریب کر رہی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ سلفر ڈائی آکسائڈ کی ہلاکت خیزی ایسی ہولناک ہے کہ سبھوں کا گھبرانا حق بجانب ہے۔ یو۔ ایس۔ اے اور جرمنی جیسے سائنسی ممالک بھی اپنے سنگ مرمر کے آثار کو سلفر ڈائی آکسائڈ کی تباہ کاریوں سے بچانے میں ناکام رہے۔ سیل اوور ہیانگنگ اور کیتھیڈرل کولون پتھر کے سرطان کی واضح مثالیں ہیں۔[۱۴]

اس خطرے کو علمی حلقوں میں شدت سے محسوس کیا جارہا ہے۔ علمی سطح پر احتجاج بھی ہورہا ہے۔ شرافت علمی کا لب ولہجہ کبھی سخت نہیں ہوتا بلکہ وہ گذارش کی شکل میں ارباب مجاز تک پہنچتا ہے۔ یہ کام ارباب اقتدار کا ہے وہ اس سنجیدہ اور متین اظہار کے پیچھے جو کرب ہے اسے محسوس کریں اور اس پر کان دھریں۔ ۱۳؍ ستمبر ۱۹۸۰ء کو اردو "بلٹز" میں عبدالسلام گورکھپوری کا ایک تحریری بیان شائع ہوا جو اہل فکر ونظر کے اسی کرب کی نشاندہی کرتا ہے۔ ارباب مجاز بھی تو اہل علم ہیں، یہ آواز آگے جاکر خود ان کی آواز کیوں نہیں بن رہی ہے۔ عبدالسلام لکھتے ہیں:

"آج سنگ مرمر سے بنی اس یادگار کو متھرا ریفائنری دھواں تباہ وبرباد کررہا ہے اس کی حسین وجمیل دیواروں کو اسٹون کینسر ہوگیا ہے۔ اس تباہی پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ میں مرکزی وزیر تعمیرات شری پی۔ سی سیٹھی سے گذارش کرتا ہوں کہ دنیا کے اس ساتویں عجوبہ کی حفاظت کی جائے جو ساری دنیا کے سیاحوں کا مرکز نظر ہے۔"

ارباب مجاز پر کوئی اثر نہیں ہوا خطرہ تاج سے قریب تر ہوگیا۔ چنانچہ ۲۵؍ مارچ

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱۹۸۳ء کے حیدر آباد کے ذمہ دار روزنامہ "سیاست" کے "فکر و نظر" کا کالم اسکا کھلا ثبوت ہے۔ "تاج محل کا رنگ پھیکا" عنوان کے تحت جن حقائق کو پیش کیا گیا ہے ان کو من و عن ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

"غیر جانبدار ممالک کی ساتویں چوٹی کانفرنس کے دوران بعض صحیفہ نگاروں نے تاج محل بھی دیکھا اور ظاہر ہے کہ اس کی کشش نے ان سب کے دامانِ نظر کو بھی پکڑ لیا ہوگا مگر پرمیلا کلہن نے ہندوستان ٹائمز میں اس عظیم محبّت کی نظر نواز یادگار کی بتدریج تباہی کا جو خاکہ کھینچا ہے وہ ہر ہندوستانی کے لئے باعث تشویش بن جاتا ہے جو تاج محل پر فخر کرتا ہے۔ پرمیلا کلہن کے الفاظ میں "تاج اب سنگ مرمر کی سفید عمارت نہیں رہا ہے بلکہ اس پر زردی کی ایک تہ جمتی جارہی ہے اور وہ بتدریج ہاتھی دانت کا رنگ اختیار کرنے لگا ہے۔ آگرہ میں متھرا ریفائنری کے قیام سے بہت پہلے تاج محل کے بعض حصے گرنے لگے۔ ۱۲ سال پہلے ایک بہت بڑا ٹکڑا گر پڑا تھا اس کی مرمت کرائی گئی اور اس کے باوجود تاج محل کی سفیدی میں کوئی فرق نہ پڑ سکا، مگر کچھ عرصہ بعد اس کے بعض حصوں سے سفوف کی شکل میں برادہ گرنے لگا اور جب متھرا ریفائنری کی چمنی دھواں اگلنے لگی تو تاج کی دیواروں پر دودھیا لے پن کی جھلک نظر آنے لگی۔ ایک نوجوان انجینئر مسٹر اشوک رائے جو کلکتہ کی ایک فرم سے وابستہ ہیں، جنھوں نے ایشیاڈ اسٹیڈیا کے بالائی حصہ پر ایک بڑا خصوصی فوارہ فٹ کر کے ایک گھنٹہ کے اندر اسٹیڈیا کے اندرونی اور بیرونی دونوں حصوں کو خصوصی کیمیکلز سے دھو دیا تھا، تاج محل کی صفائی کے لئے اس طریقہ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ان کے بنائے ہوئے طریقہ کے مطابق تاج کے اندرونی اور

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

بیرونی حصہ کو روزانہ ایک گھنٹہ تک دھویا جاتا رہے تو فضائی آلودگی کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑیگا۔ تاج محل کو فاؤنڈریز کے صنعتی فضلہ سے بھی سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان فاؤنڈریز کی منتقلی کے احکام بہت پہلے جاری کئے جاچکے ہیں لیکن ان کی تعمیل میں بڑی تاخیر ہو رہی ہے اور ہر مرحلہ پر دفتر شاہی ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہی ہے اس صورت حال کے پیش نظر ایک اور انجینیئر نے مایوسی کے عالم میں کہا کہ اگر فوری احتیاطی تدابیر اختیار نہ کی جائیں تو ۲۰۰ برس بعد تاج محل کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا فضائی آلودگی سے ہٹ کر تاج محل کو ان عناصر سے بھی سخت نقصان پہنچ رہا ہے جو اپنا، اپنی بیوی یا محبوبہ اور اگر بچے ہوں تو ان سب کے نام ترتیب وار اس کی مرمریں دیواروں پر کھودنے کے عادی ہیں۔ سیاحوں کو آج تاج محل کی دیواریں تیز چاقو کی نوک سے کی جانے والی اس بے ہنگم پچیکاری سے لہولہان نظر آتی ہیں اور ان میں سے اکثر اتنے گہرے ہیں کہ ان کو مٹانا یا صاف کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے اس عظیم تہذیبی اثاثہ کو اس قسم کی من مانی حرکتوں سے بچانے کے لئے زائد عملہ کیوں متعین نہیں کیا جاتا ہر وقت صرف ایک دو چوکیدار سیاحوں کے پیچھے بخشش کے لئے ہاتھ پھیلائے دوڑتے نظر آتے ہیں۔ انھیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تاج محل پر کون نام کھود رہا ہے وہ انھیں ایسا کرنے سے باز رہنے کی ہدایت تک نہیں کرتے۔ نتیجتاً ہر روز تاج کی مصفا دیواروں پر ناموں کا اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اس تباہی کو دیکھ کر ہمارے تہذیبی اثاثہ کے ان نام نہاد دعویداروں پر بڑا غصہ آتا ہے جو نئی دہلی کے علاقہ میں بعض مخدوش اور بے کار عمارتوں کو آثار قدیمہ کے تحفظ کے نام پر ڈھا دینے کی اجازت تو نہیں دیتے لیکن سب سے زیادہ حسین

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ +91-6302383399 www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

فن تعمیر کے نمونہ "تاج محل" کی آہستہ آہستہ تباہی پر بھی مہر بہ لب ہیں۔ ہمارے ملک کی تاریخ، ہمارا ادب اور ہماری شاعری تاج محل کے حسن وجمال کے تذکروں سے بھری پڑی ہے اور محبت وفن کا یہ خوشگوار امتزاج فضائی آلودگی اور بعض آوارہ گردوں کی خوش فعلیوں سے اپنا حسن کھوتا جا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے"۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے عوام کا نمائندہ ایوان کیوں متوجہ نہیں ہو رہا ہے۔ یہ مسئلہ ہر ذہن میں سوالیہ نشان بن گیا ہے۔ کیا تاج ہمارا تہذیبی اثاثہ نہیں ہے۔ کیا ایوان پارلیمنٹ یا لوک سبھا عوام کی آواز نہیں ہے۔ کیا منتخب ذمہ داران حکومت عوام کے نمائندہ نہیں ہیں۔ جب جمہوریت کی فضا میں سب اپنے ہی ہیں تو پھر پارلیمنٹ کی آب وہوا میں وہ کون سی آلودگی ہے جو تاج کی پکار کو لوک سبھا اور اس کے آگے کابینہ تک پہنچنے میں حائل ہو گئی ہے۔

خوف بڑھ رہا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح یونانی سنگ مرمر کے اکروپولس ACROPOLIS کی تباہی کے ذمہ دار ہیں اسی طرح ہم خدا نخواستہ تاج کی تباہی کے ذمہ دار قرار پائیں اور آنے والی نسلیں جمنا کے کنارے تاج کی زمین پر کھڑی ہو کر یہ نہ کہیں کہ کسی زمانہ میں یہیں کہیں دنیا کا خوبصورت ترین تاج محل تھا۔ [15]

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المهدی ٹرسٹ، کلکتہ 91-6302383399+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

۱ THE TAJ ص ۴

۲ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۸۰

۳ ایضاً ص ۸۰

۴ " ص ۸۰

۵ " ص ۸۰

۶ THE SUNDAY STANDARD ۷-اپریل ۱۹۶۸ء

میں آرناتھ کا آرٹیکل THE TAJ IN DANGER

۷ THE IMMORTAL TAJ MAHAL ص ۸۲

۸ تاریخ تاج محل ص ۶۹

۹ " " ص ۱۶۴

۱۰ YOUT TIMES ۲۸ فروری ۱۹۷۶ء ص ۴۴

۱۱ تاریخ تاج محل ص ۱۶۴

۱۲ YOUTH TIMES ص ۴۲

۱۳ ایضاً ص ۴۲

۱۴ YOUTH TIMES ۲۸ فروری ۱۹۷۱ء ص ۴۲

۱۵ ایضاً ۴۴

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

کتابیات

شیعہ علمی آثار حیدرآباد دکن

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

	نام کتاب	مصنف	کتب خانہ
۱	بادشاہ نامہ جلد اوّل دوم	عبدالحمید لاہوری	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۲	عمل صالح	محمد صالح کمبوہ	〃 〃 〃
۳	ماثر الامرا	شاہ نواز خاں	〃 〃 〃
۴	ہندوستان میں مسلمانونکے تمدنی جلوے	عبدالرحمٰن مصباح الدین	اسٹیٹ لائبریری
۵	تاریخ شاہجہاں	بنارسی پرشاد مترجم اعجاز حسین	〃 〃
۶	فرہنگ آصفیہ	〃	〃 〃
۷	محذرات	ظہور الحسن	〃 〃
۸	MOGHAL EMPIRE	شرما	جامعہ عثمانیہ لائبریری
۹	سفرنامہ قنوجی	مترجم سیّد مظفر حسین	اسٹیٹ لائبریری
۱۰	تاریخ تخت طاؤس	عبداللطیف کشتہ	کتب خانہ اردو ہال
۱۱	منتخب اللباب	خافی خاں	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۱۲	آئین اکبری	علامی ابوالفضل	اسٹیٹ لائبریری
۱۳	دربار اکبری	محمد حسین آزاد	〃 〃
۱۴	اورنگ زیب	جادوناتھ سرکار	〃 〃
۱۵	SOME ASPECTS OF ARCHITECTURE	ڈاکٹر ارناتھ	〃 〃
۱۶	مغل اور اردو	تحسین خیال	〃 〃
۱۷	THE IMMORTAL TAJ MAHAL	ڈاکٹر ارناتھ	〃 〃
۱۸	تاریخ جہانگیر	ڈاکٹر دیبی پرشاد	〃 〃
۱۹	HISTORY OF MOGHAL	ترپاٹھی	〃 〃
۲۰	INDIAN ARCHITECTURE	برسی براؤن	جامعہ عثمانیہ لائبریری
۲۱	اسلامک کلچر	اپریل ۷۶ء و اکتوبر ۷۳ء جنوری ۷۵ء	کتب خانہ جعفریہ
۲۲	مقالات سلیمانی	ڈاکٹر سلیمان ندوی	کتب خانہ دائرۃ المعارف

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

	نام کتاب	مصنف	کتب خانہ
۲۳	تاریخ تاج محل	معین الدین اکبرآبادی	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۲۴	YOUTH TIMES	۱۵ر فیروزی سنہ ۱۹۷۹ء	ممتاز علی آرٹسٹ
۲۵	نشان منزل	فروری سنہ ۱۹۷۹ء	" " "
۲۶	ESSAY ON MOGHAL ART	گولڈ اسٹون	اسٹیٹ لائبریری
۲۷	تاریخ راحت فزا	میر محمد علی الحسینی	
۲۸	خواتین	محمد اسلم جیراج پوری	ممتاز علی آرٹسٹ
۲۹	HISTORY OF ARCHITECTURE VOL. 2, S.	فرگوسن	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۳۰	بادشاہ نامہ	محمد وارث	" "
۳۱	MEDIEVAL HISTORY OF INDIA	ہیرا سنگھ	اسٹیٹ لائبریری
۳۲	THE TAJ	ایس ای ایچ کنور	پبلک اسکول
۳۳	آدمی اور انسان	محمد حسن عسکری	کتب خانہ کوثر علی
۳۴	اسلامی فن تعمیر	مترجم	کتب خانہ اردو اکیڈمی
۳۵	SHADOW FROM INDIA	—	اسٹیٹ لائبریری
۳۶	ہمارا ہندوستان (نظمیں)	جاں نثار اختر	" "
۳۷	MUSLIM RELIGIOUS ARCHITECTURE	ڈوگان کیو بان	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۳۸	ISLAMIC ARCHITECTURE AND CULTURE	ڈاکٹر آر ناتھ	" "
۳۹	ISLAMIC ARCHITECTURE	جان ہوگ	" "
۴۰	ISLAMIC ARCHITECTURE	" "	" "
۴۱	ARCHITECTURE OF INDIA		" "
۴۲	تذکرہ خوشنویساں	غلام محمد ہفت قلمی راقم دہلوی	" "

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com

	نام کتاب	مصنف	کتب خانہ
۴۳	ہندوستان میں مغلیہ حکومت	شوکت علی فہمی	کتب خانہ اردو اکیڈمی
۴۴	INDO ISLAMIC ARCHITECTURE	ضیاء الدین دیسائی	اسٹیٹ لائبریری
۴۵	روزنامہ سیاست	۹ جولائی ۱۹۸۰ء، ۲۳ جولائی ۱۹۸۰ء، ۳۱ اگست ۱۹۸۰ء، ۲۵ مارچ ۱۹۸۳ء	
۴۶	احوال روضہ ممتاز محل	مخطوطہ	سالار جنگ میوزیم لائبریری
۴۷	تاج محل آگرہ	عبداللہ چغتائی	احمد لائبریری
۴۸	تاج محل اور اردو ادب	شجاع خاور	اردو اکیڈمی لائبریری

PDF از مولانا محمد عباس مسعود کتاب شناس و بانی معصومہ قم اسلامک انسٹیٹیوٹ و بانی @Shiailmiaasaar
ساخت کتاب با حمایت امام المہدی ٹرسٹ، کلکتہ 6302383399-91+ www.shiailmiaasaarlibrary.wordpress.com